اِنّ اَصحابی بمنزلۃ النجوم فی السماء فایّما اخذتم بہ اھتدیتم

میرے صحابہ کی مثال یوں ہے جیسے آسمان پر ستارے ان میں سے جس کا بھی دامن پکڑو گے ہدایت پا جاؤ گے

(فتح الباری)

اَلثلاثُونَ المُبشَّرُونَ بِالجنۃِ

(عربی)

جنّت کی خوشخبری پانے والے

تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (مترجم)

مصنف

ڈاکٹر مصطفیٰ مُراد

من علماء الازھر الشریف

مترجم

قاری محمد اکرم حفظہ اللہ

فرید بُک سٹال

۳۸۔ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

اِنَّ اَصْحَابِیْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَاءِ فَاَیُّمَا اَخَذْتُمْ بِهٖ اهْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ کی مثال یوں ہے جیسے آسمان پر ستارے ان میں سے جس کا بھی دامن پکڑ لو گے ہدایت پا جاؤ گے

(فتح الباری)

اَلثَّلَاثُوْنَ الْمُبَشَّرُوْنَ بِالْجَنَّةِ (عربی)

جنّت کی خوشخبری پانے والے

تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (مترجم)

اُن جلیلُ القدر تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ولولہ انگیز تذکرہ جنہیں زبانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں ہی جنّت کی خوشخبری سے خورسند کیا۔

مُصنّف

ڈاکٹر مُصطفیٰ مُراد

مِنْ عُلماء الازھر الشریف

مُترجم

قاری مُحمّد اکرم حفظہ اللہ

فاضل دارُالعلوم محمّدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

لیکچرر، گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور

ناشر

فرید بُک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاول : صفر 1433ھ / جنوری 2012
قیمت : [redacted] روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

فہرست عنوانات

جنت کی خوشخبری پانے والے

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
*	دُعا بدرگاہِ مجیب الدعوات	7
*	انتساب	9
*	مقدمہ مترجم	11
1	صحابی کی تعریف	11
2	فضائلِ صحابہ (قرآن کے آئینے میں)	11
3	شانِ صحابہ (احادیث نبویہ کی روشنی میں)	18
4	عشرہ مبشرہ	20
5	الثّلاثُون المبشّرون بالجنّة	21
6	اظہارِ تشکر	21
*	مقدمہ مصنف	23
1	جنت کی خوشخبری پانے والے	25
2	جنت کی خوشخبری پانے والے	26
1	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	29
1	کیا شان ہے اے ابوبکر آپ کی!	37
2	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	51
1	اگر تو ان کی رحم دلی کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!	58
2	اگر تو آپ کے زہد کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!	61
3	اگر تو اُن کی تواضع کے بارے میں پوچھتا ہے تو دل، بصیرت اور دونوں کانوں سے سن!	64

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
4	اگر تو ان کے فیصلہ کرنے کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!	65
5	اگر تو ان کی پرہیزگاری کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!	67
3	ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	73
4	درویشِ اُمت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	81
5	زندہ شہید حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	91
6	حواریٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	99
7	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کا شرف حاصل کرنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	104
8	جس نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	110
9	ابنِ حنیف حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ	119
10	امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	125
11	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی محبوب زوجہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا	130
12	سیّدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ بنت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رضی اللہ عنہا	137
1	جنتی نوجوانوں کے سردار	142
13	سب لوگوں سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے مشابہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشبودار پھول حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما	143
14	جنتی نوجوانوں کے سردار، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشبودار پھول حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما	150
15	اپنے (بلند اقبال) باپ کی (بلند اقبال) بیٹی اُم المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما	163
16	آسمان کے داعی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ	168
*	جنت کی خوشخبری پانے والا کنبہ آلِ یاسر رضی اللہ عنہم	174

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
17	حضرت سمیہ بنت خباط: اسلام میں پہلی شہیدہ	174
18	حضرت یاسر بن عامر الکندی: اسلام میں پہلے شہید	174
19	حضرت عمار بن یاسر: اسلام میں پہلے مسجد بنانے والے	174
20	حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	180
21	عرب کے بہترین شہسوار حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ	187
22	جن کے لیے عرشِ رحمن کانپ اٹھا' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	191
23	حضرت ایوب کی پوتی حضرت رُمیصاء رضی اللہ عنہا	199
24	جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ اللہ کے حضور ایک سجدہ کرنے کا بھی موقع نہ ملا' حضرت عمرو بن ثابت اصیرم رضی اللہ عنہ	206
25	وہ نوجوان جو فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ گیا' حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ	208
26	جنہیں دو مرتبہ ایمان لانے کی سعادت حاصل ہوئی' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	211
27	جنت کی طرف سبقت لے جانے والے حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ	218
28	شہید اعرابی رضی اللہ عنہ	221
29	غیر معروف سپاہی' سیاہ فام غلام حضرت اسلم حبشی رضی اللہ عنہ	223
30	غیر معروف شہید کھجوریں پھینکنے والا رضی اللہ عنہ	226
*	اختتامی کلمات	228
*	کتابیات	230

Marfat.com

دُعا

بدرگاہِ مُجیبُ الدّعوات

اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں تیرے عہد اور تیرے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کام کے شر سے جو میں نے کیا، میں تیرے سامنے تیری ان نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہیں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں، پس تو میرے گناہ بخش دے، اس لیے کہ تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

Marfat.com

نظم پیدا کیجیے اوقات میں
برکت پھر دیکھیے دن رات میں
مغتنم ہے دولتِ عمرِ عزیز
کیجیے ضائع نہ لغویات میں

Marfat.com

انتساب

افضل البشر بعد الانبیاء

حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

کی سیّد الانس والجان، محبوب رب العالمین،

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمتِ عالیہ میں غارِثور میں گزری ہوئی

پُرنور ساعتوں کے نام۔

مترجم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ مترجم

خالقِ کائنات جل مجدہٗ نے اپنے آخری رسول سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء و رسل کا سردار بنایا' دین اسلام کو کامل ترین دین بنایا اور اسے آخری شریعت قرار دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ساری دنیا میں اس دینِ حنیف کی ترویج کے لیے ایسے مخلص اور جاں نثار ساتھی عطا فرمائے جنہوں نے اس مقدس مشن کی تکمیل کے لیے مالی و جانی کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا' یہ قدسی نہاد ہستیاں ''صحابہ کرام'' کے معزز لقب سے ملقب ہوئیں' رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا پر مرمٹنا اور آپ کی ہر ہر سنت پر عمل پیرا ہونا ان کا وظیفۂ حیات تھا۔

صحابی کی تعریف

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی حیاتِ ظاہری میں آپ کی صحبت اختیار کی' بایں طور کہ آپ کو دیکھا یا آپ کی گفتگو سنی یا آپ کے ساتھ سفر یا حضر کی کسی مجلس میں رہا' خواہ یہ صحبت ایک لحظہ کی ہو اور وہ شخص ایمان پر ہی تا دمِ مرگ قائم رہا' حتیٰ کہ حالت ایمان میں اس کو موت آئی ہو وہ شخص صحابی ہے[1]

فضائلِ صحابہ (قرآن کے آئینے میں)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا نبی کریم ﷺ کے ان وفا شعار ساتھیوں کی تعریف فرمائی ہے' چند آیاتِ کریمہ ملاحظہ کرتے ہیں:

(۱) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا ۔ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی اُمّی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس

[1] شرح صحیح مسلم' علامہ غلام رسول سعیدی' فرید بک سٹال لاہور' طبع ۱۳' ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء' ج ۶ ص ۸۶۱

عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (الاعراف:۱۵۷)

تورات اور انجیل میں، وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں بُرائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں، پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی اُمّی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ، وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں○

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ اور آپ کی بعثت کے مقاصدِ جلیلہ کو بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے صحابہ کرام کی شانِ اتباع اور اس کے نتیجے میں انہیں حاصل ہونے والی فلاحِ دارین کو بھی بڑے احسن پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

(۲) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ○ (الانفال:۷۴)

اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہِ خدا میں اور جنہوں نے پناہ دی اور ان کی امداد کی وہی (خوش نصیب) لوگ سچے ایمان دار ہیں، انہیں کے لیے بخشش ہے اور باعزت روزی○

حبیب کبریا علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل التحیۃ واجمل الثناء کے صحابہ کرام کو بارگاہِ الٰہی سے "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" کا جو لقب عطا کیا جا رہا ہے، یہ ان کی عمر بھر کی قربانیوں، دلسوزیوں اور نیازمندیوں کا بہترین صلہ ہے۔[1]

(۳) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ

اور سب سے آگے آگے اور سب سے پہلے

[1] ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری (م ۱۴۱۸ھ) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۲ھ، ج ۲ ص ۱۷۰

الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O (التوبہ:۱۰۰)	پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات' بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں' ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک' یہی بہت بڑی کامیابی ہےO

یہاں ان پاک ہستیوں (مہاجرین و انصار) کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اس وقت قبول کی جب کہ اس کو قبول کرنا ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کو دعوت دینا تھا' اس وقت اسلام کی اعانت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا جب اسلام بڑی بے کسی کی حالت میں تھا' اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مخلص' جانباز اور پاک باز بندوں پر ناز ہے بلکہ ساری انسانیت کو ان پر فخر ہے جنہوں نے حق کو محض حق کے لیے قبول کیا اور اس کو فروغ دینے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے کے لیے اپنے وطن چھوڑے' اپنے خونی رشتے توڑے' اپنے سر کٹائے' قرآن بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان مخلص' جانباز اور پاک باز بندوں پر راضی ہو گیا اور اس کے ان بندوں نے جب دیکھا کہ ان کے ربِ کریم نے ان کی ان قربانیوں کو شرفِ قبول عطا فرمایا ہے تو وہ اس کی شانِ بندہ پروری اور ذرہ نوازی کو دیکھ کر راضی ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے جنت کی ابدی نعمتوں سے بھی انہیں سرفراز فرمایا اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود ہی اس دولت سے خوشنود ہوئے بلکہ قیامت تک جو بھی خلوص و دیانت سے ان کی پیروی کرے گا وہ بھی عنایاتِ ربانی کا مستحق ہوگا[1]

(۴) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ O يُبَشِّرُهُمْ	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے' بہت بڑا ہے (ان کا) درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک' اور یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے

[1] ضیاء القرآن' ج ۲ ص ۲۴۸

Marfat.com

رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۲۰ تا ۲۲)

ہیں ۝ خوش خبری دیتا ہے انہیں ان کا رب اپنی رحمت اور اپنی خوشنودی کی اور (ایسے) باغات کی کہ ان کے لیے ان میں دائمی نعمت ہو گی ۝ ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس میں تا ابد' بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی اجرِ عظیم ہے ۝

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں رحمتِ الٰہی اور رضاء خداوندی کی نوید جانفزا سنائی جا رہی ہے' حق تو یہ ہے کہ اس کے بعد اور رہ ہی کیا جاتا ہے جس کے حصول کی تمنا دل میں پیدا ہو۔ "اللّٰهم اجعلنا منهم بجاه حبيبك المكرم سيّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم"۔ ان صفات سے پوری طرح متصف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرام تھے جنہوں نے کفار کی سفاکیوں اور سنگ دلانہ جور و ستم کا بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا' جنہوں نے محض اپنے دین کی خاطر اپنے شاد و آباد گھروں کو چھوڑ کر غریب الوطنی کی سختیوں اور پریشانیوں کو خوش آمدید کہا' جنہوں نے میدانِ جہاد میں عدیم المثال سرفروشی اور جانبازی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ کفر کے علم سرنگوں ہو گئے' کفار کے چھکے چھوٹ گئے اور اسلام کا آفتابِ اقبال ہر سو ضیا پاشیاں کرنے لگ گیا' ایسے ہی نفوسِ قدسیہ کے بارے میں قرآنِ کریم گواہی دے رہا ہے کہ بارگاہِ رب العزت میں ان کے درجات بڑے بلند ہیں' اپنے رب کی راہ میں اپنے گھر' اپنے سر اور اپنا مال و متاع قربان کرنے والے دیوانگانِ عشق کے سروں پر فوز و کامرانی کا زرنگار تاج سجایا جا رہا ہے[1]

(۵) لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

لیکن رسول اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے' اور انہی کے لیے ساری بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں ۝ تیار کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات' بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں' ہمیشہ رہنے والے ہیں ان

[1] ضیاء القرآن' ج ۲ ص ۱۸۸

Marfat.com

(التوبہ:۸۸-۸۹) میں، یہی بہت بڑی کامیابی ہےO

(۶) اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَO (الانبیاء:۱۰۱)

بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گےO

حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ نے منبر پر یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا کہ میں، ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبدالرحمٰن اور ابوعبیدہ بن جراح ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کو یہ مژدہ سنایا جا رہا ہے[1]

(۷) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَO (الحج:۵۸)

اور جن لوگوں نے ہجرت کی راہِ خدا میں، پھر وہ (جہاد میں) قتل کر دیئے گئے یا طبعی طور پر فوت ہوئے تو ضرور عطا فرمائے گا انہیں اللہ تعالیٰ بہترین رزق، اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب سے بہتر روزی دینے والا ہےO

(۸) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًاO (الفتح:۱۸)

یقیناً راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی اس درخت کے نیچے، پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، پس اتارا اس نے اطمینان کو ان پر اور بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشیO

۶ھ ذوالقعدہ کے مہینہ میں حضور سرورِ کائنات علیہ اطیب الصلوٰۃ واجمل التحیات اپنے چودہ سو جاں نثاروں کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، انہوں نے احرام باندھے ہوئے تھے، قربانی کے جانور ساتھ تھے، ذاتی حفاظت کے لیے ایک تلوار کے علاوہ کسی قسم کا سامانِ جنگ ان کے پاس نہ تھا، اللہ کے بندوں کا یہ گروہ اللہ کے گھر کی زیارت کے شوق سے سرشار ہو کر مکہ کی طرف بڑھ رہا تھا، اہل مکہ کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے،

[1] ضیاء القرآن، ج ۳، ص ۱۸۷-۱۸۸

Marfat.com

نبیٔ رحمت ﷺ نے مناسب سمجھا کہ ان کے پاس اپنا سفیر بھیج کر انہیں اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ کریں اور ان کی اس غلط فہمی کو دور کر دیں کہ مسلمان مکہ پر قبضہ کرنے کی نیت سے آئے ہیں، اس نازک اور اہم مقصد کی تکمیل کے لیے نگاہِ رسالت نے چودہ سو صحابہ میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا، آپ کے وہاں جانے کے بعد یہ افواہ پھیل گئی کہ کفارِ مکہ نے آپ کو شہید کر دیا ہے، مسلمانوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا، نبیٔ برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نازک صورتِ حال میں ایک ایسا اقدام کیا جس سے دنیا بھر کے جرنیل سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ قوم کے جوش وخروش کو کس طرح تعمیری مقصد کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے، حضور ﷺ ایک درخت (سمرہ) کے نیچے تشریف فرما ہو گئے اور فرزندانِ اسلام کو دعوت دی کہ وہ اس بات پر بیعت کریں کہ جب تک خونِ عثمان کا بدلہ نہ لے لیں گے میدانِ جنگ سے نہ ہٹیں گے، اس بیعت کی برکت سے مسلمانوں میں ایسا جوش وخروش پیدا ہو گیا اور جان بازی کا وہ بے پناہ جذبہ بیدار ہو گیا جس کو دنیائے کفر کے قشون قاہرہ بھی شکست نہیں دے سکتے تھے، اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے صلح کر لینے میں ہی اپنی خیریت سمجھی، اس بیعت کی دوسری برکت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پاک باز بندوں اور اپنے محبوب ﷺ کی شمعِ جمال کے پروانوں کے سروں پر اپنی رضا کا تاج سجا دیا۔

مبارک صد مبارک! اے اسلام کے سربکف مجاہدو! تمہارا رب تم پر راضی ہو گیا، مبارک صد مبارک! اے محمدی مکتب کے شاگردو! تم اپنی زندگی کے امتحان سے کامیاب ہو گئے، مبارک صد مبارک! راہِ عشق کو اپنے حسنِ عمل اور خلوصِ نیت کے رنگین پھولوں سے آراستہ کرنے والو! قیامت تک آنے والے اربابِ وفا کی راہ میں تم نے ایسے چراغ روشن کر دیئے ہیں جن کو کوئی آندھی بجھا نہ سکے گی، تمہاری جاں فروشی کے طفیل محبت کی دنیا آباد رہے گی، جادۂ حق کے مسافر تمہارے کارناموں سے تاابد اکتسابِ فیض کرتے رہیں گے[1]

(۹) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ (جانِ عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ (سعادت مند) جو آپ کے ساتھی ہیں، کفار

[1] ضیاء القرآن ج ۴ ص ۵۵۰

بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا○ (الفتح:۲۹)

کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں' آپس میں بڑے رحم دل ہیں' تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے کبھی سجدہ کرتے ہوئے' طلب گار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے' ان (کے ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے' یہ ان کے اوصاف تورات میں (مذکور) ہیں' نیز ان کی صفات انجیل میں بھی (مرقوم) ہیں' (یہ صحابہ) ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا' پھر تقویت دی اس کو' پھر وہ مضبوط ہوگیا' پھر سیدھا کھڑا ہوگیا اپنے تنے پر' (اس کا جوبن) خوش کر رہا ہے بونے والوں کو تاکہ (آتشِ) غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار' اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا○

اس پوری آیت کا ایک ایک جز وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وفضیلت' اخروی مغفرت اور اجرِ عظیم کو واضح کر رہا ہے' اس کے بعد بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان میں شک کرنے والا مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے تو اسے کیوں کر دعوائے مسلمانی میں سچا سمجھا جا سکتا ہے؟[1]

(۱۰) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً

اور (اس میں) ان کا بھی حق ہے جو دارِ ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں (ثابت قدم) ہیں مہاجرین (کی آمد) سے پہلے' محبت کرتے

---

[1] تفسیر احسن البیان' حافظ صلاح الدین یوسف' دار السلام لاہور طبع ۴' ۱۹۹۸ء/ ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

مِمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO (الحشر:۹)

ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ترجیح دیتے ہیں (انہیں) اپنے آپ پر' اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو' اور جس کو بچالیا گیا اپنے نفس کی حرص سے تو وہی لوگ بامراد ہیںO

شانِ صحابہ (احادیثِ نبویہ کی روشنی میں)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بہت سے ارشاداتِ عالیہ میں اپنے صحابہ کے فضائل بیان فرمائے' ان میں سے چند ایک پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) عن عبد الله بن مغفّل رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الله الله فی اصحابی' لا تتخذوهم غرضا بعدی' فمن احبهم فبحبی احبهم' ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم' ومن اذاهم فقد اذانی' ومن اذانی فقد اذی الله' ومن اذی الله فیوشك ان یاخذه [۱]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے بعد انہیں تنقید کا نشانہ نہ بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی عنقریب اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے

[۱] جامع الترمذی: ۳۸۶۲' ابواب المناقب عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب فی من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ)' دار السلام للنشر والتوزیع' ریاض' طبع ا' ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

گا۔

(۲) عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال النبی ﷺ لا تسبوا اصحابی' فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا' ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه۔[1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو' اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو وہ ان کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(۳) عن عائشة رضی الله عنها قالت سأل رجل النبی ﷺ ای الناس خیر؟ قال القرن الذی انا فیه ثم الثانی ثم الثالث۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کون سے لوگ بہتر ہیں؟ آپ نے فرمایا: سب سے بہتر لوگ اس زمانے کے ہیں جس میں' میں موجود ہوں' اس کے بعد دوسرے زمانے کے لوگ اور اس کے بعد تیسرے زمانے کے لو۔

(۴) عن جابر بن سمرة رضی الله عنه قال خطبنا عمر بن الخطاب بالجابیة فقال ان رسول الله ﷺ قام فینا مثل مقامیفیکم فقال احفظونی فی اصحابی' ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں ہمیں خطبہ دیا' پھر فرمایا: ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ یوں کھڑے ہوئے جس طرح میں تمہارے درمیان کھڑا ہوں' اور فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں میری

---

[1] صحیح البخاری: ۳۶۷۳' کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ' باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذاً خلیلا' امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)' دارالسلام للنشر والتوزیع' ریاض' طبع ۲' ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

[2] صحیح مسلم: ۶۴۷۸' کتاب فضائل الصحابه' باب فضائل الصحابه' ثم الذین یلونهم' ثم الذین یلونهم' امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (م ۲۶۱ھ)' دارالسلام للنشر والتوزیع' ریاض' طبع ۲' ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء۔

Marfat.com

حفاظت کرو (ان کا احترام کرو)، پھر ان لوگوں کی جو ان کے بعد آنے والے ہیں، پھر ان لوگوں کی جو ان کے بعد آنے والے ہیں[1]

(۵) روى عويمر بن ساعدة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰه عزوجل اختارنی واختار لی اصحابی فجعل لی منهم وزراء واختانا واصهارا فمن سبهم فعليه لعنة اللّٰه والملئكة والناس اجمعين ولا يقبل اللّٰه منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا.[2]

حضرت عویمر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب مخلوقات سے اللہ نے مجھے چنا اور پھر میرے لیے اصحاب کا انتخاب فرمایا، ان میں سے میرے لیے وزیر، داماد اور سسر بنائے، پس جس نے ان کو بُرا بھلا کہا پس اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس سے کوئی معاوضہ اور کوئی بدلہ قبول نہ کرے گا۔

عشرہ مبشرہ

وہ خوش نصیب دس صحابہ جنہیں نبی اکرم ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری دے دی، انہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں درج ذیل حدیث مبارکہ ہے:

عن عبد الرحمٰن بن عوف قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ابو بكر فی الجنة، وعمر فی الجنة، وعثمان فی الجنة، وعلی فی الجنة، وطلحة فی الجنة، والزبير

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر جنت میں، عمر جنت میں، عثمان جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر جنت میں، عبد الرحمٰن بن عوف جنت میں، سعد بن ابی وقاص

---

[1] سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۳، ابواب الشهادات، باب كراهية لمن لم يستشهد، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی (م ۲۷۳ھ)، دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض، طبع ۱، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

[2] الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۶ ص ۲۹۸۔۲۹۷، ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی (م ۶۷۱ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

Marfat.com

فی الجنة ‘وعبدالرحمن بن عوف فی الجنة ‘ وسعد بن ابی وقاص فی الجنة ‘ وسعید بن زید فی الجنة ‘ وابو عبیدة ابن الجراح فی الجنة[1]

جنت میں‘ سعید بن زید جنت میں‘ اور ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہم جنت میں (جائیں گے)۔

الثّلاثُون المبشّرون بالجنّة

ڈاکٹر مصطفیٰ مراد نے بڑی تحقیق و جستجو سے ایسے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں نبی اکرم‘ نورِ مجسم‘ فخرِ آدم و بنی آدم ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری سے شاد کام فرما دیا تھا‘ کے احوالِ مبارک یکجا کر کے ”الثلاثون المبشرون بالجنة“ کے خوب صورت نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے‘ جس کا اُردو ترجمہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے‘ کتاب کیا ہے گویا رنگ برنگے پھولوں سے مہکتا ہوا سدابہار گلستان ہے جس کی بھینی بھینی خوشبو مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے اس ناچیز بندے کو اس خوبصورت کتاب کے ترجمہ کی توفیق ارزانی فرمائی ہے‘ جس پر یہ شکر کے جتنے بھی سجدے کرے کم ہیں‘ میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں‘ اس کا فیصلہ تو قارئین کرام ہی کریں گے۔

اظہارِ تشکر

عربی سے اُردو ترجمہ کے حوالے سے یہ راقم کی پہلی کاوش ہے‘ ترجمہ کے دوران بہت سے مشکل مقامات بھی آئے جن کے حل کرنے میں کئی اہلِ علم سے راہنمائی لی‘ ان میں سب سے بڑھ کر علامہ ظفر اقبال کلیار مدظلہ العالی (فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ‘ بھیرہ شریف‘ مترجم کتب کثیرہ) اور علامہ غلام نصیر الدین چشتی مدظلہ العالی (مدرس جامعہ نعیمیہ‘ گڑھی شاہو‘ لاہور) نے تعاون فرمایا‘ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر واجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

رحیم و کریم پروردگار کے حضور دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مصنف‘ مترجم‘ ناشر (سیّد محسن اعجاز شاہ مدظلہ العالی) اور اس کے جملہ قارئین کے لیے فلاحِ دارین کا ذریعہ بنائے۔

---

[1] جامع ترمذی: ۳۷۴۷‘ ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ ‘باب مناقب عبدالرحمن بن عوف الزهری رضی الله عنه

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے رب کا عاجز بندہ
محمد اکرم ساجد
فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
لیکچرر شعبہ عربی، گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور
۲۶ شعبان ۱۴۳۲ھ/ ۲۹ جولائی ۲۰۱۱ء
موبائل: 0321-4134017

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ مصنف

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اپنی نعمتوں کے ساتھ محمود' اپنی قدرت کے ساتھ معبود اور اپنی بادشاہی کے ساتھ سردار ہے' جس کے عذاب اور غلبے سے ڈرا جاتا ہے' جو اپنے آسمان اور زمین میں اپنے حکم کو نافذ کرنے والا ہے' جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے تخلیق کیا' انہیں اپنے احکام کے ساتھ ممتاز کیا' اپنے دین کے ساتھ انہیں عزت بخشی اور اپنے نبی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ان کی تکریم فرمائی۔

وہ پاک ہے' کون ہے جو سخاوت اور کرم میں اس سے بڑھ کر ہو' وہی سب سے بڑا سخی اور سب سے بڑا کرم فرمانے والا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' جو کچھ تھا' اسی کے ساتھ تھا' اسی کے ساتھ ہوگا' جو تھا اور اسی کے ساتھ تھا جو ہوگا۔ اس پر نقصان طاری نہیں ہوتا' مکان اس کا احاطہ نہیں کرتا' زمانہ اس کو گھیرتا نہیں' جو کچھ تھا' جو ہونے والا ہے' جو ہوگا اور جو نہیں ہوا وہ اگر ہوتا تو کیسے ہوتا' ان سب کو وہ جانتا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں' اے اللہ! تو ان پر اور ان کی آل پر درود و سلام بھیج!

امابعد! ربِ کعبہ کی قسم! جنت ایک چمکتا ہوا نور' جھومتا ہوا پھول' مضبوط محل' ریشمی کپڑا اور عالی شان جنت ہے' اس کے خوشے جھکے ہوئے اور وہاں کی زوجہ حسین و جمیل ہے' وہاں بہت سے بڑے بڑے کمرے ہیں کہ جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا ہے اور موٹی آنکھوں والی حوریں جیسے چھپایا ہوا موتی:

اذا برزت حوراء حف بها البهاء　　واشرقت الفردوس والقوم فی شغل

''جب حور ظاہر ہوتی ہے تو اسے حسن نے گھیرا ہوتا ہے اور فردوس چمک اٹھتی ہے جبکہ (جنتی) لوگ اپنے اپنے شغل میں لگے ہوتے ہیں''۔

یعانقن ازواجا لکل مطهر علی فرش الدیباج والعیش قد کمل

''وہ ریشمی بستروں پر اپنے پاکیزہ خاوندوں کے ساتھ معانقہ کر رہی ہوتی ہیں اور عیش اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے''۔

وطاف بها الولدان من کل جانب ونودی ولی الله یجزی بما فعل

''ان کے اردگرد ہر جانب سے چھوٹے بچے گردش کر رہے ہوتے ہیں اور آواز دی جاتی ہے کہ اللہ کے دوست کو اس کے اعمالِ حسنہ کا صلہ دیا جا رہا ہے''۔

لوگوں میں اس جنت کے سب سے زیادہ حق دار مخلوق میں سب سے زیادہ تیزی سے اس کی طرف جانے والے اور انسانوں میں سب سے بڑھ کر اس کے حریص وہ ہیں جنہیں اس کی بشارت دی گئی اور وہ زندہ ہیں' رزق دیئے جا رہے ہیں' پس وہ اس کے لیے آستینیں چڑھانے والے ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے' انہوں نے کیسے اعمال کیے؟

وہ اپنے جسم کو مثالی جسم تصور کر کے جنت میں چلے گئے' گویا وہ اس کے پھل کھا رہے ہیں' اس کی نہروں کا پانی پی رہے ہیں' اور وہاں کی کنواریوں سے معانقہ کر رہے ہیں۔

پھر وہ اپنے آپ کو مثالی جسم تصور کر کے دوزخ میں چلے گئے' گویا کہ وہ اس کا زقوم کھا رہے ہیں' اس کا پیپ اور خون والا پانی پی رہے ہیں اور اس کی بیڑیوں اور طوقوں کی سزا پا رہے ہیں۔

لله قوم لدار الخلد اخلصهم وخصهم بجزیل الملك مولانا

''کیا ہی خوب ہیں وہ لوگ جنہیں ہمارے مولا نے ہمیشگی کے گھر (جنت) کے لیے خالص کر لیا ہے اور بہت بڑے ملک کے ساتھ انہیں خاص کر دیا''۔

فلو تراهم غدا فی دار ملکهم قد توجوا من حلی الکون تیجانا

''اگر کل تو انہیں ان کی سلطنت کے گھر میں دیکھے تو وہ تجھے کائنات کے زیور کا تاج پہنے ہوئے دکھائی دیں گے''۔

وقد دعاهم الی الفردوس سیدهم الی الزیارة والتسلیم رکبانا

Marfat.com

"ان کے آقا نے انہیں فردوس کی طرف بلایا ہوگا' وہ سوار ہو کر اس کے حضور دیدار کرنے اور نذرانۂ تسلیم و رضا پیش کرنے کے لیے حاضر ہوں گے"۔

علی نجائب در کی تطیر بھم والخیل من جوھر والسرج مرجانا

"وہ عمدہ تیز رفتار سواریوں پر سوار ہوں گے جو انہیں لے کر پرواز کر رہی ہوں گی' ان کے گھوڑے جواہرات' زینوں اور مرجان سے مزین ہوں گے"۔

حتی اذا جاوزوا دار السلام وقد ابدی لھم وجھه الرحمٰن سبحانا

"جب وہ سلامتی کے گھر (جنت) سے آگے گزر جائیں گے تو پاک رحمٰن ان کے لیے اپنے چہرے کو بے نقاب کر دے گا"۔

خروا سجدا فناداھم بعزۃ انی رضیت بکم قربانا وجیرانا

"وہ اس کے حضور سجدے میں گر پڑیں گے تو عزت کے ساتھ انہیں نداء دے گا کہ میں تمہیں اپنا مصاحب اور ہمسایہ بنانے پر راضی ہوں"۔

انی خلقت لکم دار النعیم فلا ترون بوسا ولا تخشون احزانا

"میں نے تمہارے لیے نعمتوں والا گھر بنایا ہے' تم کوئی تکلیف نہیں دیکھو گے اور نہ تمہیں کسی غم کا اندیشہ ہوگا"۔

ھذا النعیم الذی لا ینقضی ابدا ولا تغیرہ الا زمان الوانا

"یہ نعمتیں کبھی بھی ختم نہیں ہوں گی اور زمانوں کے گزرنے سے ان کے رنگوں میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوگی"۔

وھو الجزاء منی لکم علی عمل اخلصتموہ وکنتم فی اخوانا

"یہ میری طرف سے تمہارے ان اعمال کی جزاء ہے جو تم نے خالصتاً میرے لیے کیے اور میری خاطر تم آپس میں بھائی بھائی تھے"۔

جنت کی خوشخبری پانے والے

وہ اس حال میں صبح کرتے کہ ان کے پیٹ خالی ہوتے' بال بکھرے ہوئے ہوتے اور جسم گرد آلود ہوتے' ایک غم زدہ قافلے کی مانند' وہ اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام

کرتے ہوئے رات گزارتے' وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور پیشانیوں اور قدموں کے بل آرام حاصل کرتے' جب صبح ہو جاتی تو وہ اللہ کا ذکر کرتے' ایسے جھک جاتے جیسے آندھی کے دن درخت جھک جاتا ہے اور ان کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا' یہاں تک کہ ان کے کپڑے بھیگ جاتے' یہی ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔

جنت کی خوشخبری پانے والے

یہ ایسے لوگ ہیں کہ جنہوں نے دلوں کی گہرائیوں میں خطاؤں کے درخت لگائے اور انہیں توبہ کے پانی سے سیراب کیا' پس ان پر ندامت اور غم کے پھل لگے تو وہ بغیر جنون کے پاگل ہو گئے' اور افہامِ مقصد پر عدم قدرت کے بغیر اور گونگے پن کے بغیر ہی کند ذہن بن گئے' حالانکہ یہی تو وہ لوگ ہیں جو فصحاء و بلغاء ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت رکھنے والے ہیں۔

پھر انہوں نے صفاء کا جام نوشِ جاں کیا تو مصیبت کے لمبا ہونے پر صبر کو اختیار کر لیا' پھر ان کے دل ملکوت میں عشق سے دیوانے ہو گئے' ان کے خیالات جبروت کے پردوں کے دستوں کے درمیان گھومنے لگے' انہوں نے ندامت کے سائبان تلے سایہ حاصل کیا' اور خطاؤں کا صحیفہ پڑھا' پس انہوں نے اپنے آپ کو پریشانی کا وارث بنا دیا' یہاں تک کہ وہ تقویٰ کی سیڑھی کے ذریعے زہد کی بلندی تک جا پہنچے' پس انہوں نے ترکِ دنیا کی تلخی کو شیریں پایا۔[1]

انہوں نے کھردرے بستر کو نرم سمجھا یہاں تک کہ نجات کی رسّی اور سلامتی کے حلقے کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئے' ان کی روحیں بلندی میں چلی گئیں' یہاں تک کہ انہوں نے نعمتوں کے باغوں میں ڈیرہ ڈال لیا' وہ زندگی کے سمندر میں گھس گئے' انہوں نے گھبراہٹ کی خندقوں کو بھرا اور خواہشِ نفسانی کے پلوں کو عبور کیا' یہاں تک کہ وہ علم کے میدان میں جا اُترے۔

انہوں نے حکمت کے تالاب سے پیا' عقل و سمجھ کی کشتی پر سوار ہوئے اور سلامتی کے سمندر میں نجات کی ہواؤں کے ساتھ چلے' یہاں تک کہ وہ راحت کے باغوں اور عزت و کرم

1. البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷

Marfat.com

کی کان میں پہنچ گئے۔[1]

گویا اللہ تعالیٰ فرمار ہا ہے:

میرے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں میں ان سے محبت کرتا ہوں، وہ میرے مشتاق ہیں میں ان کا مشتاق ہوں، وہ مجھے یاد کرتے ہیں میں انہیں یاد کرتا ہوں اور وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں ان کی طرف دیکھتا ہوں۔

وہ دن کے وقت سایوں کا ایسے خیال رکھتے ہیں جیسے مہربان چرواہا اپنی بکریوں کا خیال رکھتا ہے، وہ غروبِ آفتاب کے اس طرح مشتاق ہوتے ہیں جس طرح پرندہ غروبِ آفتاب کے وقت اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہے، پس جب ان پر رات چھا جاتی ہے، اندھیرے آپس میں مل جاتے ہیں، بستر بچھا دیئے جاتے ہیں، تخت رکھ دیئے جاتے ہیں اور ہر دوست اپنے دوست کے ساتھ تنہائی میں چلا جاتا ہے، تو وہ میرے حضور اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اپنے چہرے میری بارگاہ میں بچھا دیتے ہیں، میرے ساتھ کلام میں مناجات کرتے ہیں، میرے انعام کے لیے میرے حضور گڑگڑاتے ہیں، کبھی وہ چیختے ہیں کبھی روتے ہیں، کبھی آہ و زاری کرتے ہیں کبھی فریاد کرتے ہیں، کبھی قیام میں ہوتے ہیں کبھی قعود میں، کبھی رکوع میں ہوتے ہیں کبھی سجود میں، مجھے میری نظرِ رحمت کی قسم! وہ میری خاطر گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھاتے، اور مجھے میری سماعت کی قسم! وہ میری محبت کی وجہ سے (تکالیف کا) شکوہ نہیں کرتے۔

سب سے پہلے میں انہیں تین چیزیں عطا فرماتا ہوں:

پہلی: میں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دیتا ہوں، پس وہ میرے بارے میں خبر دیتے ہیں جس طرح میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔

دوسری: اگر آسمانوں اور زمین کو ان کے میزان میں رکھ دیا جائے تو میں انہیں ان کے لیے کم خیال کرتا ہوں۔

تیسری: میں ان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، تو تیرا کیا خیال ہے کہ جس کی طرف میں متوجہ ہو جاؤں کوئی جانتا ہے کہ میں اسے کیا عطا فرمانا چاہتا ہوں۔[2]

---

1. مکاشفۃ القلوب، باب بیان الامانۃ والتوبۃ
2. مکاشفۃ القلوب، باب فضل الطاعۃ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۲

فتشبهوا ان لم تکونوا مثلهم ان التشبه بالرجال فلاح

''اگر تم ان جیسے نہیں بن سکتے تو کم از کم ان کی مشابہت ہی اختیار کر لو بلاشبہ مردانِ کامل کی مشابہت میں بھی دونوں جہاں کی کامیابی ہے''۔

اے راہِ خدا میں میرے دوست! اب تیرے سامنے وہ مختصر کتاب ہے جو میری معلومات کے مطابق تیرے سامنے پہلی مرتبہ ان تیں ہستیوں کا تذکرہ کرے گی، جنہیں احادیث صحیحہ میں جنت کی خوش خبری دی گئی اور ساتھ ہی ان چیزوں کا بھی تذکرہ کرے گی جو اس بشارت اور ان اعمال پر دلالت کرتی ہیں، جنہوں نے انہیں اس بڑے اعزاز کا اہل بنایا۔

مصطفیٰ مراد

Marfat.com

(۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

.... مجھے امید ہے کہ اے ابو بکر! تم بھی انہیں میں سے ہو گے۔[1]

.... آپ داخل ہو جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو جنت کی خوش خبری دے رہے ہیں۔[2]

☆ یہ وہ ہیں جن کا نام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے بعد لکھا جاتا ہے۔

☆ جو سیّد الناس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔

☆ جو رات کی گھڑیاں عبادت میں بسر کرتے ہیں کبھی سجدہ میں، کبھی قیام میں۔

☆ جو قیامت کے دن امن و سلامتی کے ساتھ آئیں گے۔

☆ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل (راہِ خدا) میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔

☆ جنہوں نے (راہِ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتے ہیں اور اچھی بات (ملتِ اسلام) کی تصدیق کی۔

☆ جن کے بارے میں قرآن نے یوں کہا:

اَلْاَتْقَى ○ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○ (الیل:۱۷۔۲۱)	وہ نہایت پرہیزگار ○ جو اپنا مال اپنے (دل) کو پاک کرنے کے لیے دیتا ہے ○ اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو ○ بجز اس کے کہ وہ اپنے برتر پروردگار کی خوش خبری کا طلب گار ہے ○ اور وہ ضرور (اس سے) خوش ہو گا ○

---

[1] صحیح البخاری: ۳۶۶۲ 'کتاب فضائل الصحابہ' باب لو کنت متخذًا خلیلًا

[2] صحیح البخاری: ۳۶۷۴ 'کتاب فضائل الصحابہ' باب لو کنت متخذًا خلیلًا۔ بعض احادیث جو ہر صحابی کے بارے میں پہلے پہلے صفحہ پر درج ہیں میں نے ان کی تخریج نہیں کی کیونکہ ان کی تخریج (ان صحابہ کرام کے) حالاتِ زندگی کے بیان میں کر دی گئی ہے۔

☆ جنہوں نے راہِ راست کی پیروی کی اور بارگاہِ جلیل کی طرف رجوع کیا۔

☆ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوست ہیں۔

☆ جنہوں نے اللہ و رسول جل مجدہٗ و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا۔

☆ جو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب ہیں۔

☆ جو اپنے رب سے راضی ہیں۔

☆ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

☆ جو سچی بات کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

☆ جو اس امت پر سب سے بڑھ کر مہربان ہیں۔

☆ جو انبیاء و مرسلین کے بعد سب سے افضل ہیں۔

☆ جنہوں نے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

☆ جو مردوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلے دوست ہیں۔

☆ جو انبیاء و مرسلین کے بعد سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔

☆ جو اُمتِ مسلمہ میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔

☆ جو مہاجرین و انصار کے شیخ ہیں۔

☆ جو مدرسہ محمدیہ کے پہلے طالب علم ہیں۔

☆ جو صدیق ہیں۔

☆ جو (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے) رفیق ہیں۔

☆ جو (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے) غلام ہیں۔

☆ جو شفقت فرمانے والے ہیں۔

☆ جو اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق رکھنے والے ہیں۔

☆ جو (دوزخ) سے آزاد ہیں۔

یہ ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ!

حضرت صدیق نے نئی دعوت (اسلام) کی خبریں دعوت کے علم بردار (محمد مصطفےٰ) علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنیں تو اس کے لیے اپنی سماعت' دل اور آنکھ کو کھول دیا۔ آپ نے اسلام

Marfat.com

قبول کرلیا' بتوں کا انکار کر دیا' دشمنوں سے علیحدگی اختیار کر لی' اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا اور تصدیق کرنے والے مؤمن کی حیثیت سے واپس لوٹے۔

(قبولِ اسلام کے بعد) آپ عثمان' طلحہ' زبیر اور سعد (رضی اللہ عنہم) کے پاس گئے تو انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

اگلے دن آپ عثمان بن مظعون' ابوعبیدہ بن الجراح' عبدالرحمٰن بن عوف' ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ارقم کے پاس گئے تو انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق کے قبولِ اسلام کی خبر کفارِ قریش تک پہنچی تو وہ غصے سے بھر گئے اور مارے غضب کے پھٹ پڑے اور انہوں نے قسم اُٹھالی کہ وہ ابوبکر کو سخت اذیت پہنچائیں گے اور زجر و توبیخ اور مذاق اُڑانے کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں گے' حالانکہ آپ تو قابلِ اتباع سردار اور صاحبِ اخلاق تھے۔

(کفارِ قریش کی طرف سے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ایذاء رسانی شدت اختیار کر گئی' لہٰذا آپ مجبور ہو گئے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں' (ہجرت کے دوران) جب آپ برک الغماد[2] کے مقام پر پہنچے تو ابن دغنہ کی آپ سے ملاقات ہوئی' جو کہ قبیلہ قارہ کا سردار تھا' اس نے آپ سے پوچھا: ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟

حضرت ابوبکر نے فرمایا: تیری قوم نے مجھے نکال دیا ہے' اب میں چاہتا ہوں کہ زمین میں چلوں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ بولا: اے ابوبکر! آپ جیسی ہستی نہ جاسکتی ہے' نہ اسے نکالا جا سکتا ہے' آپ تو محروموں کو مال دیتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں' کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں' پس آپ اپنے وطن کو لوٹ جائیں اور اپنے رب کی عبادت کریں۔

ابن الدغنہ نے وہاں سے کوچ کیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوٹ آیا۔ وہ کفارِ قریش میں گھوما پھرا اور کہا: ابوبکر جیسا آدمی نہ یہاں سے جا سکتا ہے اور نہ اسے نکالا جا

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۰

[2] برک الغماد یمن میں ایک مقام کا نام ہے یا مکہ مکرمہ سے پانچ راتوں کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔

سکتا ہے، کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو محروموں کو مال دیتا ہے، کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتا ہے۔

قریش نے ابن دغنہ کی امان کو نافذ کر دیا اور حضرت ابوبکر کو امان دے دی اور ابن دغنہ سے کہا: ابوبکر سے کہیں کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کیا کریں، جتنی چاہیں نماز پڑھیں، جتنی چاہیں تلاوت کریں اور ہمیں نہ ستائیں، اور اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ نماز و تلاوت میں مصروف نہ ہوں، انہوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور اسی میں نماز پڑھا کرتے، مشرکین کی عورتیں اور ان کے بیٹے ان کے پاس کھڑے ہو جاتے اور ان پر تعجب کرتے اور ان کی طرف دیکھتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے رونے والے شخص تھے، تلاوتِ قرآن کے وقت اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکتے تھے۔ اس بات نے کفارِ قریش کو پریشان کر دیا، انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا تو وہ ان کے پاس آ گیا۔

کفارِ قریش نے اس سے کہا: ہم نے تیری خاطر ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اللہ کی عبادت کیا کرے لیکن اس نے اس بات سے تجاوز کیا، اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور اعلانیہ نماز پڑھنے لگا اور ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بیٹے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں، اگر ابوبکر اس بات پر اکتفاء کرتا ہے کہ اپنے گھر میں ہی اللہ کی عبادت کرے تو ٹھیک ہے اور اگر اعلانیہ کرنی ہے تو اس سے کہہ کہ تجھے تیری امان واپس کر دے، ہمیں یہ بات ناپسند ہے کہ تیرے ساتھ عہد شکنی کریں اور ہم اعلانیہ ابوبکر کے معاہدے کو برقرار رکھنے والے نہیں۔

ابن دغنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اے ابوبکر! تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا معاہدہ کیا تھا، اگر تم اپنے معاہدے پر اکتفاء کرتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے میری امان واپس کر دو، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اہل عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص سے معاہدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے تیری امان واپس کرتا ہوں اور

اپنے رب کی امان پر راضی ہوں[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بخدا! ابوبکر کی ایک رات عمر کے سارے خاندان سے بہتر ہے اور ان کا ایک دن عمر کے سارے خاندان سے بہتر ہے۔

آیئے! ہم فاروقِ اعظم کے اس قول کی وضاحت کرتے ہیں:

رات سے مراد ہجرت کی رات ہے' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف جانے کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا کہ آپ ابھی ٹھہریں' مجھے امید ہے کہ مجھے (اللہ کی طرف سے آپ کے لیے) اجازت مل جائے گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرا باپ آپ پر قربان ہو! کیا آپ کو اس بات کی امید ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہاں! پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر روکے رکھا تا کہ (سفر ہجرت میں) انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنگت نصیب ہو اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں' انہیں چار ماہ تک ببول کے درخت کے پتے کھلاتے رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم دوپہر کے وقت شدید گرمی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کہنے والے نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے آپ کو چادر سے ڈھانپے ہوئے اس گھڑی تشریف لائے ہیں جس میں پہلے کبھی تشریف نہیں لائے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر قربان ہوں! بخدا! اس وقت آپ کسی اہم معاملے کی وجہ سے ہی تشریف لائے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور اذن طلب کیا' آپ کو اجازت پیش کی گئی تو آپ اندر داخل ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو لوگ آپ کے پاس ہیں' انہیں باہر نکال دیں۔

---

[1] صحیح البخاری: ۳۹۰۵' کتاب مناقب الانصار' باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان ہو! یہ آپ کے گھر والے ہی تو ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جانے کی اجازت مل گئی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان ہو! کیا مجھے بھی آپ کی سنگت سے نوازا جائے گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں!

حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان دوسواریوں میں سے ایک قبول فرمائیے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیمتاً لوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے لیے جلدی سے سامان تیار کیا اور چمڑے کے ایک تھیلے میں کھانے کا سامان رکھا۔ اسماء بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہا) نے اپنے کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس سے تھیلے کا منہ باندھا۔ اسی وجہ سے انہیں ذات النطاق (کمر بند والی) کہا جاتا ہے۔

مزید فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جبلِ ثور میں ایک غار میں تشریف لے گئے اور تین راتیں وہیں ٹھہرے۔ عبداللہ بن ابی بکر جو کہ سوجھ بوجھ والے سمجھ دار نوجوان تھے، بھی ان کے ساتھ رہے تھے، سحری کے وقت ان کے پاس سے واپس لوٹ آتے اور صبح قریش کے پاس پہنچ جاتے جیسے رات انہیں کے پاس گزاری ہو، پھر جو کچھ یہاں سنتے اور جس کے ذریعے ان دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے خلاف کارروائی کے لیے کوئی تدبیر کی جاتی اسے محفوظ رکھتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو تمام اطلاعات ان دونوں کے پاس لے آتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ دونوں کے لیے دودھ دینے والی بکریاں چراتے اور جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو انہیں غار میں لے آتے۔[1]

(اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے راستے میں جو کچھ پیش آیا تھا، اس کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری: ۳۹۰۵، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

ہم مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے اور رات دن سفر جاری رکھا' یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا' میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی کہ کہیں کوئی سایہ نظر آ جائے' جس میں ہم آرام کر سکیں۔ اچانک ایک چٹان نظر آئی' میں اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کا سایہ ہے' میں نے اس جگہ کو درست کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہاں بستر بچھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ آرام فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹ گئے' پھر میں اِدھر اُدھر چل کر دیکھنے لگا کہ کوئی ہمیں تلاش کرنے والا تو نہیں' اچانک مجھے ایک چرواہا نظر آیا جو اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا اسی چٹان کی طرف لا رہا تھا' وہ بھی ہماری طرح سائے کا متلاشی تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اے لڑکے! تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا: قریش کے ایک آدمی کا اور اس کا نام لیا تو میں نے اسے پہچان لیا۔

میں نے کہا: تیری بکریوں میں دودھ ہے؟

اس نے کہا: ہاں!

میں نے کہا: کیا تو ہمیں دودھ دوہ دے گا؟

اس نے کہا: ہاں!

میرے کہنے پر اس نے اپنے ریوڑ میں سے ایک بکری کو باندھا' میں نے کہا کہ بکری کے تھنوں کے گرد وغبار کو جھاڑ لے اور اپنی ہتھیلیوں کے گرد وغبار کو بھی جھاڑ لے۔ اس نے اپنی ایک ہتھیلی دوسری پر ماری اور میرے لیے تھوڑا سا دودھ دوہ دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے (پہلے سے ہی) ایک برتن لے لیا تھا (جس میں ٹھنڈا پانی تھا) اور اس کے منہ کو کپڑے سے باندھ دیا تھا۔ میں نے دودھ پر پانی ڈالا تو وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ میں وہ دودھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! دودھ نوش فرمایئے! آپ نے پیا' حتیٰ کہ میں خوش ہو گیا۔

پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب کوچ کا وقت ہے۔ فرمایا: ٹھیک ہے! چنانچہ ہم روانہ ہو گئے اور قوم ہماری تلاش میں تھی لیکن سراقہ بن مالک بن جعشم کے علاوہ ہمیں کسی نے نہ پایا' وہ گھوڑے پر سوار تھا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا پیچھا کرنے والا تو ہم تک آ پہنچا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. غمگین نہ ہو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے[1] (التوبہ:۴۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہادرانہ کارنامے جاری رہے۔ جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (سفر ہجرت پر) نکلے تو کبھی آپ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے چلتے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خیال آیا تو فرمایا: اے ابوبکر! کیا وجہ ہے کبھی تم میرے آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے؟

عرض کیا: یارسول اللہ! جب مجھے تلاش کرنے والوں (مشرکوں) کا خیال آتا ہے تو آپ کے پیچھے چلتا ہوں اور جب گھات لگانے والوں کا خیال آتا ہے تو آپ کے آگے چلتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر کچھ ہو جائے تو کیا تو پسند کرے گا کہ تجھے تکلیف پہنچے، مجھے نہ پہنچے؟

عرض کیا: ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! جب ہم غار تک پہنچ گئے تو میں نے عرض کیا: آپ ذرا ٹھہریئے! میں غار کو صاف کرلوں، ابوبکر اندر داخل ہوئے اور غار کی صفائی کی، پھر عرض کیا: یارسول اللہ! اب تشریف لائیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیّد الاخیار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار کے اندر داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان کا خوف شدت اختیار کر گیا۔ جب انہوں نے مشرکین کے قدموں کو دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو وہ ہمیں بھی دیکھ لے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے؟[2]

اس رات یہ بہادرانہ جہاد، جہاد بالنفس سے کم نہیں تھا، صدیق اکبر نے اپنا سارا مال لیا

---

۱ صحیح البخاری: ۳۶۵۲، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب المهاجرين

۲ صحیح البخاری: ۳۶۵۳، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب المهاجرين

Marfat.com

اور اسے رسول اللہ ﷺ پر خرچ کر دیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ سفر ہجرت پر نکلے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ گئے تو صدیق اکبر نے اپنا سارا مال پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم ساتھ لیا اور آپ (ﷺ) کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں: میرے دادا ابوقحافہ میرے پاس آئے جب کہ اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے۔

انہوں نے کہا: بخدا! میرا خیال ہے کہ ابوبکر نے اپنا مال اپنے ساتھ لے جا کر تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔

فرماتی ہیں: میں نے کہا: ہرگز نہیں! دادا جان! وہ ہمارے لیے بہت سا مال چھوڑ گئے ہیں۔

حضرت اسماء مزید کہتی ہیں: میں نے کچھ پتھر لے کر گھر میں دیوار کے ایک سوراخ کے اندر رکھ دیئے جہاں میرے والد اپنا مال رکھا کرتے تھے' پھر میں نے ان پتھروں پر ان کا کپڑا ڈال دیا' پھر میں نے دادا جان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: دادا جان! اپنا ہاتھ اس مال پہ رکھئے! انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور کہا: کوئی حرج نہیں' اگر ابوبکر تمہارے لیے یہ مال چھوڑ گیا ہے تو اس نے بہت اچھا کیا ہے' اس مال میں تمہارے لیے کفایت ہے۔

حضرت اسماء کہتی ہیں: بخدا! ابوبکر کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے تھے' لیکن یہ تدبیر میں نے اس لیے کی تا کہ بوڑھے (دادا جان) کو پُرسکون کر دوں[1]

کیا شان ہے اے ابوبکر آپ کی!

یہ ہے وہ رات' اور یہ کتنی عظیم رات ہے۔

باقی رہا دن (جس کی طرف فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا) تو وہ یومِ اسراء[2] ہے۔

جب مشرکین قریش میں سے کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے

---

[1] البدایہ والنہایہ' ج ۳ ص ۱۷۹' تاریخ الخلفاء للسیوطی' ص ۳۹' حیاۃ الصحابہ للکاندھلوی' ج ۲ ص ۱۶۴

[2] جس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج سے واپس تشریف لائے' اس سے اگلا دن۔

Marfat.com

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیت المقدس تک رات کے سفر کا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچے ہیں۔ انہوں نے کہا: کیا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں شام گئے' پھر واپس مکہ آ گئے؟

فرمایا: میں اس سے بھی زیادہ دوری والے سفر میں ان کی تصدیق کرتا ہوں' میں اس بات میں ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ ان کے پاس صبح شام آسمان کی خبریں آتی ہیں' اس پر آپ کو صدیق کا لقب دیا گیا[1]

دن گزرتے رہے اور یکے بعد دیگرے مختلف واقعات پیش آتے رہے' ابوبکر دن بدن زیادہ کامل ہوتے گئے اور اللہ کی راہ میں ان کی آزمائش بھی بڑھتی گئی اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی نیکی نشوونما پاتی گئی اور وسعت اختیار کرتی گئی' یہاں تک کہ مسلمانوں نے آپ کو صدیق کہنا شروع کر دیا۔

میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو درج ذیل القاب سے یاد کرتا ہوں:

رفیق' رقیق' شفیق' رحیق' سبّاق' عتیق' وثیق' عمیق' صدیق' دقیق' خلیق' شجاع۔

ان میں سے ہر لقب کے ساتھ ایک قصہ وابستہ ہے:

صدیق: اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

رفیق: چونکہ آپ دنیا و آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رفیق ہیں۔

رقیق (نرم دل): کیونکہ آپ جلد آنسو بہانے والے اور کثرت سے رونے والے تھے۔

شفیق: کیونکہ آپ نے بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کروایا۔ ان میں سے سات کے نام محفوظ ہیں: بلال' عامر بن فہیرہ' زنیرہ' ہندیہ اور اس کی بیٹی' یہ دونوں بنوعبدالدار کی ایک خاتون کی لونڈیاں تھیں' بنومؤمّل کی لونڈی اور اُم عبیس' رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان غلاموں اور لونڈیوں کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں سخت سزا دی جاتی تھی' سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے نجات دلوائی۔

رحیق (خالص مُشک): کیونکہ جب آپ مشرکین کی قوم کے پاس سے گزرتے تو انہیں دعوت الی اللہ دیتے اور پہلے اس بات کا تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ نے اپنے قبول اسلام کے

---

[1] فتح الباری' ج ۷' ص ۱۹۹

پہلے روز ہی پانچ آدمیوں کو دعوت الی اللہ دی۔[۱]

سباق (سبقت لے جانے والا): اس لیے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام میں نیکیوں کی طرف سبقت لے جانے والے تھے، ہم مال خرچ کرنے اور نیکیوں میں سبقت لے جانے میں کافی دیر تک اس روشن تصویر کا نظارہ کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اتفاقاً اس وقت میرے پاس مال تھا، میں نے کہا کہ اگر میں کسی دن ابوبکر سے سبقت لے جا سکتا ہوں تو وہ آج کا دن ہی ہے، میں اپنا آدھا مال لے کر (بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں) حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی۔

سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا: ان کے لیے میں اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔[۲]

میں نے کہا: میں کسی معاملے میں بھی ان سے ہرگز نہیں بڑھ سکتا۔[۳]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ صدیق اکبر ساری اُمت سے افضل ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (الیل: ۱۷-۲۱)	اور دور رکھا جائے گا اس سے وہ نہایت پرہیزگار ۝ جو دیتا ہے اپنا مال اپنے (دل) کو پاک کرنے کے لیے ۝ اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو ۝

۱ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۴۰، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج ۲ ص ۲۴۳

۲ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یوں نظم کیا ہے:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!	صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

(کلیاتِ اقبال اُردو، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۷۰) مترجم عفی عنہ

۳ جامع الترمذی: ۳۶۷۵، ابواب المناقب، باب رجاءہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یکون ابوبکر ممن یدعی من جمیع ابواب الجنة. امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

Marfat.com

بجز اس کے کہ وہ اپنے برتر پروردگار کی
خوشنودی کا طلب گار ہےO اور وہ ضرور
(اس سے) خوش ہوگاO

تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نیکی کی طرف سبقت لے جانے والے اور بھلائیوں کی طرف جلدی کرنے والے تھے۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس میں پوچھا: آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ سب خاموش رہے‘ صدیق اکبر نے عرض کیا: میں!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا سوال کیا: آج تم میں سے کس نے جنازے میں شرکت کی؟ سب خاموش رہے‘ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: میں نے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسرا سوال کیا: آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی جواب نہ دیا‘ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: میں نے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھا سوال کیا: آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی؟ سب خاموش رہے‘ سبقت لے جانے والے ابوبکر نے جواب دیا: میں نے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں یہ (خصائلِ حمیدہ) جمع ہو جائیں وہ جنت میں ہوگا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

عتیق: ان کے چہرے کے حسن و جمال کی وجہ سے انہیں عتیق کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیونکہ ان کے نسب میں کوئی عیب ناک چیز نہیں تھی۔ یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابوبکر‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: آپ آگ سے آزاد ہیں[1]

شعبی کا بیان ہے کہ علی بن عبداللہ بن عباس نے اپنے والد سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر کو عتیق کیوں کہا گیا؟

انہوں نے فرمایا: بات وہ نہیں جو لوگ کہتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوبکر کے والد

---

1. جامع الترمذی: ۳۶۷۹‘ ابواب المناقب باب تسمیتہ عتیقا. امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

Marfat.com

کے ہاں لڑکے پیدا ہوتے تھے لیکن بچپن میں ہی وفات پا جاتے تھے' جب ابوبکر کی ولادت ہوئی تو ان کی والدہ نے انہیں اُٹھایا اور کعبہ شریف میں لے گئیں اور کعبہ شریف کے لیے چالیس دینار نچھاور کیے اور کہا: اے معبودوں کے معبود! میرے بچے کو آزاد کر دے تو کعبہ شریف کے ایک کونے سے بلّی کے سر کی مثل سر نکلا اور حضرت ابوبکر کی والدہ سے کہا:

اے بالتحقیق رحمٰن کی بندی! تو آزاد بچے کے اُٹھانے کے ساتھ کامیاب ہو گئی' اسے مخلوق میں صدیق کے لقب سے پہچانا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے بہتر ہستی (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وزیر ہوں گے۔ یہ دونوں ہستیاں جدا نہ ہوں گی' نہ بچپن میں نہ بڑی عمر میں' نہ زندگی میں نہ وفات کے بعد۔[1]

وثیق (پختگی والا): کیونکہ آپ اللہ عزوجل کے ساتھ مضبوط تعلق رکھنے والے تھے۔

عمیق (گہرائی والا): آپ کا یہ لقب آپ کے ایمان کی گہرائی کی وجہ سے ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کے لیے اس بات کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا: ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا کہ بھیڑیے نے اس پر حملہ کر دیا اور ایک بکری کو پکڑ لیا' چرواہے نے بکری اس سے چھڑا لی۔ بھیڑیے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: اس چیر پھاڑ کے دن ان کا محافظ کون ہوگا جس دن میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا' اور اسی طرح ایک شخص گائے کو چرا رہا تھا' پھر اس پر سوار ہو گیا' گائے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: مجھے اس لیے تو پیدا نہیں کیا گیا بلکہ مجھے تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے (تعجب سے) سبحان اللہ کہا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں ان واقعات (کی صحت) پر یقین رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بھی۔[2]

صدیق: کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھی ہیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔[3]

دقیق (باریک بین): کیونکہ آپ وہ کچھ سمجھ لیتے تھے جو دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا' پس آپ

---

1. فنون العجائب لابی سعید النقاش الحنبلی
2. صحیح البخاری: ۳۶۶۳ 'کتاب فضائل الصحابہ' باب مناقب ابی بکر
3. صحیح البخاری: ۳۶۵۶ 'کتاب فضائل الصحابہ' باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لو کنت متخذًا خلیلا۔

باریک بین سوچ کے مالک تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ چاہے تو دنیا کی زیب وزینت کو اختیار کر لے یا اسے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، پس اس نے اسے پسند کر لیا جو اللہ کے پاس ہے۔

ابوبکر رو پڑے اور کہا: ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! تو جنہیں اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور ابوبکر ہم میں سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاننے والے تھے۔[١]

خلیق (سزاوار): آپ امارت کے سزاوار ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے بڑھ کر خلافت کے حق دار ہیں۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر کبھی آنا! اس نے عرض کیا: اگر میں پھر آپ کے پاس آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اس کی مراد (آپ کی) وفات تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس چلے جانا۔[٢]

شجاع: اس لیے کہ آپ بہادرانہ پالیسیوں کے مالک تھے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آپ لوگوں کی ایک جماعت میں تھے، آپ نے کہا: سب سے بڑا بہادر کون ہے؟

لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ۔

فرمایا: جہاں تک میرا معاملہ ہے، میرا جب بھی کسی سے مقابلہ ہوا تو میں نے اس سے پوری طرح بدلہ لیا لیکن سب سے بڑے بہادر ابوبکر ہیں۔

- جب غزوۂ بدر کا دن تھا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک چھپر بنا دیا اور ہم نے کہا: کون ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے گا تاکہ کوئی مشرک آپ تک نہ پہنچ سکے۔

---

١ صحیح البخاری: ٣٦٥٤، کتاب فضائل الصحابہ، باب سدو الابواب الا باب ابی بکر.

٢ صحیح البخاری: ٣٦٥٩، کتاب فضائل الصحابہ، باب لو کنت متخذا خلیلا.

Marfat.com

بخدا! ہم میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا سوائے ابوبکر کے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرِ انور پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: مکہ میں مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارد گرد جمع ہو گئے' کوئی آپ کو کھینچ رہا تھا' کوئی جھنجھوڑ رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے: تو ہی وہ ہے جس نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا' اللہ کی قسم! جو بھی ہم میں سے آپ کے قریب جاتا ابوبکر کسی کو مارتے' کسی کو پیچھے ہٹاتے اور کسی کو جھنجھوڑتے۔

اور فرمایا: تم پر افسوس کہ تم ایسے آدمی کو قتل (کرنے کی کوشش) کرتے ہو' جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مؤمن آلِ فرعون بہتر تھا یا ابوبکر بہتر ہیں؟

قوم خاموش رہی۔

پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جواب نہیں دو گے؟ بخدا! ابوبکر کی ایک گھڑی مؤمن آلِ فرعون کی نسبت پوری زمین سے بہتر ہے۔

مؤمن آلِ فرعون نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا جبکہ ابوبکر نے اپنے ایمان کا اظہار کیا۔[1]

بدر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب کہ آپ اپنے خیمہ میں تھے' (بارگاہِ الٰہیہ میں) عرض کیا: اے اللہ! میں تیرے عہد اور وعدے کا واسطہ دے کر تیرے حضور فریاد کرتا ہوں' اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا دستِ اقدس پکڑ لیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اب بس کیجئے! آپ نے اپنے رب کے حضور دعا کرنے میں حد کر دی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زرہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اس وقت درج ذیل آیات آپ کے وردِ زباں تھیں:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى

عنقریب پسپا ہو گی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ۝ بلکہ ان کے

[1] الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ للمحب الطبری' ص ۶۴' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۷۲

Marfat.com

وَ اَمَرُّO (القمر: ۴۵-۴۶)[1]　وعدہ کا وقت (روزِ) قیامت ہے اور قیامت بڑی خوف ناک اور تلخ ہےO

اور یومِ حدیبیہ میں ذرا شانِ صدیق ملاحظہ کریں' جس میں آپ کا یقین بڑی بلندی پر پہنچ چکا تھا' ایسا یقین جس میں شک کا گزر نہیں ہوتا' ایسے وقت میں جس میں بڑے بڑے بہادر بھی لڑکھڑا جاتے ہیں۔

یہ ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو فرما رہے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یارسول اللہ! کیا آپ واقعی اللہ کے نبی نہیں ہیں؟

فرمایا: ہاں! (میں واقعی اللہ کا نبی ہوں)

میں نے عرض کیا: کیا ایسا نہیں کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر؟

فرمایا: ہاں! (ہم حق پر ہیں)

میں نے عرض کیا: پھر ہم اپنے دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟

فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا اور وہ میرا مددگار ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا آپ ہم سے فرمایا نہیں کرتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ شریف جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟

فرمایا: کیا میں نے تم سے کہا تھا کہ اسی سال جائیں گے؟

میں نے عرض کیا: نہیں!

فرمایا: تو اس کے پاس آئے گا اور اس کا طواف کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں ابوبکر کے پاس آیا اور کہا: اے ابوبکر! کیا حضور واقعی اللہ کے نبی نہیں؟

انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں!

میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں اور کیا ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں! ہم حق پر ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ہے۔

---

1. صحیح البخاری: ۳۹۵۳' کتاب المغازی' باب اذ تستغیثون ربکم

Marfat.com

میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟

فرمایا: اے آدمی! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے' اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے' حضور کی رکاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں' اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔

میں نے کہا: کیا حضور نے ہم سے فرمایا نہیں تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟

فرمایا: کیا حضور نے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال تم کعبۃ اللہ کا طواف کرو گے؟

میں نے کہا: نہیں!

فرمایا: تم اس کے پاس آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی اس غلطی کی تلافی کے لیے کئی اعمالِ صالحہ کیے[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے دن مسلمان آزمائش میں مبتلا ہو گئے اور سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ حضرت ابوبکر مقام سُخ میں اپنے گھر سے گھوڑے پر سوار ہوئے' مدینہ منورہ آئے' گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے' کسی سے کلام کیے بغیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ کے جسم اطہر کو چادر سے ڈھانپا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور سے چادر ہٹائی' بوسہ دیا اور رو پڑے۔ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا' جو موت اللہ نے آپ کے لیے لکھی تھی اس سے تو آپ گزر گئے۔

پھر آپ باہر نکلے اور حضرت عمر لوگوں سے محوِ گفتگو تھے۔

آپ نے حضرت عمر سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے کلمۂ شہادت پڑھا' لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمر کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: امابعد! جو شخص (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پا گئے' اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے'

---

[1] صحیح البخاری' کتاب المغازی' باب صلح الحدیبیه

Marfat.com

اسے موت نہیں آئے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ○

(العمران: ۱۴۴)

اور نہیں محمد (مصطفیٰ) مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں پھر جاؤ گے تم اُلٹے پاؤں (دینِ اسلام سے) اور جو پھرتا ہے اُلٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا، اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی، اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو○

اللہ کی قسم! ایسے معلوم ہوتا تھا کہ لوگ اس آیت کو جانتے ہی نہ تھے، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر نے اسے تلاوت کیا، پس لوگوں نے ان سے یہ آیت سیکھ لی، اب ہر کوئی اسی آیت کو پڑھ رہا تھا[1]

اے معزز قاری! کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق طاقت و بہادری کے مواقع پر سب لوگوں سے زیادہ طاقتور تھے۔

دوسرے دن منگل کے روز حضرت ابوبکر نے لوگوں کو خطبہ دیا، اللہ کی حمد وثناء کی جس کا وہ حق دار ہے، پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر بُرا کام کروں تو مجھے درست کر دو، سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے، جو تم میں کمزور ہے، وہ میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک کہ میں اسے اس کا حق لوٹا دوں اگر اللہ چاہے، اور جو تم میں طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، یہاں تک کہ میں اس سے حق لے لوں اگر اللہ چاہے، جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے، اللہ اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے، جب تک میں تمہارے درمیان اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت

[1] صحیح البخاری: ۱۲۴۱-۱۲۴۲، کتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت اذا ادرج في اكفانه.

کروں تم میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کروں تو تمہارے لیے میری اطاعت کا کوئی جواز نہیں، اپنی نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے!

اس سنہری خطبہ سے آپ نے ایک ایسی عمارت کی بنیاد ڈالی جس پر آپ کو چلنا تھا[۱]

منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلی مشکل جو پیش آئی، وہ تھی لشکرِ اُسامہ کی روانگی کا معاملہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو روم کی لڑائی میں بھیجا اور لشکر اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے دو دن پہلے تیار کیا گیا۔ جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپ کھڑے ہو گئے اور لشکر کی تیاری کا حکم فرمایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے، مصیبت بڑھ گئی، آزمائش سخت ہو گئی، نفاق ظاہر ہو گیا، مدینہ کے اردگرد کے عرب قبائل مرتد ہو گئے اور بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔

جب یہ مصائب وقوع پذیر ہوئے تو بہت سے لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ لشکر اسامہ نہ بھیجا جائے اور مشورہ دینے والوں میں ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت صدیق اکبر نے یہ بات ماننے سے سختی سے انکار کر دیا اور اپنے قطعی الفاظ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ کی قسم! جو گانٹھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگائی، میں اس کو نہیں کھولوں گا اور اگر مدینہ کے اردگرد کے پرندے اور درندے ہمیں اُچک لے جائیں اور کتے امہات المومنین کے قدموں کو کھینچیں، میں پھر بھی لشکر اسامہ ضرور بھیجوں گا۔

پھر کسی نے مشورہ دیا کہ اسامہ کی نسبت کسی بڑی عمر والے کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا جائے، صدیق اکبر غصے میں آ گئے کہ جس بات کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس کو کیسے بدلوں، پھر صدیق اکبر لشکر کو روانہ کرنے، حضرت اسامہ کو الوداع کہنے اور انہیں وصیت کرنے کے لیے نکلے، اس حال میں کہ آپ پیدل چل رہے تھے اور حضرت اسامہ سوار تھے۔

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۴۰، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۵ ص ۲۴۸، ابن کثیر نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

حضرت اسامہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا میں بھی اُتر جاتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! نہ تو میں سوار ہوں گا نہ تم اترو گے اور میرے لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں کچھ دیر اپنے قدموں کو راہِ خدا میں غبار آلود نہ کروں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (لشکر کے) ساتھ بھیجنے کا اذن طلب کیا تو حضرت اسامہ نے ان کے لیے اذن دے دیا۔

اس وقت سرزمینِ شام میں رومیوں کی طرف حضرت اُسامہ کی روانگی میں بہت بڑی مصلحت تھی۔ آپ کا لشکر چلتا گیا' یہ قبائلِ عرب میں سے جس کے پاس سے بھی گزرتے وہ ان سے ڈر جاتے اور خوف زدہ ہو جاتے اور کہتے: یہ لوگ اس حال میں نکلے ہیں کہ ان کے پاس شدید قوت ہے' ہم ان کو چھوڑے رکھیں گے یہاں تک کہ یہ رومیوں سے جا ملیں۔

لشکرِ اسامہ رومیوں کے پاس جا پہنچا' انہیں شکست دی اور قتل کر دیا اور چالیس دن وہاں قیام کیا' ایک قول یہ ہے کہ ستّر دن تک وہاں ٹھہرے' پھر مالِ غنیمت لے کر صحیح سلامت واپس آ گئے۔

جب یہ لوگ واپس پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مرتدوں اور زکوٰۃ کے منکرین سے لڑنے کے لیے تیار کیا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ بنے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور کچھ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنے کا ارادہ کیا) تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگوں سے کیسے لڑ سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ لڑوں یہاں تک کہ وہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ! جب وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں تو میری طرف سے ان کا جان و مال محفوظ ہو گیا سوائے اس کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ) اور اس کا حساب اللہ کے ذمّے ہو گا۔

---

[1] تاریخ الطبری ج ۳ ص ۲۴۶' الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ج ۲ ص ۲۲۶

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا (یعنی نماز تو ادا کی لیکن زکوٰۃ نہ دی) میں اس کے ساتھ ضرور لڑوں گا' بلاشبہ زکوٰۃ مال کا حق ہے' اللہ کی قسم! اونٹ کی وہ رسّی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے اگر وہ بھی انہوں نے مجھے دینے سے انکار کیا تو میں ان کے ساتھ ضرور لڑوں گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے معاملے میں حضرت ابوبکر کا سینہ کھول دیا ہے اور میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے[1]

ہدایت' ایمان' بھلائی اور احسان سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد حضرت صدیق بسترِ مرگ پر سو گئے۔ لوگ آپ کی عیادت کے لیے آئے اور کہا: کیا ہم آپ کے لیے طبیب کو نہ بلائیں؟

فرمایا: اس نے مجھے دیکھا ہے۔

لوگوں نے کہا: پھر اس نے آپ سے کیا کہا؟

فرمایا: اس نے فرمایا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

اے ابوبکر! آپ کا جنت کی طرف سبقت لے جانا آپ کو مبارک ہو! لوگ جنت کے ایک دروازے سے داخل ہوں گے جب کہ آپ جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک ایمان افروز مجلس میں فرمایا: جس نے کسی چیز کا جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو اسے جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا اور کہا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ بہتر ہے' تو جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا' جو جہاد کرنے والوں میں ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا' جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا اسے صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا اسے ریان (سیرابی) کے دروازے سے بلایا جائے گا۔

---

[1] صحیح البخاری: ۷۲۸۴-۷۲۸۵' کتاب الزکوۃ' باب وجوب الزکوۃ' صحیح مسلم: ۱۲۴' کتاب الایمان' باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ۔

حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ہوگے[۱]

تو یہ ہیں فرشتے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ابوبکر کو جنت میں لے جا رہے ہیں اور یہ کتنے ہی اچھے ساتھی ہیں۔

سلام! اے ابوبکر! مرحبا مرحبا! اے جنت کے مہمان! حوریں آپ کے اردگرد ہیں، اے ابوبکر! آپ کو اچھی صورت والی حوروں کی خوش خبری ہو اور آپ کو کشادہ جنت کی خوش خبری ہو[۲]

---

۱ صحیح البخاری: ۳۶۶۲، کتاب فضائل الصحابہ، باب لو کنت متخذا خلیلا۔

۲ طبقات ابن سعد محمد بن سعد البصری، ج ۳ ص ۱۲۵۔۱۶۰۔ صحابہ کرام کے اس سردار کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد، ص ۱۲۵۔۱۶۰

Marfat.com

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

.... میں ایک مربع شکل کے محل کے پاس آیا جو سونے کا تھا' میں نے کہا: یہ کس کے لیے ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا: ایک قریشی آدمی کے لیے۔

میں نے کہا: میں بھی قریشی ہوں' یہ محل کس کے لیے ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایک امتی کے لیے۔

میں نے کہا: میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں' یہ محل کس کے لیے ہے؟

انہوں نے کہا: عمر بن خطاب کے لیے[۱]

اس بات کو اہلِ جنت کے سردار اور تمام جہانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمر کے قبولِ اسلام کا شوق ہوا' آپ نے دعا کی: اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما! حضرت عمر اللہ کو زیادہ پیارے تھے (اس لیے ان کو اللہ تعالیٰ نے قبولِ اسلام کی سعادت ارزانی فرمائی)۔[۲]

حضرت عمر نے اسلام قبول کر لیا اور آپ کے قبولِ اسلام سے مسلمانوں کی تعداد چالیس تک مکمل ہوگئی اور آپ نے اللہ کی راہ میں پایا جو پایا' جب ہجرت کا دن تھا تو حضرت عمر اعلانیہ طور پر ہجرت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میری معلومات کے مطابق مہاجرین میں سے ہر ایک نے پوشیدہ طور پر ہجرت کی مگر جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنی تلوار گلے میں لٹکا لی' کمان کندھے پہ ڈال لی' تیروں کو تیار کر کے اپنے ہاتھ میں لے لیا' اپنا نیزہ اپنے پہلو کے ساتھ ملا کر اٹھا لیا اور قبلہ کی طرف چل پڑے' سردارانِ

---

۱ صحیح: مسند احمد' جامع الترمذی' صحیح ابن حبان' مستدرک حاکم' صحیح الجامع للالبانی: ۷۸۹۴

۲ اسے احمد اور ترمذی نے ابواب المناقب میں روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔

Marfat.com

قریش اس وقت صحنِ کعبہ میں تھے' آپ نے بڑی شان و تمکنت کے ساتھ بیت اللہ شریف کے اردگرد سات چکر لگائے' پھر ایک ایک مجلس کے پاس کھڑے ہو کر کہا: چہرے بگڑ جائیں! اللہ خاک آلود نہ کرے مگر ان (سرداران قریش) کی ناکیں' جو چاہتا ہے کہ (مرکر) اپنی ماں کو رُلائے یا اپنے بچے کو یتیم کرے یا اپنی بیوی کو بیوہ کرے' وہ اس وادی کے پار میرے ساتھ مقابلہ کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کمزور لوگوں کے سوا کسی نے بھی آپ کی پیروی نہ کی' آپ نے انہیں وہ چیزیں سکھائیں جو ان کے لیے زیادہ فائدہ مند تھیں' پھر آپ نے اپنی راہ لی۔

اب میں آپ کی توجہ ہجرت عمر کے واقعہ سے خلافت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مبذول کراتا ہوں تاکہ ہم حضرت عمر کے آباد باغوں میں سے کچھ پھول چنیں۔

اے مخاطب! تو حضرت عمر کے عدل کے یہ پھول لے لے تاکہ عدل کی جگہ' مساوات کے ٹھکانے اور حق کے گھر کو دیکھے۔ اس گھر کی پہچان یہ ہے: یہ ظلم و جور کے لیے نہیں' اقرباء پروری کے لیے نہیں' رشوت کے لیے نہیں' سفارش کے لیے نہیں' دھوکا دہی کے لیے نہیں اور جھوٹ کے لیے نہیں۔

ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: حضرت عمر بن خطاب رضوان اللہ علیہ اپنی کسی ضرورت کے لیے بازار سے گزرے' میں بھی وہاں تھا' آپ کے پاس دُرّہ بھی تھا' آپ نے فرمایا: اے سلمہ! راستے سے اس طرف ہٹ جاؤ! پھر مجھے اپنے دُرّے کی ضرب لگائی تو میرے کپڑے کے کنارے پر لگا' میں راستے سے ہٹ گیا' آپ خاموش رہے۔ اگلا سال آیا تو آپ پھر مجھے بازار میں ملے اور فرمایا: اے سلمہ! اس سال میرا حج کا ارادہ ہے۔

میں نے عرض کیا: ٹھیک ہے اے امیر المؤمنین! آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر میں لے گئے' آپ نے ایک تھیلی نکالی جس میں سات سو درہم تھے۔ فرمانے لگے: اے سلمہ! انہیں کام میں لاؤ اور جان لو کہ یہ اسی ضرب کا بدلہ ہے جو میں نے پچھلے سال آپ کو لگائی تھی۔ میں نے عرض کیا: بخدا! اے امیر المؤمنین! مجھے تو یاد ہی نہیں تھا' آپ نے یاد دلا دیا۔

Marfat.com

فرمایا: بخدا! میں اسے اب تک نہیں بھولا[1]

سالم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے ایک جرم کیا تو آپ نے دُرّے کے ساتھ اس کو مارا۔

اس آدمی نے کہا: اے عمر! اگر میں نیک کام کر رہا تھا تو آپ نے مجھ پر ظلم کیا اور اگر میں بُرا کام کر رہا تھا تو آپ نے مجھے بتایا نہیں (میری رہنمائی نہیں کی)۔

آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا' اللہ سے میرے لیے استغفار کر اور مجھ سے بدلہ لے لے۔

اس نے کہا: میں اللہ کی خاطر آپ کو معاف کرتا ہوں۔

اس قصے پر بھی غور کیجئے جو سونے کے پانی کے ساتھ لکھے جانے کے قابل ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمہ بن قیس اشجعی کو کُردوں کے ایک گروہ کی طرف بھیجا جو شرک میں مبتلا تھا۔ حضرت سلمہ اس لشکر کے ساتھ جو حضرت عمر نے آپ کے ساتھ بھیجا' مدینہ سے روانہ ہوئے۔

جب آپ کُردوں کے پاس پہنچے تو انہیں دعوتِ اسلام دی یا یہ کہ وہ جزیہ دینا قبول کریں' انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے ساتھ جنگ کی' اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں آپ کی مدد فرمائی۔ آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور بچوں کو قید کر لیا اور آپ کو (مالِ غنیمت کے طور پر) زیورات' نگینے اور جواہرات ملے۔

آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تم خوشی سے قبول کرتے ہو کہ ہم یہ سامان امیر المؤمنین کی طرف بھیج دیں' کیونکہ تمہارے لیے یہ مناسب نہیں اور امیر المؤمنین پر بوجھ اور ذمہ داریاں ہیں۔

انہوں نے جواب دیا: ہاں! ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ آپ نے وہ جواہرات ایک ٹوکری میں ڈالے اور اپنے ایک ساتھی کے حوالے کر کے اسے امیر المؤمنین کے پاس بھیج دیا اور اس سے فرمایا: تشریف لے چلیں اور جب آپ بصرہ پہنچیں تو دو اونٹنیاں خرید لینا اور ان پر اپنا اور اپنے غلام کا سامان لاد لینا اور امیر المؤمنین کے پاس چلے جانا۔

---

[1] اخرجہ البیہقی' ج ۵ ص ۲۳

Marfat.com

ان کا کہنا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور امیر المؤمنین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت لوگوں کو دوپہر کا کھانا کھلا رہے تھے' آپ چرواہے کی طرح عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور پیالوں کے اردگرد گھوم رہے تھے۔

آپ فرما رہے تھے: اے یرفأ![1] انہیں گوشت اور دو' انہیں روٹی اور دو' انہیں شوربا اور دو۔

میں بھی لوگوں کے قریب بیٹھ گیا' وہ کھانا سخت قسم کا تھا جبکہ میرے پاس جو کھانا تھا وہ اس سے بہتر تھا۔

جب حضرت فاروقِ اعظم فارغ ہو گئے تو وہاں سے چل دیئے' میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ گھر میں داخل ہو گئے تو میں نے بھی اذن طلب کیا اور آپ کے دربان کو میں نے نہ بتایا کہ میں کون ہوں' اس نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ ٹاٹ پر بیٹھے ہوئے تھے' چمڑے کے دو تکیے جن میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی' کے ساتھ آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور آپ پر اُونی کپڑے کا پردہ تھا۔ ایک تکیہ آپ نے میری طرف پھینک دیا' میں اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

آپ نے (اپنی اہلیہ سے) فرمایا: اے اُم کلثوم! کیا آپ ہمیں دوپہر کا کھانا نہیں کھلائیں گی؟ انہوں نے کھانا آپ کے پاس بھیج دیا' ساتھ زیتون کا تیل بھی تھا اور برتن کے ایک طرف نمک بھی تھا جو پوری طرح پسا ہوا نہیں تھا۔

آپ نے فرمایا: اے اُم کلثوم! کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں کھائیں گی؟

انہوں نے کہا: میں آپ کے پاس کسی آدمی کی ہلکی ہلکی آواز سن رہی ہوں۔

فرمایا: ہاں! اور میرے خیال میں یہ اس شہر کا آدمی نہیں۔

وہ بولیں: اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں بھی مردوں کے ساتھ نکلا کروں تو آپ مجھے بھی ویسا ہی لباس پہنا دیں جیسا حضرت زبیر اور حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہما) نے اپنی بیویوں کو پہنایا ہے۔

فاروقِ اعظم نے فرمایا: کیا آپ کے لیے یہ کافی نہیں کہ آپ علی بن ابی طالب کی بیٹی

[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام

اور امیر المؤمنین (عمر فاروق) کی اہلیہ ہیں؟

انہوں نے کہا: یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے[1]

پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: کھاؤ! اگر اُم کلثوم راضی ہوتیں تو میں تمہیں اس سے اچھا کھانا کھلاتا اور میرے پاس جو کھانا تھا وہ اس سے اچھا تھا' پھر آپ نے کھانا تناول فرمایا' میں نے کسی کو آپ سے بہتر انداز میں کھانے والا نہیں دیکھا' نہ آپ کا ہاتھ کھانے سے ملوث ہوا نہ منہ۔

آپ نے فرمایا: ہمیں پانی پلاؤ! ستو کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا۔

فرمایا: اس آدمی کو بھی دو' میں نے تھوڑا سا پیا' اور میرے پاس جو ستو تھے وہ اس سے بہتر تھے' پھر آپ نے وہ پیالہ لے لیا اور پیا یہاں تک کہ پیالہ آپ کی پیشانی کو جا لگا' پھر آپ نے کہا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور سیر کیا اور ہمیں پلایا اور سیراب کیا' اے مہمان! آپ کھانے پینے کے لحاظ سے کمزور ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔

فرمایا: کیا کام ہے؟

میں نے کہا: میں سلمہ بن قیس کا قاصد ہوں۔

فرمایا: سلمہ اور اس کے قاصد کو خوش آمدید ہو! گویا میں آپ کا صلبی بیٹا تھا' پھر آپ نے مجھ سے مہاجرین کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسے ہیں؟

میں نے کہا: جیسے آپ پسند کرتے ہیں' اے امیر المؤمنین! وہ سلامتی اور کامیابی کے ساتھ ہیں اور اپنے دشمنوں پر غالب ہیں۔

آپ نے فرمایا: ان کے ہاں (اشیاء کے) ریٹ کیسے ہیں؟

میں نے کہا: بہت سستے۔

فرمایا: ان کے ہاں گوشت کیسا ہے؟ بلاشبہ یہ عربوں کا درخت ہے اور عرب اپنے درخت کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

میں نے کہا: گائے کی ان کے ہاں یہ قیمت ہے' بکری کی یہ ہے۔

---

[1] اس لیے کہ اصل چیز تو ایمان کے بعد اعمال صالحہ ہیں۔ (مترجم)

Marfat.com

پھر میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم رات کو چلے یہاں تک کہ ہم نے اپنے مشرک دشمنوں کو جالیا۔ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق انہیں اسلام کی دعوت دی' انہوں نے انکار کر دیا' پھر ہم نے انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دی' انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا' پھر ہم نے ان سے جنگ کی' اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائی' ہم نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا' بچوں کو قیدی بنا لیا اور ان کا مال جمع کر لیا' حضرت سلمہ نے ان کے مال میں زیورات دیکھے تو لوگوں سے کہا: کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ میں یہ زیورات امیر المؤمنین کے پاس بھجوا دوں؟

لوگوں نے کہا: ہاں!

پھر میں نے اپنی ٹوکری نکال کر آپ کے سامنے کھول دی۔

جب آپ نے ان سرخ' سبز اور زرد نگینوں کو دیکھا تو انہیں پھیلا دیا اور اپنا ہاتھ اپنی کوکھ پر رکھ لیا اور بلند آواز سے چیختے ہوئے کہنے لگے: تب اللہ تعالیٰ عمر کے پیٹ کو کبھی سیر نہ کرے' آپ اس جملے کو بار بار دُہرا رہے تھے۔

لوگوں نے یہ خیال کیا کہ میں حضرت عمر کو دھوکے سے قتل کرنے کے لیے آیا ہوں' پس عورتیں پردہ کے پاس آ گئیں' اسے کھولا اور انہوں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اے یرفاً! یہ جو تو لایا ہے اسے لپیٹ لے اور آپ نے اس کی گردن پر مارا۔

پھر آپ نے کہا: (اے اللہ! ہمیں اس مال سے) نجات دے' نجات دے۔

میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے سواری مہیا کیجئے۔

آپ نے فرمایا: اے یرفاً! اسے صدقہ کے اونٹوں سے دو سواری کے جانور دے دو' (اور مجھ سے فرمایا:) جب تجھے اپنے سے بڑھ کر ان کا ضرورت مند نظر آئے تو اس کے حوالے کر دینا۔

اور فرمایا: میرا خیال ہے کہ تو دیر لگائے گا' اللہ کی قسم! اگر مسلمان اپنے اپنے کاموں میں منتشر ہو گئے' اس سے پہلے کہ یہ مال ان میں تقسیم کیا جائے تو میں تجھے اور تیرے ساتھی کو سخت سزا دوں گا۔

راوی کا بیان ہے: میں چل پڑا یہاں تک کہ حضرت سلمہ بن قیس کے پاس پہنچ گیا اور

Marfat.com

کہا: جس کام کے لیے آپ نے مجھے خاص کیا' اللہ تعالیٰ اس میں آپ کو برکت نہ دے' قبل اس کے کہ مجھے اور آپ کو کوئی مصیبت پہنچے' اس مال کو لوگوں میں تقسیم کر دیجئے' انہوں نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا' ایک نگینہ پانچ یا چھ درہم کے بدلے بیچا گیا حالانکہ اس کی قیمت بیس ہزار سے بڑھ کر تھی۔

اور عدل صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کے ساتھ یہود ونصاریٰ کو بھی ملتا تھا۔ اس سلسلے میں مسلمان' عیسائی' یہودی اور مشرک کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا' میزانِ عدل میں سب برابر تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ وارضاہ کے ایک بیٹے نے بلادِ شام میں ایک قبطی آدمی کے ساتھ گھڑ دوڑ کا مقابلہ کیا' وہ قبطی رئیس مملکت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے آگے نکل گیا۔ ابن عمرو نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور اس قبطی کو مارا اور کہا: تو مجھ سے آگے نکلتا ہے حالانکہ میں معزز لوگوں کا بیٹا ہوں! وہ قبطی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور جو معاملہ پیش آیا تھا' اس کی آپ سے شکایت کی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فوراً والی مصر کی طرف ایک خط روانہ کیا کہ جلد حاضر ہوں اور اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لائیں۔ حضرت عمرو بن العاص اپنے بیٹے کے ساتھ پہنچ گئے اور فیصلے کی مجلس شروع ہوگئی۔

حضرت عمر فاروق نے قبطی سے کہا: یہ عصا لے لو اور اس معزز لوگوں کے بیٹے کو مارو۔

قبطی نے عصا اٹھایا اور والئ مصر کے بیٹے کو مارا۔

عمر فاروق نے فرمایا: اسے عمرو بن العاص کی کھوپڑی پر بھی پھیرو۔

قبطی نے کہا: میں نے اسے مار لیا جس نے مجھے مارا تھا۔

عمر فاروق نے کہا: اس عصا کو عمرو بن العاص کی کھوپڑی پر بھی پھیرو' ان کے بیٹے نے اپنے باپ کی بادشاہی کی وجہ سے ہی تجھے مارا تھا۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے ایک ایسی بات کہی جسے تاریخ نے اپنے مبارک قلم سے ہمیشہ محفوظ کر لیا' فرمایا: اے عمرو! تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد

Marfat.com

جنا تھا؟

اگر تو ان کی رحم دلی کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!

اسلم[1] نے بیان کیا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرہ کی طرف نکلے' یہاں تک کہ جب ہم صرار[2] میں پہنچے تو اچانک بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی۔ حضرت عمر نے فرمایا: اے اسلم! میں یہاں ایک قافلہ دیکھ رہا ہوں' جسے رات اور سردی نے روک لیا ہے' تم ہمارے ساتھ چلو۔ (اسلم کا بیان ہے:) ہم تیز تیز چلتے ہوئے گئے' یہاں تک کہ اس قافلے کے قریب پہنچ گئے' ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ہے' اس کے ساتھ بچے ہیں' ہنڈیا چولہے پر رکھی ہوئی ہے اور بچے چلا رہے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: السلام علیکم! اے روشنی والو! اور آپ نے آگ والو کہنا ناپسند کیا۔

عورت نے جواب دیا: وعلیکم السلام!

حضرت عمر: کیا میں قریب آ سکتا ہوں؟

عورت: اگر خیر کا ارادہ ہے تو آ جاؤ ورنہ چلے جاؤ۔

آپ اس کے قریب ہوئے اور فرمایا: تمہیں کیا معاملہ درپیش ہے؟

عورت: ہمیں رات اور سردی نے روک لیا ہے۔

حضرت عمر: اور یہ بچے جو رو چلا رہے ہیں' ان کا کیا مسئلہ ہے؟

عورت: بھوک۔

حضرت عمر: اور اس ہنڈیا میں کیا ہے؟

عورت: پانی' میں اس سے بچوں کو چپ کرا رہی ہوں تاکہ وہ سو جائیں اور اللہ ہمارے اور عمر کے درمیان (قیامت کے دن) فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت عمر: اللہ تم پر رحم فرمائے! عمر کو تمہارے معاملے کا کیسے پتا چلے؟

عورت: وہ ہمارا امیر تو بن گیا' پھر بھی ہم سے غافل ہے؟

(اسلم کا کہنا ہے:) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

---

1. حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام۔
2. مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ۔

Marfat.com

ہمارے ساتھ چلو، ہم جلدی جلدی چلتے ہوئے آٹے کے سٹور کے پاس آئے، آپ نے وہاں سے آٹے کی ایک بوری نکالی اور ایک چربی کا ڈبہ اور فرمایا: انہیں مجھ پر لاد دو۔ میں نے کہا: اسے آپ کی طرف سے میں اٹھالیتا ہوں۔ فرمایا: کیا تو قیامت کے دن میرا بوجھ اٹھائے گا؟ تیری ماں نہ رہے! میں نے وہ سامان آپ پر لاد دیا، ہم دونوں جلدی جلدی اس خاتون کی طرف چلنے لگے، آپ نے وہ سامان اس کے پاس رکھ دیا اور تھوڑا سا آٹا نکال کر اس سے فرمانے لگے: اس سے حلوہ تیار کرلیں۔

اور خود آپ ہنڈیا کے نیچے پھونکیں مارنے لگے، آپ کی ڈاڑھی بہت بڑی تھی، میں نے دیکھا کہ دھواں اس کے درمیان سے نکل رہا ہے، یہاں تک کہ آپ نے وہ کھانا ان کے لیے پکا دیا، پھر اسے (چولہے سے) نیچے اتارا اور حلوہ پیالے میں ڈالا اور اس خاتون سے کہا: آپ بچوں کو یہ کھانا کھلائیں، میں اسے ٹھنڈا کرتا ہوں، آپ اسی کام میں مصروف رہے، یہاں تک کہ وہ سیراب ہوگئے اور وہ خاتون کہنے لگی: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے! آپ امیر المؤمنین (عمر فاروق) کی نسبت امیر بننے کے زیادہ حق دار تھے۔

اس طرح کے واقعات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں بہت ہیں اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ اور اس طرح کے دیگر واقعات گناہ پر گرفت کے احساس سے وقوع پذیر ہوئے اور نہ ہی طبعی رحم دلی کے باعث کیونکہ گناہ پر گرفت کا احساس بھی طبعی رحم دلی کے باعث ہی ہوتا ہے، یہ نہیں کہ طبعی رحم دلی گناہ پر گرفت کے احساس سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ آپ حکم شرعی کی پیروی کرتے تھے خواہ اس کے لیے آپ کا نفس آمادہ ہوتا یا نہ ہوتا کیونکہ وہ نفس جو حکم شرعی پر عمل کے لیے آمادہ ہوتا ہے، وہ نفس ہوتا ہے جس میں بھلائی ہوتی ہے اور حکم شرعی کے لیے اس میں رغبت ہوتی ہے اور ایسا نفس آسمانی عذاب سے کم ہی ڈرتا ہے مگر اس وقت جبکہ اسے (مدمقابل کی طرف سے پہنچنے والے) ظلم کے درد اور جس سزا کا وہ مستحق ہے اس کا احساس ہو جائے لیکن اکثر سیرت نگاروں کے نزدیک تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے معاملات میں بھی رحم کرتے تھے جن میں طبعی رحم دلی کے بجائے دینی نفرت حائل ہو جاتی ہے۔

انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے ایک نابینا بوڑھے کو ایک دروازے پر بھیک

Marfat.com

مانگتے ہوئے دیکھا' جب آپ کو پتا چلا کہ وہ یہودی ہے تو اس سے فرمایا: تجھے اس چیز پر کس نے مجبور کیا جو میں دیکھ رہا ہوں (یعنی گداگری)؟

اس نے کہا: جزیہ' ضرورت اور بڑھاپا۔

حضرت عمر نے اس کا ہاتھ پکڑا' اسے اپنے گھر لے گئے اور بقدرِ ضرورت اسے عطا فرمایا' پھر بیت المال کے خازن کو بلا بھیجا اور اس سے فرمایا: اس کا اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کا خیال رکھو' اللہ کی قسم! ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا' اس کی جوانی کو ہم کھا گئے اور بڑھاپے کے وقت اسے (بے یار و مددگار) چھوڑ دیا۔

''اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ''۔ (التوبہ:۶۰)

فقراء تو مسلمان ہیں اور یہ بوڑھا اہلِ کتاب کے مسکینوں میں سے ہے' اور آپ نے اس سے اور اس جیسے دوسرے لوگوں سے جزیہ ہٹا دیا' تو رحم دلی نے آپ کو سکھایا کہ کیسے دین کی اطاعت کی جاتی ہے اور دین کی اطاعت (صحیح معنوں میں) رحم دل شخص ہی کر سکتا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر لقیط (گرے پڑے نومولود بچے) کے لیے بیت المال سے سو درہم مقرر کر دیئے' جیسا کہ آپ نے ہر اس بچے کے لیے وظیفہ مقرر کیا جس کے والدین موجود تھے اور یہی ہے وہ رحمت جس کے سامنے زنا اور اس کے ثمرات سے نفرت آڑ بن جاتی ہے' ان لوگوں کے دلوں میں جو نفرت کرتے ہیں' رحم نہیں کرتے' بلکہ آپ تو ہر مخلوق پر رحم کرتے تھے حتیٰ کہ چوپائے پر بھی جو اپنی شکایت بیان نہیں کر سکتا۔

مسیّب بن دارم کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی کو مار رہے ہیں اور اسے زجر و توبیخ کر رہے ہیں' کیونکہ وہ اپنے اونٹ پر اتنا بوجھ لادتا تھا جتنا وہ اٹھا نہیں سکتا تھا' اور آپ علاج کی خاطر زخمی اونٹ کے زخم میں اپنا ہاتھ داخل کر دیا کرتے اور فرماتے: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے تیرے بارے میں بھی نہ پوچھا جائے' اور اسی حوالے سے آپ کا یہ قول بھی ہے: اگر فرات کے کنارے بکری کا بچہ بھی مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ عمر سے اس کا محاسبہ کرے گا۔

اور یہ کمال احساسِ ذمہ داری ہے لیکن جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں کہ احساسِ ذمہ صرف اس حکمران کے دل میں پیدا ہوتا ہے' جس میں رحمت کا عظیم جذبہ موجود ہو۔

اگر تو آپ کے زہد کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!

آپ لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے جبکہ آپ خلیفہ تھے تو آپ پر ایسی چادر تھی جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔[1]

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کے لباس سے زیادہ نرم لباس پہنتی ہوں اور آپ کے کھانے سے زیادہ اچھا کھانا کھاتی ہوں' اللہ تعالیٰ نے بے شک آپ کو وسیع رزق دیا ہے اور خیر کثیر سے نوازا ہے (اس لیے آپ بھی اچھا کھائیں اور اچھا پہنیں)۔

آپ نے فرمایا: میں تیری ذات کے بارے میں تجھ سے جھگڑا کروں گا' کیا تجھے یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسی سختی کی زندگی گزارتے تھے اور اسی طرح حضرت ابوبکر بھی۔ آپ انہیں یہ بات یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ انہیں رُلا دیا' پھر آپ نے ان سے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ضرور ان کی شدت کی زندگی اختیار کروں گا تاکہ ان کی (آخرت میں ملنے والی) آسودہ حال زندگی کو حاصل کرسکوں۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیص کو دیکھا کہ آپ کی دونوں آستینوں کے درمیان چار پیوند تھے' جن میں سے کوئی بھی دوسرے کی مثل نہیں تھا۔[3]

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف نکلا' یہاں تک کہ ہم واپس آ گئے' اس دوران ان کے لیے نہ کوئی خیمہ لگایا گیا نہ چھولداری' آپ چادر یا چمڑے کا ٹکڑا درخت پر ڈال دیتے اور اس کے سائے میں بیٹھ جاتے۔[4]

عیینہ بن فرقد کہتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حلوے کی بڑی بڑی

۱۔ ابن المبارک فی الزہد: ۹۶۴' احمد فی الزہد ص ۱۵۴

۲۔ ابن المبارک فی الزہد: ۵۷۴' ابن سعد' ج ۳ ص ۲۱۰' احمد: ۱۵۵' ابونعیم' ج ۱ ص ۴۸

۳۔ مالک' ج ۸ ص ۹' ابن المبارک فی الزہد: ۵۸۸' ہناد فی الزہد: ۷۰۱

۴۔ ابن ابی شیبہ' ج ۸ ص ۵۳' ابن سعد ج ۳ ص ۲۱۱' ابوداؤد فی الزہد: ۷۰

Marfat.com

ٹوکریاں، جن کے رنگ بہت خوبصورت اور عمدہ تھے، لے کر آیا۔

آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟

میں نے جواب دیا: کھانا! جو میں آپ کے پاس لایا ہوں۔

آپ نے فرمایا: آپ دن کے ابتدائی حصے میں لوگوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں، مجھے یہ بات پسند ہے کہ آپ یہ کھانا واپس لے جائیں اور خود کھائیں تا کہ آپ کو تقویت دے۔

عتبہ کہتے ہیں: آپ نے ایک ٹوکری سے کپڑا ہٹایا۔

فرمایا: اے عتبہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ جب تو واپس جائے تو ہر مسلمان مرد کو ایسا ہی کھانا کھلائے۔

عتبہ: اے امیر المؤمنین! اس ذات کی قسم جو آپ کی اصلاح فرماتی ہے! اگر میں قیس کا مال بھی خرچ کر ڈالوں پھر بھی ایسا نہیں کر سکوں گا۔

فاروق اعظم: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں! پھر آپ نے گندم کی روٹی اور سخت گوشت کا ایک پیالہ منگوایا اور میرے ساتھ مزے سے کھانے لگے، میں بھی یہ خیال کر کے کہ یہ کوہان کا گوشت ہے، سفید پیالے کی طرف جھکا لیکن وہ تو پٹھوں والا اور کچھ دوسرا گوشت تھا۔ میں اسے چبانے لگا لیکن اسے حلق سے نیچے نہ اتار سکا، جب حضرت عمر کی توجہ مجھ سے ہٹی تو میں نے اسے دستر خوان اور پیالے کے درمیان رکھ دیا، پھر آپ نے نبیذ کا بڑا پیالہ منگوایا جو کہ سرکہ بننے کے قریب تھا۔

حضرت عمر: پیو! میں نے پیالہ پکڑ لیا لیکن میں اس نبیذ کو حلق سے نیچے نہ اُتار سکا، پھر آپ نے پیالہ پکڑ لیا اور پی لیا۔

پھر فرمایا: اے عتبہ! سن! ہم روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے ہیں، پس اس کی چربی اور عمدہ ترین حصہ آس پاس سے آنے والے مسلمانوں کے لیے ہوتا ہے اور گردن کا گوشت عمر کے خاندان کے لیے ہوتا ہے، وہ یہی سخت گوشت کھاتے اور یہی نبیذ پیتے ہیں، اگر یہ ہمارے پیٹوں میں پہنچے تو انہیں کاٹ ڈالے۔[1]

---

[1] ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۵، ہناد فی الزہد: ۶۹۵، اس کی اسناد صحیح ہیں۔

Marfat.com

اور جب عتبہ آذربائیجان آئے تو انہیں حلوہ پیش کیا گیا' آپ نے اسے میٹھی اور پاکیزہ چیز پایا اور کہا: کاش! میں امیر المؤمنین کے لیے ایسی شے تیار کرتا' پھر آپ نے اس کے دو بڑے بڑے ڈبے بنا دیئے اور انہیں اونٹ پر لدوا دیا' دو آدمی ساتھ کر دیئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف انہیں روانہ کر دیا' جب وہ دونوں آدمی حضرت عمر کے پاس آئے تو اس سامان کو کھولا۔

حضرت فاروق اعظم: یہ کیا چیز ہے؟

انہوں نے جواب دیا: حلوہ! آپ نے اسے چکھا تو وہ میٹھی چیز تھی۔

حضرت عمر نے قاصد سے پوچھا: کیا تمام مسلمان اپنی رہائش گاہوں میں اس سے سیر ہو جائیں گے؟

قاصد: نہیں!

حضرت عمر: اگر نہیں تو پھر یہ چیز ان دونوں آدمیوں کو لوٹا دو۔

پھر آپ نے لکھا: امابعد! یہ نہ تمہاری کمائی سے ہے اور نہ تمہاری والدہ کی کمائی سے' مسلمانوں کو بھی اسی چیز سے سیر کرو جس سے تمہارے گھر کے لوگ سیر ہوتے ہیں[1]

اور بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ حلّے آئے' آپ نے وہ تقسیم کر دیئے' ہر آدمی کو ایک ایک کپڑا ملا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ پر ایک حلّہ تھا اور ایک حلّہ دو کپڑوں سے بنتا ہے۔

حضرت عمر: اے لوگو! کیا تم میری بات نہیں سنتے؟

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نہیں سنتے۔

حضرت عمر: اے عبداللہ! کیوں؟

سلمان: آپ نے ہمیں ایک ایک کپڑا دیا جبکہ آپ کے جسم پر حلّہ ہے (اور حلّہ دو کپڑوں سے بنتا ہے)۔

حضرت عمر: اے ابوعبداللہ! جلدی نہ کیجئے' پھر آپ نے علی بن عبداللہ بن عمر کو آواز دی' پس انہوں نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا۔

---

[1] ہناد فی الزہد: ۶۹۶' البیہقی' ج ۹ ص ۴۲' اس کی اسناد صحیح ہیں۔

Marfat.com

حضرت عمر: اے عبداللہ بن عمر! انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین میں حاضر ہوں!

حضرت عمر: کیا جس کپڑے سے میں نے ازار بنایا ہے وہ آپ کا کپڑا نہیں؟

عبداللہ بن عمر: ہاں! (میرا ہی ہے)

حضرت سلمان: اب آپ فرمائیں' ہم سنیں گے[1]

یسار بن نمیر کا بیان ہے: اللہ کی قسم! جب بھی میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے آٹا چھانا تو میں آپ کا نافرمان قرار پایا[2] یعنی آپ کو اس آٹے کی روٹی کھانا پسند نہیں تھا' اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت قسم کی روٹی تناول فرماتے تھے۔

اگر تو ان کی تواضع کے بارے میں پوچھتا ہے تو دل' بصیرت اور دونوں کانوں سے سن!

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا' حتیٰ کہ آپ ایک باغ میں داخل ہو گئے' میرے اور آپ کے درمیان دیوار حائل تھی اور آپ باغ کے درمیان میں تھے' میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: امیر المؤمنین عمر کے لیے شاباش ہے' اللہ کی قسم! اے ابن خطاب! تو ضرور اللہ سے ڈر! ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا[3]

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فلسطین (اللہ تعالیٰ اسے واپس لوٹائے!) کو فتح کرنے کے لیے بلادِ شام گئے تو راستے میں ایک ندی آ گئی' آپ اپنے اونٹ سے نیچے اترے اور اپنے موزے اتار لیے اور اپنے ہاتھ میں پکڑ لیے' پھر پانی میں گھس گئے' آپ کا اونٹ بھی ساتھ ہی تھا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اہلِ شام کے نزدیک آپ نے بڑا عجیب کام کیا ہے' آپ نے فلاں فلاں کام کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے: حضرت عمر نے ان کے سینے پر نرمی سے ہاتھ مارا اور فرمایا: کاش!

---

۱ ابن الجوزی فی سیرۃ عمر' ص ۱۳۹

۲ ابن المبارک فی الزہد: ۵۸۳' ہناد فی الزہد: ۶۸

۳ اخرجہ مالک' ج ۲ ص ۹۹۲' احمد فی الزہد' ص ۱۴۳' ابو داود فی الزہد: ۵۵

Marfat.com

اے ابوعبیدہ! آپ کے سوا کوئی اور آدمی یہ بات کہتا! بلاشبہ تم سب لوگوں سے بڑھ کر ذلیل‘ سب لوگوں سے بڑھ کر اترانے والے اور تمام لوگوں سے کم تھے‘ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے ذریعے عزت بخشی تو جب تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے عزت طلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کردے گا۔[1]

اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس قادسیہ میں رستم کے آنے کی خبر لائی گئی تو آپ قادسیہ سے آنے والے سواروں سے صبح سے دوپہر تک معلومات لیتے رہتے‘ پھر اپنے گھر لوٹ جاتے‘ جب خوش خبری دینے والا آپ سے ملا تو آپ نے اس سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ اس نے آپ کو خبر دی۔

آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! مجھے واقعہ بتاؤ‘ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ دوڑ رہے تھے اور اس سے معلومات لے رہے تھے اور دوسرا آدمی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر چل رہا تھا‘ اس نے حضرت عمر کو نہ پہچانا‘ یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا‘ تب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہہ کر سلام کر رہے تھے‘ اس آدمی نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ نے مجھے بتا کیوں نہ دیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے میرے بھائی! آپ پر کوئی الزام نہیں۔[2]

اگر تو ان کے فیصلہ کرنے کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!

عدل اس کی بنیاد تھا‘ ہر حق دار کو اس کا حق دینا اس کے ستون تھے اور مساوات اس کی چھت تھی۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ زرود سے روانہ ہوا حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ ابھی منہ اندھیرا ہی تھا اور لوگ نماز میں مشغول تھے‘ پس لوگ نماز سے فارغ ہو گئے اور بازار کی طرف نکل پڑے‘ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بازار میں داخل ہو گئے‘ پھر ہمارے پاس ایک آدمی آیا جس کے پاس دُرّہ تھا‘ اس نے کہا: اے دیہاتی! کیا تو بکریاں

[1] رواہ ابن المبارک: ۵۸۴‘ الحاکم‘ ج ا ص ۶۱‘ اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

[2] سیرۃ عمر لابن الجوزی‘ ص ۱۴۱

Marfat.com

بیچتا ہے؟ وہ میرے والد سے سودا کرتا رہا' یہاں تک کہ انہیں بکریوں کی قیمت دینے پر راضی کرلیا۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے' پھر آپ بازار کا گشت کرنے لگے' کسی کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دے رہے ہیں' کبھی آگے جارہے ہیں' کبھی پیچھے آرہے ہیں' پھر آپ میرے باپ کے پاس سے گزرے' میرے باپ نے کہا: آپ نے مجھے روکے رکھا' آپ نے مجھ سے یہ وعدہ تونہیں کیا تھا' پھر آپ دوبارہ میرے باپ کے پاس سے گزرے' میرے باپ نے پھر آپ سے ایسے ہی کہا۔

حضرت عمر نے جواب دیا: میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کروں' پھر تیسری مرتبہ آپ گزرے' میرے ابا جان غصے سے جھپٹ پڑے اور حضرت عمر کو کپڑوں سے پکڑ کر کہا: آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھ پر ظلم کیا اور انہوں نے حضرت عمر کو مکّہ بھی ماردیا۔ مسلمان میرے باپ پر جھپٹ پڑے اور کہا: اے اللہ کے دشمن! تو نے امیر المؤمنین کو مکّہ ماردیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے والد کے کپڑوں کو اکٹھا کر کے پکڑ لیا اور انہیں کھینچا' آپ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتے تھے اور بڑے سخت تھے' آپ میرے والد کو ایک قصاب کے پاس لے گئے اور کہا: میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو اس آدمی کو اس کا حق دے دے اور تیرے لیے میرا نفع ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے بکریاں خریدی ہوئی تھیں۔

اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! ایسا نہیں ہوسکتا' لیکن آپ اسے اس کا حق دے دیں اور میں آپ کو آپ کا نفع دے دیتا ہوں' پس اس نے میرے باپ کا حق نکالا اور انہیں دے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے والد سے کہا: تو نے اپنا پورا حق وصول کرلیا؟ والد نے کہا: ہاں!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ہمارا حق تم پر باقی رہ گیا ہے' وہ مکّہ جو تو نے مجھے مارا تھا' میں نے وہ اللہ عزوجل اور تیرے لیے چھوڑ دیا۔

اصبغ کہتے ہیں: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا نفع گوشت کی شکل میں اپنے بائیں ہاتھ میں لٹکایا ہوا ہے اور آپ کے دائیں ہاتھ میں دُرّہ ہے اور آپ بازاروں میں گھوم رہے ہیں' یہاں تک کہ آپ اپنی رہائش گاہ میں داخل

ہو گئے[۱]

اگرتوان کی پرہیزگاری کے بارے میں پوچھتا ہے تو سن!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے ایک اونٹ خریدا اور اسے اونٹوں کی چراگاہ میں بھیج دیا' جب وہ موٹا ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں داخل ہوئے اور آپ نے ایک موٹا سا اونٹ دیکھا۔

فرمایا: یہ موٹا اونٹ کس کا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ عبداللہ بن عمر کا ہے' تو آپ فرمانے لگے: اے عبداللہ بن عمر! امیر المؤمنین کے بیٹے! تمہارے کیا کہنے!

عبداللہ کہتے ہیں: میں دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ اونٹ کیسا ہے؟

میں نے عرض کیا: یہ اونٹ میں نے خریدا تھا' پھر اسے چراگاہ میں بھیج دیا' اس سے میں وہی چاہتا ہوں جو دیگر مسلمان چاہتے ہیں (یعنی نفع حاصل کرنا)۔

فرمایا: کہا جائے گا: امیر المؤمنین کے بیٹے کا اونٹ چراؤ۔

اے عبداللہ! اپنا اصل مال لے لو اور بقیہ مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کروا دو[۲]

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات بھی آ گئے۔ ابولؤلؤ مجوسی لعنہ اللہ نے آپ پر فجر کی نماز میں نیزے کے تین وار کیے اور جب لوگوں نے آپ کی موت کو قریب محسوس کیا تو آپ سے کہا: کاش! آپ کسی کو خلیفہ نامزد کر دیتے۔

فرمایا: اگر میں تمہیں خلیفہ کے بغیر ہی چھوڑ جاؤں تو بے شک مجھ سے بہتر ہستی (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی تمہیں بغیر خلیفہ کے ہی چھوڑا تھا اور اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کر دوں تو بے شک مجھ سے بہتر ہستی (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے بھی تم پر خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اگر ابوعبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ نامزد کرتا' کیوں کہ میں نے تمہارے نبی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ابوعبیدہ بن الجراح اس امت کے امین ہیں' اور اگر سالم

۱ اخرجہ البیہقی وذکرہ ابن الجوزی فی سیرۃ عمر' ص ۱۴۸-۱۴۹

۲ اخرجہ البیہقی' ج ۶ ص ۱۴۸

Marfat.com

مولیٰ ابن حذیفہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ مقرر کرتا اور اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا: میں نے تیرے نبی کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: بے شک سالم اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتا ہے' اگر اسے اللہ تعالیٰ کا خوف نہ بھی ہو پھر بھی اس کی نافرمانی نہیں کرے گا[1]

آپ سے کہا گیا: کاش! آپ عبداللہ بن عمر کو اپنا ولی عہد بنا دیتے! بلاشبہ وہ اپنے دین' فضیلت اور قدیم الاسلام ہونے کی وجہ سے اس منصب کے اہل ہیں۔ فرمایا: آلِ خطاب کے لیے یہی کافی ہے کہ اُمت محمدیہ کی طرف سے ان کے ایک ہی آدمی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کا محاسبہ کیا جائے' میری خواہش ہے کہ میں اس معاملے سے کسی نہ کسی طریقے سے نجات پا جاؤں' نہ مجھے کچھ لینا پڑے نہ دینا پڑے۔

پھر لوگوں نے اصرار کیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! کاش آپ ولی عہد مقرر کر دیتے! فرمایا: میں نے تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ تمہارے معاملے کا والی اس کو بناؤں گا کہ جس کے بارے میں مجھے اُمید ہے کہ تمہیں حق پر اُبھارے گا' اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا' پھر میں نے خیال کیا کہ نہ زندگی میں کسی کو والی بناؤں' نہ مرنے کے بعد بلکہ تم اس گروہ کو لازم پکڑو جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے اور وہ یہ حضرات ہیں:

سعد بن ابی وقاص' عبدالرحمٰن بن عوف' علی بن ابی طالب' عثمان بن عفان' زبیر بن العوام اور طلحۃ الخیر۔

آپ نے حضرت عبدالرحمٰن سے فرمایا: میرے پاس علی' عثمان' زبیر اور سعد کو بلاؤ اور اپنے بھائی طلحہ کا تین دن تک انتظار کرو (وہ اس وقت موجود نہیں تھے)' اگر وہ آ جائیں تو فبہا ورنہ تم اپنے معاملے کا فیصلہ کر لینا۔

اے علی! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تجھے لوگوں کے اُمور میں سے کچھ سونپا گیا تو بنی ہاشم کو لوگوں کی گردن پر سوار نہ کرنا۔

اے عثمان! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تجھے لوگوں کے معاملات میں سے کچھ

---

[1] یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت سالم کسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے تھے اور یہ کہ خوف کے ساتھ گناہ کا نہ پایا جانا (بندے کے) شایانِ شان ہے۔

Marfat.com

سونپا گیا تو بنی ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔

اے سعد! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر لوگوں کے کچھ معاملات تیرے سپرد کیے گئے تو اپنے اعزہ و اقارب کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔

تم اٹھو! باہمی مشاورت کرو اور اپنے معاملے کا فیصلہ کرو‘ صہیب لوگوں کو نماز پڑھائیں‘ پھر آپ نے ابوطلحہ انصاری کو بلایا اور فرمایا: ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان کے ہاں داخل نہ ہونے دینا‘ اور میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار جو دارِ ہجرت میں مقیم ہوئے اور ایمان (میں ثابت قدم ہیں) کے نیکوکار کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے برائی کرنے والے کو معاف کرے۔

ایک دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بازاروں میں گشت کے لیے نکلے‘ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولؤلؤ آپ سے ملا‘ وہ نصرانی تھا‘ اس نے کہا: امیر المؤمنین! مغیرہ بن شعبہ کے معاملے میں میری مدد کریں‘ ان کا میرے ذمے بہت سا خراج ہے۔

آپ نے فرمایا: کتنا خراج ہے؟ کہنے لگا: روزانہ دو درہم۔ آپ نے پوچھا: تمہارا پیشہ کیا ہے؟ بولا: نجاری‘ نقاشی اور آہن گری‘ آپ نے فرمایا: میرے خیال میں تیرے پیشوں کے لحاظ سے تو تیرا خراج زیادہ نہیں‘ مجھے پتا چلا ہے کہ تو کہتا ہے: اگر میں چاہوں کہ ایسی چکی بناؤں جو ہوا کے زور سے چلے تو میں ایسا کر سکتا ہوں۔

اس نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا: میرے لیے ایسی چکی بنا دے۔

اس نے کہا: اگر میں سلامت رہا تو آپ کے لیے ایسی چکی بناؤں گا جس کے بارے میں مشرق و مغرب کے لوگ باتیں کریں گے‘ پھر وہ چل دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابھی اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے‘ پھر آپ اپنے گھر کی طرف چلے گئے‘ جب اگلا دن آیا تو حضرت کعب احبار آپ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المؤمنین! یقین رکھیں آپ تین دن کے اندر اندر وفات پا جائیں گے۔

فرمایا: آپ کو کیسے پتا چلا؟

کعب احبار: میں اسے اللہ عزوجل کی کتاب تورات میں پاتا ہوں۔

حضرت عمر: سبحان اللہ! آپ تورات میں عمر بن الخطاب کو پاتے ہیں۔

کعب احبار: یقیناً نہیں! لیکن آپ کی صفت اور حلیہ اس میں پاتا ہوں اور بلاشبہ آپ کی مدتِ حیات ختم ہو چکی ہے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی درد والم محسوس نہیں کر رہے تھے۔

جب اگلا دن آیا تو کعب احبار آئے اور کہا: اے امیر المؤمنین! ایک دن گزر گیا اور دو دن باقی رہ گئے ہیں' پھر اگلے دن وہ آپ کے پاس آئے اور کہا: دو دن گزر گئے اور ایک دن اور ایک رات باقی رہ گئی اور یہ رات آپ کے لیے صبح تک ہے۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے اور آپ صفوں میں کچھ آدمی متعین کر دیتے تھے' پس جب صفیں برابر ہو گئیں تو آپ نے اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دی اور ابولؤلؤ لوگوں میں داخل ہو گیا' اس کے ہاتھ میں دو سروں والا خنجر تھا' اس کا دستہ درمیان میں تھا۔ ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خنجر کے چھ وار کیے' ان میں ایک آپ کی ناف کے نیچے لگا اور اس نے آپ کا کام تمام کر دیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہتھیار کی گرمی محسوس کی تو گر پڑے اور کہا: کیا لوگوں میں عبدالرحمٰن بن عوف ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں! اے امیر المؤمنین! یہ ہیں وہ' فرمایا: آگے آؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑے رہے' پھر آپ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔

آپ نے فرمایا: میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو عربوں جو کہ بلاشبہ اسلام کا سرمایہ ہیں' کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے صدقات سے حق لے کر ان کے فقراء کو دیا جائے' میں اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرے' اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟ میں نے اپنے بعد والے خلیفہ کو مفلس چھوڑا' اے عبداللہ بن عمر! باہر نکل کر دیکھو کہ کس نے مجھے قتل کیا؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: وہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولؤلؤ ہے۔ فرمایا: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھوں میں نہ رکھی کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو ایک بھی سجدہ کیا ہو۔

Marfat.com

اے عبداللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے گزارش کرو کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت عنایت فرمائیں۔ اے عبداللہ! اگر (خلیفہ کے انتخاب میں) لوگوں میں اختلاف ہو تو زیادہ تعداد والوں کے ساتھ ہو جانا اور اگر وہ تین تین ہو جائیں تو اس گروہ کی پیروی کرنا جس میں حضرت عبدالرحمٰن ہوں' اے عبداللہ! اب لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔

مہاجرین و انصار آپ کو سلام کرتے ہوئے آپ کے پاس آنے لگے اور آپ فرما رہے تھے: کیا (میرا قاتل) تمہارے کسی گروہ سے تھا؟

انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ! اور حضرت کعب بھی لوگوں میں داخل ہوئے' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو فرمایا:

فـاوعـدنـی کـعـب ثـلاثـا اعـدهـا ولا شك ان القـول ما قال لی کعب

"کعب نے مجھے تین دن کی دھمکی دی' میں انہیں شمار کر رہا ہوں اور اس میں شک نہیں کہ بات وہی ہے جو کعب نے مجھ سے کہی"۔

ومـا بـی حـذار الموت انی لمیت ولـکـن حـذار الذنب یتبعه الذنب

"مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں بلاشبہ میں تو مرنے ہی والا ہوں لیکن پے در پے گناہوں کا مجھے ڈر ہے"۔

پھر آپ کی روح پرواز کر گئی' رحمہ اللہ تعالیٰ! پس اے وہ ہستی جس نے اپنے بعد والے خلفاء کو تھکا دیا' آپ اس محل کی طرف تشریف لے چلئے جو آپ کا انتظار کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ابوحفص (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے! بخدا! آپ اسلام کے مددگار' یتیموں کا ماویٰ' ایمان کا محل' کمزوروں کی پناہ گاہ' نیک لوگوں کا قلعہ' مخلوق کے لیے محفوظ مقام اور لوگوں کے مددگار تھے۔ اللہ کے حق کے ساتھ صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے کھڑے ہو گئے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا' آپ نے ملک فتح کیے' گوشے گوشے میں' گھاٹ گھاٹ میں' پہاڑوں میں' کونے کونے میں اور علاقے علاقے میں یادِ الٰہی کی شمع روشن کی اور بے حیائی کی باتوں کے وقت آپ بڑے باوقار ہوتے تھے' تنگ دستی اور خوش حالی میں بڑے شکر گزار تھے' ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہنے والے

Marfat.com

تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کے پیچھے قیامت کے دن تک لعنت لگا دی۔

فمن یباری ابا حفص وسیرته او من یحاول للفاروق تشبیها

''کون ہے جو ابوحفص اور ان کی سیرت کا مقابلہ کر سکے یا کون ہے جو فاروقِ اعظم کے ساتھ مشابہت کا ارادہ کرے''۔

فی طی شدته اسرار رحمته للعالمین ولکن لیس یفشیها

''آپ کی شدت کے پس پردہ تمام جہانوں کے لیے آپ کی رحمت کے اسرار پوشیدہ تھے لیکن آپ انہیں ظاہر نہیں کرتے تھے''۔

وبین جنبیه فی اوخی صرامته فؤاد والدة ترعی درایسها

''اور آپ کے دونوں پہلوؤں کے درمیان انتہائی پختہ عزم والا ایسی والدہ کا دل تھا جو اپنے بچوں پر نظر شفقت کرنے والی ہوتی ہے''۔

اغنت عن الصارم المصقول درته فکم اخافت غویّ النفس عایتها

''آپ کے دُرّے نے تیز تلوار سے بے پرواہ کر دیا اور کتنے سرکشوں کو ان کے نفس کی سرکشی پر ڈرا دیا''۔

اے ابوحفص[1]! عظیم قدرت والے بادشاہ کے پاس مقامِ بلند کی طرف آپ کی روانگی ہے۔

---

[1] ان کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد' ج ۲ ص ۲۰۱۔۲۸۷' صفۃ الصفوۃ' ج ۱ ص ۸۳۔۸۹' الکامل فی التاریخ' ج ۳ ص ۹' الاصابہ لابن الحجر: ۶۳۶ ۵۷

Marfat.com

(۳) ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

.... جو شخص بئر رومہ کو خرید کر سب کے لیے عام کر دے' اس کے لیے جنت ہے۔

.... انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو' اس مصیبت کے بعد جو انہیں پہنچے گی۔[1]

یہ معصوم (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوتِ اسلامی کی تحریک کا نتیجہ تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے قصے کو راوی ہمیشہ بیان کرتے رہے اور وہ یہ ہے کہ جب زمانۂ جاہلیت میں حضرت عثمان کو پتہ چلا کہ (سیّدنا) محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی بیٹی رقیہ کا اپنے چچازاد بھائی یعنی ابولہب کے بیٹے سے نکاح کر دیا ہے تو انہیں شدید ندامت ہوئی کیونکہ ابولہب کے بیٹے کا حضرت رقیہ سے رشتہ مناسب نہ تھا اور اس نے حضرت رقیہ کے خُلقِ رفیع اور عالی نسب گھرانے سے کوئی حصہ نہ پایا تھا۔

حضرت عثمان حالتِ غم میں اپنے گھر والوں کے ہاں داخل ہوئے تو ان کے ہاں اپنی خالہ سعدیٰ بنت کریز کو پایا جو کہ محتاط' عقل مند اور معمر خاتون تھیں' انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غم دور کیا اور آپ کو ایک ایسے نبی کے ظہور کی خوش خبری دی جو بتوں کی پوجا کو باطل ٹھہراتا ہے اور واحد دیان (اکیلے بدلہ لینے والے/محاسبہ کرنے والے) کی طرف بلاتا ہے اور انہوں نے آپ کو اس نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین قبول کرنے کی رغبت دلائی اور انہوں نے آپ کو یہ بھی خوش خبری دی کہ آپ عنقریب وہ کچھ پالیں گے جس کے آپ متلاشی ہیں۔

حضرت عثمان کہتے ہیں: میں اپنی خالہ کی باتوں میں غور و فکر کرتے ہوئے چل پڑا۔ میں حضرت ابوبکر سے ملا اور جو کچھ میری خالہ نے مجھ سے کہا تھا' اس کے بارے میں ان سے بات کی۔

---

[1] صحیح البخاری: ۳۶۷۴ کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

حضرت ابوبکر نے فرمایا: اے عثمان! اللہ کی قسم! آپ کی خالہ نے آپ کو جو بھلائی کی خوش خبری دی ہے' اس بارے میں وہ سچی ہیں۔ آپ عقل مند اور صائب الرائے آدمی ہیں' آپ سے حق پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور نہ ہی حق آپ کے ہاں باطل کے ساتھ مشتبہ ہو سکتا ہے۔

پھر انہوں نے مجھ سے کہا: یہ بت کیا ہیں جن کی ہماری قوم پوجا کرتی ہے؟

کیا یہ بہرے پتھر نہیں کہ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں؟

میں نے کہا: ہاں!

حضرت ابوبکر: اے عثمان! آپ کی خالہ نے جو کچھ کہا' وہ درست ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول کو جس کا انتظار تھا' بھیج دیا ہے اور اسے ہدایت اور حق کے دین کے ساتھ سارے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت عثمان: وہ کون ہیں؟

حضرت ابوبکر: وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔

حضرت عثمان: صادق وامین؟[1]

حضرت ابوبکر: ہاں! آپ وہی ہیں۔

حضرت عثمان: کیا آپ مجھے اپنے ساتھ ان کے پاس لے چلیں گے؟

حضرت ابوبکر: ہاں! اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے۔

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے دیکھا تو فرمایا: اے عثمان! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت قبول کر لو' بے شک میں تمہاری طرف بالخصوص اور اللہ کی باقی مخلوق کی طرف بالعموم رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: اللہ کی قسم! ابھی میری آنکھیں آپ کو دیکھنے سے بھری نہیں تھیں اور نہ ہی میں نے آپ کی گفتگو (مکمل طور پر) سنی تھی کہ مجھے آپ کا یقین ہو گیا اور میں نے آپ کی رسالت کی تصدیق کر دی' پھر میں نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

قبول اسلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی کہ عتبہ بن ابی لہب نے

---

[1] صادق وامین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ لقب ہے' جس سے آپ بعثت سے پہلے ہی مشہور تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کینے، حسد اور ناپسندیدگی کی وجہ سے آپ کی بیٹی حضرت رقیہ کو طلاق دے دی ہے۔

جونہی حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کی طلاق کی خبر سنی، آپ بہت ہی خوش ہوئے اور جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت رقیہ کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے حضرت رقیہ کی شادی کر دی اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے حضرت رقیہ کو دلہن بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریش میں سب سے زیادہ خوبرو تھے اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی حسنِ صورت اور رنگت میں حضرت عثمان کے مماثل تھیں اور جب انہیں دلہن بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تو کہا گیا: خوب صورت جوڑا جسے کسی انسان نے دیکھا ہو وہ رقیہ اور عثمان کا جوڑا ہے۔

حضرت عثمان نے جب اسلام قبول کیا تو اپنی سابقہ فضیلت اور کثیر نیکیوں کے باوجود اپنی قوم کی اذیتوں سے محفوظ نہ رہے۔

آپ کے چچا حکم پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ بنی عبد شمس کا ایک نوجوان قریش کے دین سے پھر جائے اور اس پر یہ بات بڑی گراں گزری تو اس نے اور اس کے دیگر ساتھیوں نے حضرت عثمان کو سخت ترین سزا دی، انہوں نے آپ کو پکڑ لیا اور رسیوں سے جکڑ دیا، اور کہا: کیا تو اپنے آباء واجداد کے دین سے روگردانی کرتا ہے اور نئے دین میں داخل ہوتا ہے؟ اللہ کی قسم! جب تک تو اس دین کو چھوڑے گا نہیں، میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اپنا دین کبھی نہیں چھوڑوں گا اور جب تک میرا رشتۂ حیات قائم ہے، میں اپنے نبی (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جدا نہیں ہوں گا، آپ کا چچا حکم آپ کو تکلیف دیتا رہا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دین میں پختہ ہوتے گئے اور اپنے عقیدے کو مضبوطی سے تھامے رہے یہاں تک کہ آپ کا چچا آپ سے مایوس ہو گیا، اس نے آپ کو آزاد چھوڑ دیا اور آپ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ آپ کی آزمائش شدت اختیار کر گئی اور آپ اپنا دین لے کر فتنوں سے (بچنے کے لیے) چل دیئے، تو حضرت لوط علیہ السلام کے بعد آپ سب سے پہلے فرد

Marfat.com

ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کی کیونکہ آپ مہاجرین میں سب سے پہلے ہیں، جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے ساتھ سرزمینِ مکہ کی طرف واپس لوٹ آئے تاکہ مدینہ منورہ کی طرف دوسری ہجرت کریں۔

آپ نے تمام اسلامی غزوات میں شرکت کی اور کسی غزوہ میں پیچھے نہ رہے سوائے غزوۂ بدر کے کیونکہ اس وقت آپ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے مشغول تھے۔

جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ بدر سے واپس تشریف لائے تو آپ کو پتہ چلا کہ آپ کی بیٹی واصل جنت ہو چکی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیٹی کی وفات پر غم زدہ ہو گئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غم گساری کی اور اپنی بیٹی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی ان سے شادی کر دی۔ اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کا لقب دیا گیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ پہلی ہستی ہیں جنہیں نبی کی دو بیٹیوں سے نکاح کی سعادت حاصل ہوئی جیسا کہ آپ کو غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں کے ساتھ (مالِ غنیمت) سے حصہ بھی دیا گیا۔

خدمتِ اسلام کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوششیں اور جان و مال خرچ کرنا جاری رہا۔ مثال کے طور پر اسی واقعہ کو لیجئے کہ جب رومیوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے تیاری کی اور یہ جنگ اس وقت پیش آئی جبکہ گرمی شدید تھی اور مسلمانوں کے پاس اسلحہ اور مال و دولت کی کمی تھی یہاں تک کہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔

اس وقت (حضرت محمد) مصطفیٰ علیہ ازکی الصلوٰۃ والسلام منبر پر جلوہ گر ہوئے اور مسلمانوں کو خرچہ اور عطیات پیش کرنے کی رغبت دلائی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ذمے جھولوں اور پالانوں سمیت سو اونٹ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ چمک اٹھا، اور فرمایا: آج کے بعد عثمان جو کچھ بھی کرے اس کے لیے نقصان دِہ نہیں ہوگا، آج کے بعد عثمان جو کچھ بھی

Marfat.com

کرے اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہوگا۔[1]

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا' حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کہتے ہیں: جب جیش العسرۃ (تنگی والے لشکر) کی تیاری ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی آستین میں ہزار دینار لائے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پھیلا دیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دیناروں کو اپنی جھولی میں اُلٹ پلٹ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں: آج کے بعد عثمان جو کچھ بھی کرے' اس کو نقصان نہیں دے گا۔[2]

تاریخ آپ کے اس عظیم کارنامے کو نہیں بھلا سکتی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل مدینہ منورہ میں ایک کنواں تھا جسے بئر رومہ کہا جاتا تھا' اس کا پانی مدینہ منورہ کے تمام کنوؤں سے زیادہ میٹھا تھا' کوئی بھی قیمت دیئے بغیر اس کا پانی نہیں پی سکتا تھا اور اس کا مالک ایک یہودی تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلمان تھا۔ جب مسلمانوں کو مشکل پیش آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بئر رومہ خرید کر وقف کر دے' اس کے لیے جنت ہے۔[3]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنت کمانے کے لیے چل دیئے اور آپ نے پینتیس ہزار درہم اور ایک قول کے مطابق بیس ہزار درہم میں کنواں خرید لیا اور اسے امیر' غریب' مسافر سب کے لیے وقف کر دیا۔

خلافت فاروقی میں لوگوں کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا جس نے سبز و خشک ہر چیز کو ختم کر کے رکھ دیا یہاں تک کہ شدتِ قحط کی وجہ سے اس سال کو ہلاکت کے سال کا نام دیا گیا' اور جب مسلمانوں کی تکلیف زیادہ ہوگئی اور کلیجے مونہوں کو آ گئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! آسمان نے بارش نہیں برسائی' زمین نے کچھ اُگایا نہیں اور لوگ ہلاکت کے قریب ہو گئے ہیں' اب ہم کیا کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایسے چہرے کے ساتھ دیکھا جسے غم نے نچوڑ کر رکھ دیا تھا اور فرمایا: صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو' مجھے امید ہے کہ شام سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ تمہاری

---

[1] رواۃ الترمذی واحمد

[2] رواہ الترمذی وقال حسن غریب۔

[3] رواہ البخاری: ۲۷۷۸' کتاب الوصایا' باب اذا وقف ارضًا او بئرًا

Marfat.com

تکلیف دور کر دے گا۔

جب دن کا آخری وقت آیا تو یہ باتیں پھیل گئیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ایک تجارتی قافلہ شام سے آ رہا ہے اور وہ صبح کے قریب مدینہ پہنچے گا۔

ابھی نمازِ فجر ادا نہیں ہوئی تھی کہ لوگ گروہ در گروہ قافلے کے استقبال کے لیے جلدی سے چل دیئے۔ تاجر اس قافلے پر جھپٹنے کے لیے چل پڑے' یہ قافلہ ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا جو گندم' روغنِ زیتون اور کشمش سے لدے ہوئے تھے۔

اونٹ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئے اور نوکروں نے ان کے اوپر سے سامان اتارنا شروع کر دیا۔

تاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے ابو عمرو! اپنا سامان ہمارے ہاتھوں بیچ دیجئے۔

حضرت عثمان: محبت اور عزت کے ساتھ' لیکن تم مجھے میری خرید پر کتنا نفع دو گے؟

تاجر: ہم آپ کو ایک درہم کے بدلے دو درہم دیں گے۔

حضرت عثمان: مجھے اس سے زیادہ نفع دیا گیا ہے۔ تاجروں نے قیمت اور بڑھادی۔

فرمایا: مجھے اس سے بھی زیادہ نفع دیا گیا ہے۔ انہوں نے اور اضافہ کر دیا۔

حضرت عثمان: مجھے اس سے بھی زیادہ نفع دیا گیا ہے۔

تاجر: اے ابو عمرو! مدینہ میں ہمارے سوا کوئی تاجر نہیں اور ہم سے پہلے آپ کے پاس کوئی آیا بھی نہیں تو پھر کون ہے جس نے آپ کو ہم سے زیادہ نفع دیا ہے؟

حضرت عثمان: اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک درہم کے بدلے میں دس درہم عطا فرمائے ہیں' کیا تمہارے پاس اس سے زیادہ ہیں؟

تاجر: اے ابو عمرو! نہیں!

حضرت عثمان: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ ان اونٹوں نے جو کچھ اُٹھایا ہوا ہے' وہ میں نے فقیر مسلمانوں پر صدقہ کر دیا' میں کسی سے درہم چاہتا ہوں نہ دینار' میں تو صرف اللہ کا ثواب اور اس کی رضا چاہتا ہوں۔

جب خلافت حضرت ذوالنورین کے سپرد کی گئی تو لوگوں کی زندگی بھلائی اور خوش حالی

Marfat.com

کے ساتھ مزیدار ہوگئی لیکن بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تو انہوں نے شکر ادا نہ کیا اور ایسے کاموں پر آپ سے ناراض ہوئے جو آپ کے غیروں نے کیے تھے اور ایسے اُمور پر آپ کو ملامت کی کہ آپ کے علاوہ کوئی اور کرتا تو وہ قبول کر لیتے۔

اور اسلام کے دشمنوں نے جو اس پر غلبہ چاہنے والے تھے' نے فتنے کی آگ کو بھڑکانے کے لیے اور اس متقی' پاکیزہ' شرم وحیاء والے اور ظاہراً و باطناً حکمران بننے کے اہل (حضرت عثمان) رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکوک وشبہات ڈالنے کے لیے آپ پر کیچڑ اچھالنی شروع کر دی۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خلیفہ کا ان کے گھر میں محاصرہ کر لیا گیا اور آپ کا کھانا پانی بند کر دیا گیا بلکہ وہ لوگ مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی میں بھی آپ کے سامنے رکاوٹ بن گئے' سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے' وہ چاہتے تھے کہ امیر المؤمنین کا دفاع کریں لیکن آپ رضوان اللہ علیہ نے اپنا خون بہائے جانے کو اس بات پر ترجیح دی کہ آپ کے دفاع میں مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

آپ نے ان صحابہ کرام سے فرمایا: جس پر میرا حق ہے میں اسے قسم دیتا ہوں کہ وہ اپنا ہاتھ روک لے۔

اور آپ نے اپنے غلاموں سے فرمایا: تم میں سے جو اپنی تلوار کو میان میں ڈال لے' وہ آزاد ہے۔

بہترین لمحات میں سے ایک لمحے میں خلیفۂ صالح (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) پر نیند طاری ہوگئی' آپ نے سیّد البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: اے عثمان! آج رات ہمارے ہاں افطار کرنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ وہ اپنے نبی سے ملنے والے ہیں اور اپنے رب سے ملاقات کے لیے جانے والے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخرت کے لیے تیاری کی' آپ نے روزے کی حالت میں صبح کی' بیس غلام آزاد کیے اور آپ نے ایک لمبا پاجامہ منگوایا اور اسے پہن لیا تا کہ جب خون بہانے والے ظالم آپ کو شہید کریں تو آپ کا ستر کھل نہ جائے۔

اپنی شہادت کے دن آپ اپنے محاصرہ کرنے والوں کی طرف نکلے اور کہا: میں تمہیں

Marfat.com

اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اپنے مال سے بئرِ رومہ خریدا' پھر میں نے اپنی رسّی مسلمانوں کی رسّی کی طرح کر دی؟[1]

انہوں نے کہا: ہاں!

فرمایا: پھر تم کیوں مجھے اس کا پانی پینے سے روکتے ہو؟ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے فلاں فلاں زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دی؟

جواب ملا: ہاں!

آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مجھ سے قبل کسی شخص کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہو؟ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے اللہ کے نبی (حضرت محمد) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا؟ لیکن ان لوگوں کے دلوں پر تو مہر لگ چکی تھی' پس وہ کچھ نہیں سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے مظلوم خلیفہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ایکا کر لیا تھا' پس انہوں نے آپ کو شہید کر دیا' اس حال میں کہ مصحف آپ کے سامنے تھا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر خون بہہ گیا:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُO (البقرہ: ۱۳۷)

تو کافی ہو جائے گا آپ کو ان کے مقابلے میں اللہ' اور وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہےO

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق! اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو گیا۔ اے وہ ہستی جس سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے! اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو گیا۔[2]

---

[1] یعنی میں نے اپنے آپ کو تم سے ممتاز نہ کیا اور اس کنویں سے اپنی ذات کے لیے کوئی حصہ خاص نہ کیا۔

[2] آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۹۔۶۱' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۵' صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۱۲' اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۷۶

Marfat.com

(٤) درویشِ اُمت
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

.... انہیں اجازت دے دو اور نہیں جنت کی بشارت دے دو۔[1] یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمائی۔

محمد النبی اخی وصھری   وحمزة سیّد الشھداء عمی

''محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو نبی ہیں وہ میرے بھائی اور قرابت دار ہیں اور سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں''۔

وجعفر الذی یمسی ویضحی   یطیر مع الملئکة ابن امی

''اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ محوِ پرواز رہتے ہیں' وہ میرے ماں جائے ہیں''۔

وبنت محمد سکنی وعرسی   مسوط لحمھا بدمی ولحمی

''اور محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بیٹی (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) میری راحت اور اہلیہ ہیں' ان کا گوشت' میرے خون اور گوشت کے ساتھ ملا ہوا ہے''۔

وسبطا احمد والدای منھا   فایکم لہ سھم کسھمی

''اور ان سے میرے دو بیٹے احمد (مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نواسے ہیں' پس تم میں سے کون ہے جس کا حصہ میرے حصے جیسا ہو''۔

سبقتکم الی الاسلام طرا   صغیرا ما بلغت اوان حلمی[2]

''میں نے بچپن میں جبکہ میں بلوغت کو نہیں پہنچا تھا تم سب سے (قبولِ) اسلام کی طرف سبقت کی''۔

---

[1] رواہ البخاری: ٣٦٧٤

[2] البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ١٠٢٩

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی بت کو سجدہ نہ کیا' سب سے پہلا سجدہ جو آپ نے کیا وہ اللہ رب العالمین ہی کو کیا' اسی وجہ سے ان کے لیے کہا جاتا ہے:

''کرم اللہ وجھہ'' اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو معزز بنایا۔

آپ کے قبولِ اسلام کا واقعہ بہت چھوٹی عمر میں پیش آیا کہ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی اور آپ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نبی ﷺ کے بعد مطلقاً سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔

قبولِ اسلام کے بعد آپ علمِ نبوی ﷺ سے سیراب ہونے لگے' پس آپ نے مربی اعظم ﷺ کے گھر میں پرورش پائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے پہلا امتحان یہ تھا کہ آپ سے ہجرت کی رات مطالبہ کیا گیا کہ اپنی روح اور جسم رسول اللہ ﷺ پر فدا کرنے کے لیے فروخت کر دیں' وہ اس طرح کہ آپ ﷺ کے بستر پر سوئیں اور آپ کی چادر اوڑھ لیں' پس اس کم عمر فدائی ہی کی یہ شان تھی کہ اس نے کم عمر فدائی کے لقب سے ملقب ہو کر اپنے ایمان کی قوت اور اس کی مضبوطی کا ثبوت فراہم کیا' گویا کہ آپ کہہ رہے تھے: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! بلکہ یارسول اللہ! میری جان بھی آپ پر فدا ہو جائے!

قلم اس ممتاز ہیرو کے نمایاں بہادرانہ کارناموں کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے لیکن اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان میں چند ایک بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر اس واقعہ کو لیجیے کہ غزوۂ بدر الکبریٰ کے دن مشرکین کے لشکر سے عتبہ بن ربیعہ نکلا' وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید سے آگے آیا' جب وہ دونوں صفوں کے درمیان میں آگئے تو انہوں نے مقابلے کی دعوت دی۔ تین انصاری ان کے مقابلے میں نکلے: عوف بن الحارث' معوذ بن الحارث (عفراء کے دو بیٹے) اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم۔

انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟

بولے: انصار کا ایک گروہ۔ انہوں نے کہا: ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں' اور ان میں سے ایک نداء دینے والے نے نداء دی: اے محمد! ہمارے مقابلے میں ہماری قوم کے ہم پلہ

نکالئے۔

حکم ملا: اے عبیدہ بن حارث! کھڑے ہو جاؤ! اے حمزہ! کھڑے ہو جاؤ! اے علی! کھڑے ہو جاؤ! جب یہ ان مشرکین کے قریب ہوئے تو انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ حضرت عبیدہ نے کہا: عبیدہ' حضرت حمزہ نے کہا: حمزہ' اور حضرت علی نے کہا: علی۔

انہوں نے کہا: معزز ہم پلہ' پس حضرت عبیدہ جو سب سے عمر رسیدہ تھے نے عتبہ سے حضرت حمزہ نے شیبہ سے اور حضرت علی نے ولید بن عتبہ سے مقابلہ کیا' حضرت علی نے ولید کو فوراً قتل کر دیا' حضرت حمزہ نے اسی وقت شیبہ کو قتل کر دیا' البتہ عبیدہ اور عتبہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے' ہر ایک نے دوسرے پر سخت حملہ کیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے پلٹ کر اپنی تلواروں کے ساتھ عتبہ پر حملہ کیا اور اس کے قتل کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ انہوں نے اپنے ساتھی (عبیدہ) کو اٹھایا اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے پاس لے آئے' رضی اللہ عنہم[1]

یومِ خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت ہی بڑا حصہ پایا اور بڑا ہی بلند درجہ حاصل کیا۔ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا۔

لوگوں نے رات اسی ادھیڑ بن میں گزاری کہ دیکھیں جھنڈا ان میں سے کس کو دیا جاتا ہے' جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' ان میں سے ہر ایک امیدوار تھا کہ جھنڈا اُسے دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟

لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

فرمایا: اسے بلواؤ! جب حضرت علی حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی' وہ فوراً شفاء یاب ہو گئے گویا کہ انہیں کوئی درد تھا ہی نہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان کے ساتھ اتنا لڑوں گا کہ وہ ہماری مثل

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۲۔ ۲۷۳ بتصرف فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۹' زاد المعاد ج ۳ ص ۱۷۹

ہو جائیں (مسلمان ہو جائیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی نرمی سے ہی چلو' یہاں تک کہ جب ان کے میدان میں اترو تو انہیں اسلام کی طرف دعوت دو اور اللہ کے ان پر جو حقوق واجب ہیں وہ انہیں بتاؤ' اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بہتر ہے۔[1]

اس کے بعد اس بہادر نے جھنڈا پکڑا اور میدانِ جنگ کی طرف چل پڑا تو اس نے اپنے سامنے یہود کے ہیرو مرحب کو پایا جو اپنی تلوار لہرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

قد علمت خیبر انی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرب

اذ الحروب اقبلت تلهب

''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں' ہتھیاروں سے لیس' بہادر' آزمودہ' جب لڑائی کی آگ بھڑکنے لگتی ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور آپ یوں گویا تھے:

انا الذی سمتنی امی حیدرة[2]　　کلیث غابات کریه المنظرة

او فیهم بالصاع کیل السندرة

''میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے' جو جنگلوں کے شیر کی طرح رعب اور دبدبے والا ہے' میں لوگوں کے ایک صاع کے بدلے میں بڑا پیمانہ دیتا ہوں''۔

پھر حضرت علی نے مرحب کو ایک ضرب لگائی' اس کا سر چیر دیا اور اسے قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں فتح دی۔[3]

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور کسی غزوہ میں بھی پیچھے نہ رہے سوائے غزوۂ تبوک کے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول

---

1. اخرجہ البخاری فی المناقب: ۳۷۰۱' باب مناقب علی رضی اللہ عنہ
2. حیدرة: شیر کا نام' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ولادت کے وقت ابتداءً اسد نام رکھا گیا تھا اور مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اسے شیر ہلاک کر رہا ہے۔
3. اخرجہ مسلم فی الجہاد' باب غزوة ذی قرد' واخرجہ احمد' ج ۵ ص ۳۵۸

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ مدینہ میں بطور نائب رہیں لیکن ایک بڑے بہادر کے لیے اس طرح کا مطالبہ عجیب وغریب تھا' پس آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا یہ حکم میری کسی کوتاہی کی وجہ سے ہے؟ اور آپ نے عرض کیا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو یہی شان تھی کہ ایک بہادر جنگجو کو ایسا جواب نہ ارشاد فرماتے جو اس کے دل میں کھٹکتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے' لیکن فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔[1]

آپ کو کتنا عظیم حصہ ملا! بلاشبہ آپ کو ایسا انوکھا حصہ ملا جس کی کوئی مثال ہی نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ میں قدر و منزلت' احترام اور تعظیم کی جگہ پر تھے اور جب آپ خلیفہ بنے تو آپ نے ناپسندیدگی اور ناگواری کے باوجود اسے قبول کیا' پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پالیسی اپنائی۔ جس طرح حضرت عمر نے دُرّہ اٹھایا تھا' ایسے ہی آپ نے دُرّہ اٹھایا اور زہد' خوف' عدل' ورع' گریہ وزاری اور فیصلہ کرنے میں ان کی مشابہت اختیار کی۔

پس آپ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ٹکر کے آدمی تھے۔

آیئے! ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس عادلانہ طرزِ عمل کے بارے میں بھی خاموشی سے سنیں:

شعبی کا بیان ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے اپنی زرہ ایک عیسائی کے پاس پائی' آپ اس سے جھگڑا کرتے ہوئے اسے قاضی شریح کے پاس لے آئے' حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی شریح کے پاس آئے اور کہا: یہ زرہ میری زرہ ہے' نہ یہ میں نے بیچی نہ تحفۃً دی۔

شریح نے عیسائی سے کہا: امیر المؤمنین جو کچھ فرما رہے ہیں تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

عیسائی: زرہ میری ہے اور امیر المؤمنین بھی میرے نزدیک جھوٹے نہیں ہیں' قاضی

[1] صحیح البخاری: ٤٤١٦' کتاب المغازی' باب غزوة تبوك.

Marfat.com

شریح حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟

حضرت علی ہنس دیئے اور فرمایا: شریح حق بجانب ہیں، میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔

قاضی شریح: کیا کوئی گواہ ہے؟

حضرت علی: میرے ساتھ میرا بیٹا حسن ہے۔

شریح: وہ آپ کے لیے گواہی نہیں دے سکتے۔

حضرت علی: کیا آپ نے حضرت عمر کی یہ بات نہیں سنی، ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

قاضی شریح: (اس بشارت کے باوجود) یہ درست نہیں کہ آپ کا بیٹا آپ کے حق میں گواہی دے۔

شریح نے عیسائی کے حق میں زرہ کا فیصلہ کر دیا۔

عیسائی نے زرہ لے لی، چند قدم چلا، پھر واپس لوٹ آیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کام انبیائے کرام کے ہیں، امیر المؤمنین مجھے اپنے قاضی کے پاس لے جائیں اور انہیں کے خلاف فیصلہ ہو جائے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں، اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! یہ زرہ آپ ہی کی ہے، جب آپ صفین کی طرف جا رہے تھے تو میں لشکر کے پیچھے چلا اور آپ کے خاکستری اونٹ سے یہ زرہ نکال لی۔[1]

علوی عدل کے مناظر میں سے یہ آخری منظر ہے کہ جعدہ بن جبیرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: امیر المؤمنین! آپ کے پاس دو شخص آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو آپ اس کے اہل اور مال سے بھی پیارے ہیں اور دوسرا اگر آپ کو ذبح کرنے کی طاقت رکھتا تو آپ کو ذبح کر دیتا تو آپ ایک کے حق میں اور دوسرے کے خلاف فیصلہ کریں گے؟

راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مکہ مارا اور کہا: اگر یہ بات مجھ سے تعلق رکھتی ہوتی تو میں اس کا فیصلہ کرتا مگر یہ تو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتی

[1] اس میں ایک راوی جابر جعفی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

Marfat.com

ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بازاروں میں اکیلے ہی چلا کرتے تھے اور آپ ایسے خلیفہ تھے کہ راستہ بھولے ہوئے کی راہنمائی کرتے' کمزور کی مدد کرتے اور آپ خرید وفروخت کرنے والے اور سبزی فروش کے پاس سے گزرتے تو ان پر قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرماتے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا. (القصص: ۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم مخصوص کردیں گے اس (کی نعمتوں) کو ان لوگوں کے لیے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی اور نہ فساد برپا کرنے کی۔

پھر آپ فرماتے: یہ آیت کریمہ حکمرانوں میں سے اہل عدل وتواضع اور تمام لوگوں میں سے اصحابِ قدرت کے بارے میں نازل ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی۔ آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ تو نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے۔

اس نے کہا: میں نے تو ایسا نہیں کیا۔

حضرت علی نے فرمایا: اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو میں تیرے خلاف دعا کرتا ہوں۔

اس نے کہا: کیجئے!

آپ نے اس کے خلاف دعا کردی' ابھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا نہیں تھا کہ اندھا ہوگیا۔

ابو یکین کا بیان ہے کہ میں اور میرا ماموں ابوامیہ مراد قبیلے کی ایک حویلی کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا: تم اس حویلی کو دیکھ رہے ہو؟

میں نے کہا: ہاں!

اس نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حویلی کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اسے بنا رہے تھے' اس کا ایک ٹکڑا آپ پر گرا اور آپ کے سر کو زخمی کردیا۔ آپ نے اللہ کے حضور دعا کی کہ اس کی تعمیر مکمل نہ ہو۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵-۶

Marfat.com

راوی کا بیان ہے کہ اس پر کوئی اینٹ نہ رکھی گئی (یعنی وہ نامکمل ہی رہ گئی)۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں بھی اس کے پاس سے گزرنے والوں میں سے ہوں' وہ دیگر حویلیوں کی مانند نہیں۔

ابوبشیر شیبانی نے کہا کہ میں اپنے آقا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوا' میں نے اس دن سے بڑھ کر کلائیوں اور پاؤں کے الگ ہونے والا دن کبھی نہیں دیکھا اور جب بھی میں ولید کے گھر کے پاس سے گزرا تو مجھے جنگ جمل کا دن یاد آ گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے حکم بن عیینہ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن دعا کی: اے اللہ! ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑ لے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قدر زاہد تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب تمام لوگوں سے بڑھ کر زاہد ہیں۔

مجمع بن سلیمان التیمی کہتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر بازار کی طرف نکلے اور فرمایا: کون ہے جو مجھ سے میری یہ تلوار خرید لے؟ اگر میرے پاس چار درہم بھی ہوتے جن سے میں چادر خرید سکتا تو اسے نہ بیچتا۔[1]

ایک آدمی حضرت علی کے پاس حاضر ہوا' آپ ایک مخملی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور سردی سے کانپ رہے تھے۔ اس آدمی نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اس مال میں آپ کا اور آپ کے گھر والوں کا حصہ مقرر کیا ہے اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں!

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے مال سے کچھ لے کر اس میں کمی نہیں کروں گا' اور یہ وہ چادر ہے جسے میں لے کر اپنے گھر سے نکلا تھا۔

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ ایک دراز گوش پر سوار ہوئے اور آپ نے اپنے دونوں پاؤں ایک ہی طرف لٹکا لیے' پھر فرمایا: میں وہ ہوں جس نے دنیا کو حقیر سمجھا۔

ابوغصین کے ایک غلام کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ باہر نکلے اور ایک بزاز کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ کے پاس سنبلانی قمیص ہے؟ اس نے ایک قمیص نکال کر آپ کو دی۔ آپ نے پہنی تو وہ آپ کی پنڈلیوں کے نصف تک تھی۔ آپ

---

1. البدایہ والنہایہ' ج ۸ ص ۴-۵

Marfat.com

نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور فرمایا: میرے خیال میں یہ اچھی ہے' اس کی قیمت کیا ہے؟

بزاز نے کہا: اے امیر المؤمنین! چار درہم' آپ نے اپنی چادر کھول کر اس سے درہم نکال کر اسے دے دیئے اور چل دیئے۔

اے ابوالحسن! آپ کی شان کے کیا کہنے!

بہادرانہ اور روشن کارناموں اور عجیب وغریب مناظر سے بھری ہوئی زندگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیّدنا علی رضوان اللہ علیہ کو ابن ملجم کے ہاتھوں شہادت کا شرف بھی بخشا تاکہ آپ اپنے بھائی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عالی شان جنت میں جاملیں' جس کے خوشے جھکے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے! بخدا! آپ ہدایت کا جھنڈا' متقیوں کا ٹھکانا' عقل کا محل' حسن ودانائی کا ستون' تاریکیوں میں سفرِ شب کا نور' عظیم دلیل کے داعی' پہلے صحیفوں کے عالم' تاویل اور نصیحت کے ساتھ قائم' اسبابِ ہدایت سے وابستہ' ظلم واذیت کو ترک کرنے والے' ہلاکت کے راستوں سے بچنے والے' ایمان لانے والوں متقیوں میں بہتر' قمیص پہننے اور چادر اوڑھنے والوں کے سردار' حج وسعی کرنے والوں میں افضل' عدل کرنے والوں اور درست چلنے والوں سے درگزر کرنے والے اور انبیاء اور نبی مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ باقی سب اہل دنیا سے بڑے خطیب تھے' تو ہے کوئی ایسا موحد جو آپ کی برابری کر سکے؟

خیر النساء (سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) کے خاوند اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دو نواسوں (سیّدنا امام حسن وسیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہما) کے باپ' میری آنکھ نے آپ کی مثل نہیں دیکھا اور نہ قیامت اور ملاقات کے دن تک دیکھے گی' جو آپ پر لعنت کرے اس پر قیامت کے دن تک اللہ اور بندوں کی لعنت ہو![1]

اللہ تعالیٰ ابوتراب پر رحم فرمائے! آپ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے دشمنوں کو لگنے والے تیر تھے' علم کے محلے میں اس کے بلند ترین مقام پر فائز تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریب تھے۔ آپ اس امت کے درویش تھے' اللہ کے مال سے سرقہ کرنے والے نہیں

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر: ۱۰۵۸' ج ۱۰ ص ۲۳۸-۲۴۱

Marfat.com

اور نہ حکم الٰہی سے غفلت کرنے والے تھے۔ قرآن نے آپ کو اپنا عزم، عمل اور علم عطا فرمایا تھا، پس آپ اس کے پر بہار باغوں اور واضح نشانات میں سے تھے۔

سلام ہو آپ پر اے ابوتراب![1] سلام ہو آپ پر اے دو خوشبودار پھولوں کے باپ! سلام ہو آپ پر اے حسنین کے والد! سلام ہو آپ پر اے علم کے امام! سلام ہو آپ پر اے مؤمنوں کے مددگار! سلام ہو آپ پر اے خلفائے راشدین میں سے چوتھے! میراثِ جنت کی طرف آپ کی روانگی ہے، کتنا ہی اچھا ہے اجر عمل کرنے والوں کا۔

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: البدایہ والنہایہ، ج ۷ ص ۳۵۷۔ ۳۸۹، ج ۸ ص ۱۔ ۱۵، طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۱۳۔ ۲۴، الاصابہ لابن حجر: ۵۶۸۸

Marfat.com

(۵) زندہ شہید حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

...... اور طلحہ جنتی ہیں[1] یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضوان اللہ علیہ کے مکتب سے فیض یاب ہوئے، پس آپ نے، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عثمان بن عفان، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ حضرت طلحہ اسلام قبول کرنے والے تین میں چوتھے تھے۔

ہم اس بہادر ستارے کے لیے گفتگو ترک کرتے ہیں تاکہ وہ خود ہی ہمارے سامنے اپنے قبولِ اسلام کا قصہ بیان کریں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم بُصریٰ کے بازار میں تھے کہ ایک راہب لوگوں کو نداء دے رہا تھا: اے تاجروں کے گروہ: ان اہلِ موسم[2] سے پوچھو کہ ان میں کوئی اہل مکہ میں سے ہے؟ میں اس کے قریب تھا، پس میں جلدی سے اس کی طرف گیا اور کہا: ہاں! میں اہل مکہ سے ہوں۔

اس نے کہا: کیا تم میں احمد (نامی رسول) ظاہر ہوا ہے؟

میں نے کہا: کون احمد؟

اس نے کہا: عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا۔

یہ وہ مہینہ ہے جس میں وہ ظاہر ہوگا اور وہ آخری نبی ہے، وہ تمہاری زمین حرم سے نکلے گا اور سیاہ پتھروں، کھجوروں اور ایسے چشموں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا جن سے پانی

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن الجراح جنتی ہیں۔ صحیح: اسے احمد، ترمذی اور ضیاء نے روایت کیا، دیکھیے: صحیح الجامع: ۵۰

[2] موسم: خرید و فروخت یا حج کے لیے لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ۔

نکلتا ہے۔

خبردار! اے نوجوان! تو اس کی طرف جلدی کر۔

حضرت طلحہ کہتے ہیں: اس کی بات میرے دل میں بیٹھ گئی' میں جلدی سے اپنی سواریوں کی طرف آیا اور انہیں سفر کے لیے تیار کیا۔ میں نے قافلے کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور خود شوق انگیز حالت میں مکہ کی طرف روانہ ہو گیا' جب میں وہاں پہنچ گیا تو میں نے اپنے گھر والوں سے کہا: کیا ہمارے بعد مکہ میں کوئی واقعہ رونما ہوا؟

انہوں نے کہا: ہاں! محمد بن عبداللہ اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں' ان کا خیال ہے کہ وہ نبی ہیں اور ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکر ان کے پیروکار بن گئے ہیں۔

حضرت طلحہ کا کہنا ہے کہ میں ابوبکر کو پہچانتا تھا' وہ اپنی قوم کے لیے نرم' پسندیدہ خصلت والے اور منکسر المزاج تھے' آپ صاحبِ اخلاق اور سیدھی بات کرنے والے تاجر تھے۔ ہم آپ سے الفت رکھتے تھے اور قریش کے واقعات کا علم رکھنے اور ان کے نسب یاد رکھنے کی وجہ سے ہم آپ کی مجالس کو پسند کرتے تھے۔ میں آپ کے پاس گیا اور کہا: کیا یہ بات درست ہے کہ محمد بن عبداللہ نے نبوت کا اعلان کیا ہے اور آپ ان کے پیروکار بن گئے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور مجھے اپنا واقعہ سنانا شروع کر دیا اور مجھے اپنے ساتھ شامل ہونے کی رغبت دلانے لگے۔ میں نے انہیں راہب کا واقعہ بتایا تو وہ حیران رہ گئے اور کہا: آؤ میرے ساتھ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس چلو' انہیں اپنا واقعہ سناؤ اور پھر سنو کہ وہ کیا فرماتے ہیں اور اللہ کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت طلحہ کہتے ہیں: میں ان کے ساتھ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا' انہوں نے مجھ پر اسلام پیش کیا' میرے سامنے قرآن کریم کی کچھ آیات تلاوت کیں اور مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی کی خوش خبری دی۔

اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا اور میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بُصریٰ کے راہب کا قصہ سنایا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر ظاہر ہو گئے۔

پھر میں نے آپ کے سامنے اس گواہی کا اعلان کر دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

Marfat.com

پس میں ان تین میں چوتھا تھا جنہوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

جب آپ کے گھر والوں کو آپ کے قبولِ اسلام کا پتہ چلا تو وہ پاگل ہو گئے' ان کی عقل جواب دے گئی اور انہوں نے آپ کو سخت تکلیف پہنچائی۔

مسعود بن خراش کہتے ہیں: میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہا تھا کہ اچانک میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ایک نوجوان جس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے' کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں' وہ اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں' اس کی پشت سے اس کو دھکے دے رہے ہیں اور اس کے سر پر مار رہے ہیں۔ اس کے پیچھے ایک بوڑھی عورت ہے جو اسے بُرا بھلا کہہ رہی ہے اور چلا رہی ہے۔

میں نے کہا: اس نوجوان کا کیا معاملہ ہے؟

لوگوں نے کہا: یہ طلحہ بن عبید اللہ ہے جو اپنے دین سے پھر گیا ہے اور بنی ہاشم کے ایک نوجوان کا پیروکار بن گیا ہے۔

میں نے کہا: اور اس کے پیچھے یہ بڑھیا کون ہے؟

انہوں نے کہا: یہ اس نوجوان کی ماں صعبہ بنت حضرمی ہے۔

پھر نوفل بن خویلد جو اسدِ قریش (قریش کا شیر) کے لقب سے ملقب تھا' طلحہ بن عبید اللہ کی طرف کھڑا ہوا' انہیں رسّی کے ساتھ باندھا اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کو بھی باندھ دیا اور دونوں کو اکٹھا کر دیا اور ان دونوں کو مکہ کے احمقوں کے سپرد کر دیا تاکہ وہ انہیں سخت تکلیف کا مزہ چکھائیں۔

اسی وجہ سے طلحہ بن عبید اللہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو قرینین (دو ساتھی) کہا جاتا تھا۔

دن گھومتے رہے' راتیں یکے بعد دیگرے آتی رہیں اور اس ہیرو (حضرت طلحہ بن عبید اللہ) کے ایمان ونور اور نیکی وسرور میں اضافہ ہوتا رہا اور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کی قدر ومنزلت بلند ہوتی رہی' یہاں تک کہ آپ نے انہیں ان عالی شان القابات سے نوازا:

طلحۃ الخیر' طلحۃ الجود' طلحۃ الفیاض۔

Marfat.com

ان القاب میں سے ہر ایک لقب کے ساتھ ایک قصہ وابستہ ہے بلکہ بہت سے پھیلے ہوئے روشن قصے ہیں۔

لقب الشہید الحی (زندہ شہید) کا قصہ یہ ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن جب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ گیارہ انصار اور مہاجرین میں سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رہ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ہمراہی پہاڑ کے اوپر چڑھ رہے تھے تو مشرکین کا ایک گروہ آپ کے ساتھ آملا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کون ہے جو ان کو ہم سے دور کر دے اور وہ جنت میں میرا ساتھی ہو؟

حضرت طلحہ نے عرض کیا: میں یارسول اللہ!

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں! تم اپنی جگہ پر رہو۔

انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: میں یارسول اللہ!

فرمایا: ہاں! تم۔

انصاری لڑا' یہاں تک کہ شہید ہو گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اوپر چڑھے' مشرکین آپ کے قریب آ پہنچے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا ان کے لیے کوئی آدمی نہیں (جو ان کو ہم سے دور ہٹائے)؟

حضرت طلحہ نے عرض کیا: میں' یارسول اللہ!

فرمایا: نہیں! تم اپنی جگہ پر رہو۔

انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں۔

فرمایا: ہاں! تم' پھر وہ انصاری لڑا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مزید اوپر چڑھے' مشرکین پھر آپ کے قریب آ پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہلے ہی کی طرح فرماتے رہے اور حضرت طلحہ عرض کر دیتے: میں' یارسول اللہ! لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں روک دیتے اور انصار میں سے کسی آدمی کو اجازت دے دیتے' یہاں تک کہ وہ سب شہید ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ کے بغیر کوئی بھی نہ رہا۔ مشرکین پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ پہنچے۔

حضرت طلحہ نے کہا: ہاں! اب۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے والے چار دانت شہید ہو گئے' پیشانی مبارک زخمی ہو گئی' ہونٹ بھی زخمی ہو گئے' چہرۂ مبارک پر خون بہہ رہا تھا اور تھکاوٹ نے آ لیا تھا۔ حضرت طلحہ نے مشرکین پر حملہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دور ہٹا دیتے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف پلٹتے اور آپ کو لے کر پہاڑ پر تھوڑا سا چڑھتے' پھر آپ کو زمین کے ساتھ سہارا دیتے اور پھر نئے سرے سے مشرکین پر حملہ کرتے' آپ یونہی کرتے رہے یہاں تک کہ مشرکین کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روک دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس وقت میں اور ابوعبیدہ بن الجراح' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دور تھے' جب ہم آپ کے قریب آئے' اس ارادے سے کہ آپ کی مدد کریں تو آپ نے فرمایا: مجھے رہنے دو اور اپنے ساتھی طلحہ کی طرف جاؤ۔ اس وقت حضرت طلحہ اپنا خون صاف کر رہے تھے اور آپ کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم تھے' تلوار کے یا نیزے کا یا تیر کے۔

اس وقت آپ کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اور آپ بے ہوشی کی حالت میں ایک گڑھے میں گرے ہوئے تھے' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے: جس کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کی طرف دیکھے جو زمین پر چل رہا ہے اور وہ اپنی نذر پوری کر چکا ہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یوم اُحد کا تذکرہ کیا جاتا تو فرماتے: یہ دن سارے کا سارا طلحہ کے حصے میں آیا۔

پھر اس دن کے حالات یوں بیان فرماتے کہ میں وہ پہلا شخص تھا جو لوٹ کر (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس) آیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دفاع کر رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ طلحہ ہی ہو سکتے ہیں' مجھ سے تو جو رہ گیا سو رہ گیا۔ میں نے کہا: اس آدمی کا میری قوم سے ہونا مجھے بہت پسندیدہ ہے[2] میرے اور مشرکین کے درمیان ایک شخص تھا جسے میں پہچانتا نہیں تھا۔ میں اس کی نسبت رسول اللہ

---

1. رواہ البخاری

2. کیونکہ حضرت طلحہ' حضرت ابوبکر کے چچازاد بھائی تھے رضی اللہ عنہما۔

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب تھا اور وہ اس طرح تیزی سے چل رہا تھا کہ میں اس طرح نہیں چل رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ابوعبیدہ بن الجراح تھے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے والے چار دانت ٹوٹے ہوئے ہیں، چہرۂ انور زخمی ہو گیا ہے اور رخسار مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اپنے ساتھی کا خیال کرو، آپ کی مراد حضرت طلحہ تھے، وہ زخمی ہو چکے تھے لیکن ہم نے آپ کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

حضرت ابوبکر کا کہنا ہے: میں نے رخسار مبارک سے خود کے حلقے نکالنے کا ارادہ کیا تو ابوعبیدہ نے کہا: میرا جو آپ پر حق ہے، اس کی میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ یہ سعادت میرے لیے چھوڑ دیں، میں نے چھوڑ دی۔ انہوں نے ہاتھوں سے کھینچنا مناسب نہ سمجھا، مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہو بلکہ اپنے دانتوں سے نکالنے لگے۔ ایک حلقہ انہوں نے نکال لیا لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے سامنے کے دو دانت بھی گر گئے۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں: میں نے وہی کام کرنے کا ارادہ کیا جو انہوں نے کیا۔ انہوں نے کہا: میں آپ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ یہ سعادت میرے لیے رہنے دو۔ صدیق اکبر فرماتے ہیں: انہوں نے پھر ویسے ہی کیا جیسے پہلے کیا تھا۔ اب حلقہ نکلنے کے ساتھ ان کے دو اور دانت گر گئے، لیکن ابوعبیدہ بن الجراح چار دانت گرنے کے باوجود لوگوں میں سب سے بڑھ کر حسین تھے، تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر آپس میں مصالحت کی۔

پھر ہم اس گڑھے کی طرف آئے جس میں حضرت طلحہ پڑے ہوئے تھے، ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم تھے، جن میں سے کچھ نیزوں کے، کچھ تیروں کے اور کچھ تلواروں کے تھے۔ ہم نے ان کی مرہم پٹی کی۔[1]

قیس بن حازم کہتے ہیں: میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جس سے انہوں نے غزوۂ اُحد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا تھا کہ وہ بیکار ہو چکا تھا۔[2]

یہ ہے قصہ اس طلحہ کا جنہیں زندہ شہید قرار دیا گیا تھا۔

۱۔ مسند ابوداؤد الطیالسی، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۱

۲۔ صحیح البخاری: ۳۷۲۴، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ذکر طلحة.

Marfat.com

رہا ان کا طلحۃ الجود، طلحۃ الفیاض اور طلحۃ الخیر سے ملقب ہونا تو اس بارے میں ہزاروں قصے ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک آدمی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس عطاء و بخشش طلب کرنے کے لیے آیا اور آپ سے اس رشتے کا تذکرہ کیا جو اسے آپ کے ساتھ مربوط کرتا تھا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ رشتہ ہے جس کا اس سے پہلے مجھ سے کسی نے تذکرہ نہیں کیا تھا' میری کچھ زمین تھی جس کا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تین لاکھ دینا چاہا تھا' اگر تم چاہو تو وہ زمین لے لو اور اگر چاہو تو میں تمہارے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تین لاکھ کے عوض یہ زمین بیچ دیتا ہوں اور قیمت تمہیں دے دیتا ہوں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تجارت بڑی وسیع تھی اور آپ بڑے خوش حال تھے۔ ایک دن آپ کے پاس حضر موت سے کچھ مال آیا جس کی مقدار سات لاکھ تھی۔

آپ نے رات خوف اور گھبراہٹ کی حالت میں گزاری۔ آپ کی اہلیہ اُم کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئیں اور کہا: اے ابومحمد! کیا معاملہ ہے؟ شاید آپ کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔

آپ نے فرمایا: نہیں! آپ تو ایک مردمؤمن کی کتنی ہی اچھی رفیقۂ حیات ہیں۔

لیکن میں نے شب بھر غور وفکر کیا اور کہا: اس آدمی کا اپنے رب کے بارے میں کیا گمان ہے کہ جو خود تو سویا ہوا ہو اور یہ مال اس کے گھر میں پڑا ہوا ہو؟ اہلیہ نے کہا: آپ کو اس کے متعلق کیا چیز غمگین کرتی ہے؟ آپ اپنی قوم کے محتاجوں اور اپنے دوستوں سے کوئی دور ہیں؟ جب صبح ہو جائے تو اسے ان کے درمیان تقسیم کر دینا۔

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! آپ کو توفیق خیر دی گئی اور آپ ان کی بیٹی ہیں جن کو توفیقِ خیر دی گئی (یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)۔

جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ مال تھیلیوں اور بڑے بڑے پیالوں میں ڈالا اور مہاجرین وانصار کے فقراء میں تقسیم کر دیا۔

امام علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران یہ زندہ شہید اس دارِفانی سے آخرت میں

Marfat.com

منتقل ہو گیا تا کہ ان شہداء سے جا ملے جو وفات پا چکے ہیں۔ طلحہ الجود اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے جو سب سخیوں سے بڑا سخی اور سب کریموں سے بڑا کریم ہے۔[1]

[1] آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۰۔۱۹۹، تاریخ الطبری ج ۲ ص ۳۱۷

Marfat.com

(٦) حواریٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

...... اور زبیر جنتی ہیں[1] یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشارت ہے۔

یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے راہِ خدا میں تلوار سونتی۔

آپ ہماری اس مجلس کے ہیرو ہیں:

اقام علی عهد النبی وهدیه حواریه والاقوال بالفعل یعدل

"آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد اور آپ کی سیرت پر کاربند رہے' آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواری ہیں اور آپ کے اقوال آپ کے افعال سے مطابقت رکھتے ہیں"۔

اقام علی منهاجه وطریقه یوالی ولیَّ الحق والحق اعدل

"آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستے اور طریقے پر قائم رہے' آپ حق کے مددگار کے ساتھ دوستی رکھتے تھے اور حق کا ساتھ دینا ہی زیادہ انصاف والی بات ہے"

هو الفارس المشهور والبطل الذی یصول اذا کان یوم محجل

"آپ وہ مشہور شاہسوار اور ایسے ہیرو ہیں کہ جنگ کے دن آپ (دشمن پر) حملہ کر دیتے تھے"۔

له من رسول اللّٰه قربی قریبة ومن نصرة الاسلام مجد مؤثل

"آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہت قریبی ہیں اور اسلام کی مدد کرنے کی وجہ سے آپ کو خالص بزرگی حاصل ہے"۔

فکم کربة ذبّ الزبیر بسیفه عن المصطفیٰ واللّٰه یعطی ویجزل

"کتنی ہی مصیبتوں کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی تلوار کے ذریعے دور کیا اور اللہ تعالیٰ آپ کو (اس کا صلہ) عطا فرمائے گا اور بہت بڑا بدلا

---

[1] یہ مکمل حدیث حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیان میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

دے گا''۔

اذا کشفت عن ساقه الحرب حشّها بابيض سباق الى الموت يرقل[1]

''جب جنگ شدت اختیار کر لیتی اور اس کے شعلے بھڑ کنے لگتے تو آپ اپنی سفید چمک دار تلوار کے ساتھ موت کی طرف تیزی سے چل دیتے''۔

یہ مشہور شاہسوار اپنے بارے میں ہمیں خود بتاتے ہیں' اور تجھے خبردار کی طرح کوئی آگاہ نہیں کرے گا۔ فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! میرا کوئی عضو ایسا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زخمی نہ ہوا ہو' یہاں تک کہ وہ زخم شرم گاہ تک بھی پہنچ گیا۔[2]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور انہیں اللہ کی راہ میں اذیتیں دی گئیں جیسا کہ دیگر بے بس مسلمانوں کو اذیتیں دی گئیں اور آپ کو دی جانے والی اذیت ایک نئے رنگ سے تھی۔

آپ کا چچا آپ کے اوپر چٹائی لپیٹ دیتا اور پھر آگ کے ساتھ آپ پر دھواں داخل کرتا اور کہتا: کفر کی طرف لوٹ جا!

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جواب دیتے: میں اب کبھی بھی کفر نہیں کروں گا۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلام کا دفاع کرنے کے لیے چل پڑے' یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے پہلے تلوار سونتنے والے کا لقب دیا گیا۔

غزوۂ بدر کے دن آپ اس چھوٹے نیزے کے ساتھ لڑے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا تھا اور آپ کی تکریم کی خاطر کسی اور کو عطا نہیں فرمایا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر کے دن میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا اور وہ اس قدر لوہے میں ڈوبا ہوا تھا کہ صرف اس کی آنکھیں ہی نظر آتی تھیں اور ابوذات کرش اس کی کنیت تھی' میں نے نیزے کے ساتھ حملہ کیا اور نیزہ اس کی آنکھ میں مارا' پس وہ واصلِ جہنم ہو گیا۔

حضرت زبیر فرماتے ہیں: میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھا' پھر میں نے اس نیزے کو کھینچا

1. سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار دیکھیے: الریاض النضرۃ' ص ۷۳۸۔۷۳۹

2. جامع الترمذی' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

Marfat.com

اور بڑی مشکل سے اسے اس کی آنکھ سے نکالا اور اس کے دونوں کنارے مڑ گئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وہ نیزہ طلب فرمایا تو آپ نے پیش کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت زبیر نے وہ نیزہ لے لیا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے وہ نیزہ طلب فرمایا تو آپ نے پیش کر دیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے وہ نیزہ مانگ لیا تو آپ نے انہیں دے دیا۔ جب حضرت عمر کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے طلب کر لیا' آپ نے ان کو بھی دے دیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو یہ نیزہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے پاس چلا گیا' پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مانگ لیا تو ان کی شہادت تک ان کے پاس ہی رہا۔[1]

غزوۂ احزاب کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وہ تمغہ عطا فرمایا کہ جس کی کوئی مثال ہی نہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں!

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوۂ احزاب کے موقع پر میں اور عمر بن ابی سلمہ قلعہ حسان میں عورتوں کے ساتھ تھے تو میں نے اچانک دیکھا کہ (میرے والد گرامی) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر بنی قریظہ کی طرف آ جا رہے ہیں' دو یا تین مرتبہ ایسا ہوا۔ جب میں واپس لوٹا تو میں نے عرض کیا: ابا جان! میں نے آپ کو چکر لگاتے ہوئے دیکھا تھا۔

انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! کیا تو نے مجھے دیکھا تھا؟

میں نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کون ہے جو بنی قریظہ کے پاس جا کر (ان کی نقل و حرکت کے بارے میں) اطلاع میرے پاس لائے؟ تو میں گیا' جب میں واپس لوٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (فرطِ مسرت سے) میرے لیے اپنے والدین کا ایک ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں![2]

---

1. صحیح البخاری: ۳۹۹۸

2. صحیح البخاری: ۳۷۲۰' کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب مناقب الزبیر۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جنگ یرموک کے دن اس شاہسوار (حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) نے آزمائش کا بڑی عمدگی سے مقابلہ کیا' یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ آپ سے کہہ رہے تھے کہ کیا آپ حملہ نہیں کریں گے تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر حملہ کریں؟

آپ نے رومیوں پر حملہ کیا' رومیوں نے آپ کے کندھے پر دو زخم لگائے۔ ان کے درمیان وہ زخم تھا جو آپ کو غزوۂ بدر کے دن لگا تھا۔

آپ کے فرزند عروہ فرماتے ہیں: (یہ زخم اتنے گہرے تھے کہ) میں بچپن میں کھیلتے ہوئے ان میں اپنی انگلیاں داخل کر دیتا تھا[1]

یوں یہ شاہسوار سینکڑوں ہزاروں کے ساتھ لڑتا رہا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے شدید محبت رکھتے تھے' یہاں تک کہ فرمایا:

ہر نبی کا ایک حواری تھا اور میرا حواری[2] زبیر ہے[3]

یہ وہ شرف ہے جس کے بعد اور کوئی شرف نہیں' اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو جنت کی بشارت بھی دی' فرمایا: اور زبیر جنتی ہے[4]

جس طرح حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے محبت کرتے تھے' اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء بھی ان سے محبت کرتے تھے۔

یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے آپ کو زندگی میں اپنا مشیر بنایا تھا اور ان میں شامل کیا جن میں سے کسی نے آپ کی وفات کے بعد خلیفہ بننا تھا۔

اور یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی ایک مرتبہ سخت نکسیر پھوٹ گئی اور آپ حج کے

---

١ صحیح البخاری: ٣٧٢١۔ کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' باب مناقب الزبیر۔

٢ حواری: مددگار

٣ صحیح البخاری' کتاب التفسیر' باب تفسیر براءۃ

٤ اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

Marfat.com

لیے بھی نہ جا سکے اور (زندگی سے مایوس ہو کر) آپ نے وصیت بھی کر دی۔ قریش کا ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا: کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: کس کو خلیفہ بنایا جائے؟ وہ آدمی خاموش رہا' ایک اور آدمی آپ کے پاس آیا' کہا جاتا ہے کہ وہ حارث تھے' انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! خلیفہ مقرر کر دیجئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: کیا باقی لوگ بھی یہی کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: کسے خلیفہ بنایا جائے؟ وہ خاموش رہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: شاید لوگ زبیر کے بارے میں کہتے ہیں۔

انہوں نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! وہ ان سب سے بہتر ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان سب سے زیادہ پیارے تھے۔[1]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تا کہ اپنے پھوپھی زاد بھائی (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملیں۔[2]

❁❁❁❁❁

---

١ صحیح البخاری: ٣٧١٧ کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب مناقب الزبیر.

٢ ان کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: طبقات ابن سعد' ج ٣ ص ٧٣-٨٤' الاستیعاب' ج ٢ ص ٥١٠' الاصابہ' ج ١ ص ٥٤٥

Marfat.com

(۷) نبی اکرم ﷺ کی امامت کا شرف حاصل کرنے والے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہٗ

..... اور عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی بشارت ہے۔

ہمارے اس دفعہ کے ہیرو:

☆ جو مکتب صدیق رضی اللہ عنہ سے فیض یاب ہوئے۔

☆ عشرہ مبشرہ میں سے ایک۔

☆ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آٹھ میں سے ایک۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی' اور یہ صحیح روایت ہے۔[1]

☆ زمانۂ نبوی ﷺ کے مفتیوں میں سے ایک۔

☆ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ منتخب کیے جانے کے دن اصحابِ شوریٰ میں سے چھٹے' اور رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

☆ اور آخر میں نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے امین۔

عزیزامین حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طرح تکالیف اُٹھائیں' پس آپ نے صبر کیا' پامردی اختیار کی' ڈٹ گئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے' سو دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کی۔ جب نبی مکرم ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی تو عبد الرحمٰن سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔

---

[1] صحیح مسلم: ۶۳۳' باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ.

Marfat.com

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مدینہ منورہ میں) صحابہ کرام کے درمیان مواخات قائم کی تو عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن الربیع انصاری رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔

حضرت سعد نے آپ سے کہا: میرے بھائی! میں مدینہ میں سب سے زیادہ مال دار ہوں' آپ مجھ سے میرا نصف مال لے لیں اور میری دو بیویاں ہیں' آپ دیکھیں ان میں سے جو آپ کو زیادہ اچھی لگے' میں اسے آپ کے لیے طلاق دے دیتا ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے! آپ مجھے بازار کا راستہ بتادیں' انہوں نے آپ کو بازار کا راستہ بتادیا۔ آپ نے وہاں خرید و فروخت کی اور نفع کمایا' آپ کچھ خشک دودھ اور گھی لے آئے' پھر جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا' آپ ٹھہرے رہے' پھر آپ اس حال میں (بارگاہِ نبوی میں) آئے کہ آپ کے کپڑوں پر زعفران لگا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟

عرض کیا: میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔

فرمایا: اسے مہر کیا دیا ہے؟

عرض کیا: گٹھلی کے وزن کے برابر سونا۔

فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کے ساتھ ہی ہو' اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے۔

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے) اپنی یہ حالت دیکھی کہ میں اگر کسی پتھر کو بھی اٹھاتا تو مجھے امید ہوتی کہ مجھے اس کے نیچے سے سونا یا چاندی ملے گی۔[1]

اس عظیم صحابی کے پاس مال کے آنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا بہت بڑا سبب تھی' پس آپ نے جہاد بالنفس اور جہاد بالمال دونوں کو جمع کیا۔

جہاں تک جہاد بالنفس کا معاملہ ہے' آپ نے مختلف معرکوں اور غزوات کے اندر اپنے شاندار بہادرانہ کارناموں کے ساتھ اس کا مظاہرہ کیا۔

غزوۂ بدر میں آپ نے اللہ کی راہ میں ایسے جہاد کیا جیسے جہاد کرنے کا حق ہے' آپ

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح' سنن النسائی کتاب النکاح' باب الهدية لمن عرس.

Marfat.com

نے اللہ کے دشمن عمیر بن عثمان تیمی کو واصلِ جہنم کیا۔

غزوۂ اُحد میں آپ ثابت قدم رہے' ڈٹے رہے اور فرار نہیں ہوئے اور آپ جنگ سے اس حال میں نکلے کہ آپ کے جسم پر بیس سے زیادہ زخم تھے۔ بعض ان میں اتنے گہرے تھے کہ ان میں آدمی کا ہاتھ داخل ہو جاتا تھا اور آپ کے پاؤں میں ایسا زخم لگا کہ آپ لنگڑاتے تھے۔ آپ کے سامنے کے دو دانت گر گئے تو آپ اگلے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے ہو گئے۔

رہا جہاد بالمال تو اس بارے میں سینکڑوں واقعات ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں اپنا نصف مال صدقہ کیا یعنی چار ہزار دینار' پھر چالیس ہزار دینار' پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے' پھر آپ نے سواری کے لیے پانچ سو گھوڑے فی سبیل اللہ پیش کیے' پھر پندرہ سو سواری کے اونٹ پیش کیے۔[1]

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے پچاس ہزار دینار راہِ خدا میں دینے کی وصیت کی اور آپ نے ایک دن میں اکتیس غلام آزاد کیے۔[2]

آپ کے فرزند حضرت طلحہ کہتے ہیں: اہلِ مدینہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا کنبہ تھے' ایک تہائی کو آپ اپنا مال قرض کر دیتے تھے' ایک تہائی کا قرض ادا کرتے تھے اور ایک تہائی سے صلہ رحمی کرتے تھے۔[3]

جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ تبوک کا ارادہ فرمایا تو اپنے صحابہ کو راہِ خداوندی میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اپنا مال صدقہ کرنے والوں میں سرفہرست تھے' آپ نے دو سو اوقیہ سونا صدقہ کیا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عبدالرحمٰن گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں' انہوں نے اپنے گھر والوں کے

---

۱ صفۃ الصفوۃ' ج ۱ ص ۱۱۰-۱۱۱' الریاض النضرۃ' ص ۶۷۷-۶۷۸

۲ اسد الغابہ' ج ۳ ص ۳۸۱

۳ الریاض النضرۃ' ص ۶۷۸

Marfat.com

لیے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تو نے اپنے گھر والوں کے لیے کوئی چیز چھوڑی ہے؟

عرض کیا: ہاں! میں نے جو کچھ خرچ کیا ہے اس سے زیادہ اور عمدہ ان کے لیے چھوڑا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتنا؟

عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول (جل مجدہٗ وﷺ) نے جس رزق بھلائی اور اجر کا وعدہ کیا ہے (وہ میں نے ان کے لیے چھوڑا ہے)[1]

لشکر اسلامی تبوک کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں سے ابو محمد (عبدالرحمٰن بن عوف) نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا (وہ اس طرح کہ) نماز کا وقت ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ موجود نہیں تھے۔ لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امام بنا لیا۔ آخری رکعت میں نبی اکرم ﷺ بھی آ ملے۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا تو نبی کریم ﷺ اپنی نماز مکمل کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم نے درست کیا اور اچھا کیا' آپ اس بات پر خوش ہو رہے تھے کہ انہوں نے وقت پر نماز ادا کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں لیکن نبی مکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ نماز جاری رکھیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں: میں نے اور نبی پاک ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی[2]

یہ کتنا بڑا شرف ہے جسے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی بھی حاصل نہ کر سکا کہ سید الائمہ حضرت محمد ﷺ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

جب نبی مکرم ﷺ نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا تو ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر امین تھے۔ آپ ان کے کام سرانجام

---

[1] مجھے اس حدیث کی صحیح اسناد کا پتا نہیں چل سکا۔

[2] صحیح مسلم باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ 'مسند احمد' ج ۴ ص ۲۴۸-۲۴۹

Marfat.com

دیتے' ان کی ضروریات پوری کرتے' جب وہ باہر جاتیں تو ان کے ساتھ جاتے' جب وہ فریضۂ حج ادا کرتیں تو ان کے ساتھ حج کرتے اور بڑے بڑے عطیات اور تحائف انہیں پہنچاتے۔

حضرت عبدالرحمٰن کے فرزند ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ازواجِ مطہرات کو مخاطب کرکے) فرمایا کرتے تھے: تمہارا معاملہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے بعد میرے لیے پریشان کن ہیں اور تم پر صرف صبر کرنے والے ہی صبر کرسکیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (اے ابوسلمہ!) اللہ تعالیٰ تیرے باپ عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کی سلسبیل سے سیراب کرے' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو اتنا مال پہنچایا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا[1]

ایک اور دفعہ آپ نے ازواجِ مطہرات کے لیے ایک باغ کی وصیت کی' جو چار لاکھ میں بیچا گیا[2]

ان تمام باتوں کے باوجود آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ جو بھی آپ کو دیکھتا وہ آپ میں اور آپ کے غلاموں میں کوئی فرق نہیں کرسکتا تھا[3]

ایک دن آپ کے پاس کھانا لایا گیا' آپ روزے سے تھے۔ آپ نے کھانے کی طرف دیکھا' پھر فرمایا: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو (غزوۂ اُحد میں) شہید کردیا گیا' وہ مجھ سے بہتر تھے'[4] ان کو ایسی چادر کا کفن دیا گیا کہ اگر ان کے سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل

1. جامع الترمذی' کتاب المناقب' باب مناقب عبد الرحمن۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
2. جامع الترمذی' کتاب المناقب' باب مناقب عبد الرحمن۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔
3. الریاض النضرہ' ص ۷۶۶
4. اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ حضرت مصعب سے افضل ہیں کیونکہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' لیکن یہ آپ نے تواضعاً کہا۔

جاتے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا۔

پھر ہمارے لیے دنیا پھیلا دی گئی جیسا کہ پھیلا دی گئی، ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں یہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہی نہ ہو جو ہمیں اسی دنیا میں دے دیا گیا ہے، پھر آپ رونے لگ گئے، یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔[1]

جب آپ کا وقتِ وفات آ گیا تو آپ نے پچاس ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وصیت کی۔ بقیہ مال کی آپ نے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں کے لیے وصیت کی، اس طرح کہ ہر آدمی کو چار سو دینار دیئے جائیں، یہ سو افراد تھے، انہوں نے وہ مال لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس مال میں سے لیا۔

مزید آپ نے ایک ہزار گھوڑے راہِ خدا میں دینے کی وصیت کی۔

آپ اپنے پیچھے بہت سا مال چھوڑ گئے، اتنا سونا کہ اسے کلہاڑوں سے کاٹا گیا، حتیٰ کہ کاٹنے والے آدمیوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔

اس کے علاوہ آپ نے ہزار اونٹ، سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں جو بقیع میں چرتی تھیں۔

آپ کی چار بیویاں تھیں، ہر ایک کو بطور وراثت اسی اسی ہزار ملا۔

اے ابو محمد! آپ کے لیے دنیا کتنی خوشگوار تھی کہ آپ نے اس کی عمدگی کو لے لیا اور اس کے گدلے پن سے دامن بچا کر گزر گئے۔

آپ کے لیے جنت کی خوش خبری ہو! اے وہ ہستی جس کے لیے بطنِ مادر میں ہی سعادت لکھ دی گئی۔

آپ شکر گزار امراء کے لیے کتنے ہی اچھے راہنما ہیں۔[2]

❁❁❁❁❁

---

[1] صحیح البخاری: ۴۰۴۵، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد

[2] آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: الاستیعاب، ج ۲ ص ۳۹۳، الاصابہ، ج ۲ ص ۴۱۶

Marfat.com

(۸) جس نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

...... اور سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

اللہ عزوجل نے چاہا کہ انسانیت کی ایسے مہربان ہاتھ کے ساتھ تکریم فرمائے جس کی مٹھی میں نورانی ستارہ ہو۔

یہ ہاتھ (سیّدنا) محمد علیہ اکمل صلوٰۃ وسلام کا ہاتھ ہے۔

اور یہ نورانی ستارہ اللہ سبحانہٗ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے فوراً دعوتِ حق کو قبول کر لیا یہاں تک کہ آپ اسلام قبول کرنے والے تین میں سے تیسرے یا سات میں سے ساتویں تھے۔ اسی وجہ سے آپ فخر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: اسلام قبول کرنے والے تیسرے آدمی کی حیثیت سے مجھ پر سات دن گزرے[1]

لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسلام کسی نرم میدان سے نہیں گزرا بلکہ اس نوجوان ہیرو کو انتہائی تلخ تجربات اور سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

آیئے! ہم اس صاحبِ تجربہ کو خود ہی اپنے حالات بیان کرنے دیں:

حضرت سعد بن مالک[2] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اسلام قبول کرنے سے تین راتیں قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تہہ در تہہ تاریکیوں میں ڈوب رہا ہوں اور ان کی گہرائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہوں کہ اچانک میرے سامنے ایک چاند روشن ہوگیا' میں نے اس کا پیچھا کیا' میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ میرے آگے مجھ سے پہلے اس چاند تک پہنچ گئے ہیں۔

---

۱ صحیح البخاری: ۳۸۵۸ 'کتاب مناقب الانصار' باب اسلام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۲ مالک: ابو وقاص

Marfat.com

میں نے زید بن حارثہ، علی بن ابی طالب اور ابوبکر صدیق کو دیکھا۔

میں نے ان سے کہا: آپ کب سے یہاں ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: ایک گھڑی سے، پھر جب دن چڑھ گیا تو مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔

میں جلدی سے آپ کی طرف گیا حتیٰ کہ میں نے شعبِ جیاد[1] میں آپ سے ملاقات کی۔ اس وقت آپ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے، میں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان افراد کے سوا جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا کسی نے بھی مجھ سے پہلے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

پھر حضرت سعد نے اپنے قبولِ اسلام کے واقعہ کا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا: جب میری والدہ نے میرے قبولِ اسلام کی خبر سنی تو اس کے غصے کی آگ بھڑک اُٹھی۔ میں ایسا نوجوان تھا کہ اپنی والدہ کا بڑا فرماں بردار اور محبّ تھا۔ وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولی: یہ کون سا دین ہے جس کو تو نے اختیار کر لیا ہے؟ اس نے تجھے تیرے ماں باپ کے دین سے پھیر دیا ہے، اللہ کی قسم! تجھے یہ نیا دین ضرور چھوڑنا ہو گا ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی یہاں تک کہ مر جاؤں گی، پھر تیرا دل میرے غم میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، تیرے اس فعل پر جو تو نے کیا ہے شرمندگی تجھے کھا جائے گی اور لوگ ہمیشہ تجھے عار دلاتے رہیں گے۔

میں نے کہا: اے امی جان! ایسا نہ کرنا، میں کسی بھی چیز کے لیے اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔

لیکن اس نے اپنی دھمکی جاری رکھی، کھانے پینے سے منہ موڑ لیا اور چند دن اسی حالت میں گزار دیئے کہ نہ کچھ کھاتی تھی نہ پیتی تھی، اس کا جسم لاغر ہو گیا، ہڈیاں کمزور پڑ گئیں اور جسمانی قوئ جواب دے گئے۔

میں اس کے پاس لمحہ بہ لمحہ آتا اور گزارش کرتا کہ کچھ کھا لیں یا کچھ پی لیں لیکن وہ سختی سے انکار کر دیتی اور قسم کھاتی کہ وہ کچھ کھائے گی نہ پیئے گی یہاں تک کہ مر جائے یا میں اپنا

[1] جیاد: مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی۔

Marfat.com

دین چھوڑ دوں۔

اس وقت میں نے اس سے کہا: اے امی جان! مجھے آپ سے بڑی محبت ہے مگر اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت سب سے بڑھ کر ہے' اللہ کی قسم! اگر تیری ہزار جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکل جائیں تب بھی میں اپنے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا۔

جب اس نے میرا اصرار دیکھا تو اسے اپنے معاملے کا یقین ہو گیا (کہ میں دین اسلام کو نہیں چھوڑوں گا) تو اس نے ناپسندیدگی کے باوجود کھایا بھی پیا بھی' پس اللہ عزوجل نے ہمارے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا.

اور اگر وہ دباؤ ڈالیں تم پر کہ تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا یہ کہنا نہ مان' البتہ گزران کر وان کے ساتھ دنیا میں خوبصورتی سے۔ (لقمان:۱۵)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایمان میں بلند درجے پر پہنچ گئے' یہاں تک کہ آپ مستجاب الدعوات مشہور تھے' لوگ قبولیت کی شہرت کی وجہ سے آپ کی دعائے ضرر سے ڈرتے تھے اور دعائے خیر کی اُمید رکھتے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں: اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن مالک کی شکایت کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔

حضرت سعد نے کہا: میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جیسی نماز پڑھاتا ہوں' پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں اور آخری دو رکعتیں مختصر پڑھاتا ہوں۔

حضرت عمر نے فرمایا: اے ابو اسحٰق! آپ کے بارے میں میرا یہی گمان تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ مردوں کو حضرت سعد کے بارے میں پوچھنے کے لیے کوفہ کی مساجد میں بھیجا۔ وہ جس مسجد میں بھی جاتے' لوگ ان کی عمدہ تعریف کرتے اور ان کے بارے میں اچھی بات کہتے' یہاں تک کہ وہ بنی عبس کی ایک مسجد میں آئے تو ایک آدمی جسے ابو سعدہ کہا جاتا تھا' اس نے کہا: اے اللہ! بے شک سعد نہ کسی لشکر کے ساتھ جاتا ہے' نہ فیصلہ کرنے میں عدل کرتا ہے اور نہ برابری کے ساتھ تقسیم کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! میں تیرے خلاف ضرور تین دعائیں کروں گا:

(۱) اے اللہ! اگر یہ جھوٹا ہو تو اس کی عمر لمبی کر دے۔

(۲) اس کے فقر کو طویل کر دے۔

(۳) اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔

اس کے بعد جب اس سے اس کی مصیبت کی وجہ پوچھی جاتی تو جواب دیتا: پاگل بوڑھے کو سعد کی دعائے ضرر لگ گئی ہے۔

جابر بن سمرہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ اس کی دونوں بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر ڈھلک گئی تھیں اور وہ راستوں میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی کیا کرتا تھا اور ان کے ساتھ بے ہودہ گفتگو کرتا تھا۔[1]

اور اس میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ہم لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ اپنی مدد نازل کر دے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ کے دروازے پر جنگ سے رُکے کھڑے تھے' پس ہم اس حال میں لوٹے کہ بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں جبکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس والی عورتوں میں کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر پہنچی' آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور کہا: اے اللہ! اس کی زبان اور ہاتھ کو جس طرح تو چاہتا ہے مجھ سے روک لے' پس اس آدمی پر قادسیہ کے دن تیر اندازی کی گئی اور اس کی زبان کاٹ دی گئی' اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔[2]

طبرانی سے مروی ہے از عامر بن سعد' انہوں نے کہا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ چل رہے تھے کہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ حضرت علی' طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ حضرت سعد نے اس سے کہا: تو ایسے لوگوں کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سعادت مقدر ہو چکی ہے' اللہ کی قسم! تجھے انہیں بُرا بھلا کہنے سے رُکنا

---

۱ صحیح البخاری: ۷۵۵' کتاب الاذان' باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات کلھا.

۲ دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۵۱۴' ص ۵۶۸-۵۶۹

Marfat.com

ہوگا ورنہ میں تیرے خلاف اللہ عزوجل سے دعا کروں گا۔

اس نے کہا: مجھے ایسے ڈرا رہا ہے جیسے یہ نبی ہے۔

حضرت سعد نے (بارگاہِ الٰہیہ میں دعا کرتے ہوئے) کہا: اے اللہ! جن لوگوں کو یہ بُرا بھلا کہہ رہا ہے اگر تیری طرف سے ان کے لیے سعادت مقدر ہو چکی ہے تو آج کے دن کو اس کے لیے عبرت ناک سزا کا دن بنا دے!

پس ایک اونٹنی آئی' لوگ اس کی طرف نکلے' اس نے اس آدمی کو روند ڈالا' میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے پیچھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لے جا رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: اے ابواسحاق! اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتے تھے' ان کی عمدہ تعریف کرتے تھے اور ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات بیدار رہے' پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کاش! میرے صحابہ میں سے کوئی مردِ صالح آج رات میری پاسبانی کرتا۔

حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں: ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کی پاسبانی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ ہم نے آپ کے خراٹے سنے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تشویش ہوئی تو میں آپ کی پاسبانی کے لیے آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت سعد نے تمام غزوات میں شرکت کی اور آپ کے بہادرانہ کارنامے بہت سے

[1] ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۵۴ میں کہا: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

Marfat.com

ہیں۔

غزوۂ بدر کے دن یہ ہیرو (حضرت سعد بن ابی وقاص) اپنے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی جو ابھی چھوٹے بچے تھے، یعنی حضرت عمیر بن ابی وقاص جو ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے لیکن وہ لڑنے پر مصر تھے' کو بھی میدانِ جنگ میں لے گئے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں پتہ چلا تو آپ نے ان کے کم عمر ہونے کی وجہ سے ان کو واپس بھیجنے کا حکم فرمایا تو یہ بچہ رو پڑا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمادی۔

دونوں شاہسوار میدانِ جنگ کی طرف دوڑتے ہوئے جارہے تھے۔ جنگ مسلمانوں کی فتح کے ساتھ ختم ہوگئی اور چھوٹے بچے حضرت عمیر بن ابی وقاص (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے بھائی سے راضی ہو! جنہوں نے ان کو تیار کیا اور ان کی تربیت کی) اس معرکے میں شہید ہوگئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اکیلے ہی مدینہ لوٹ آئے۔

تاریخ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ[1] کے سریہ میں بہادرانہ کارنامے کو نہیں بھلائے گی' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساٹھ سواروں میں ان کے لیے جھنڈا باندھا تھا' جو سب کے سب مہاجرین میں سے تھے' انصار میں سے ایک بھی نہیں تھا۔ اس معرکے میں سب سے پہلے جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا' وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے' یہاں تک کہ حضرت سعد فخر کرتے ہوئے کہتے تھے: میں سب سے پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔[2]

غزوۂ اُحد میں مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس طرح احاطہ کرلیا جس طرح ہتھکڑی نے کلائی کو گھیرا ہوتا ہے۔ مسلمان جنگ کے متلاطم میدانوں میں تتر بتر ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھوڑے سے رہ گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر اپنے محبوب علیہ

---

1. عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن عبد مناف کی کنیت ابوالحارث تھی۔ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ دیکھئے: طبقات ابن سعد' ج ۳ ص ۳۷۔ ۳۸' اسد الغابہ' ج ۳ ص ۵۵۳۔ ۵۵۴' الاصابہ: ۵۳۷۷

2. صحیح البخاری: ۳۷۲۸' کتاب فضائل الصحابہ' باب مناقب سعد.

Marfat.com

صلوٰۃ اللہ وسلامہ کا دفاع کرنے لگے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکش کے تیر نکال کے حضرت سعد کو دیئے اور فرمایا: تیر برساؤ! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں![1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کے لیے (دعا میں) اپنے ماں باپ کا اکٹھا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنا سوائے حضرت سعد بن مالک کے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوۂ اُحد کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا: تیر چلاؤ! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں![2]

کتنا ہی بڑا ہے وہ حصہ جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سینے میں رکھ دیا گیا اور آپ نے ایک اور خصوصیت کا حصہ بھی پایا۔ وہ یہ کہ آپ نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں اور بائیں سفید لباس میں ملبوس دو آدمی بڑی شدت سے لڑ رہے ہیں۔ حضرت سعد فرماتے ہیں: میں نے انہیں نہ اس سے پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں، یہ جبریل اور میکائیل تھے۔[3]

لیکن اس ہیرو کا سب سے بڑا کارنامہ وہ ہے جو اس نے ایرانیوں کی جنگ میں سرانجام دیا، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ایرانیوں کا قصہ تمام کر دیں، ان کی سلطنت کو ختم کر دیں، ان کی بت پرستی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور دینِ مجوسیت کو مٹا دیں تو آپ نے پوری دنیا میں اپنے عُمّال کی طرف خطوط بھیجے کہ میرے پاس ہر اس شخص کو بھیج دو جس کے پاس ہتھیار ہو یا گھوڑا ہو، وہ تجربہ یا رائے رکھتا ہو، شعر کہنے کی صلاحیت سے مالا مال ہو یا خطابت یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی چیز رکھتا ہو جو جنگ میں فائدہ مند ثابت ہو۔

اطراف واکناف سے مجاہدین کے دل مدینہ کی طرف اُچھلنے لگے، جب تیاری مکمل ہو گئی تو حضرت عمر فاروق اصحابِ حل وعقد سے مشاورت کرنے لگے کہ اس بڑے لشکر کا سربراہ کسے بنایا جائے اور اس کی قیادت کس کے سپرد کی جائے؟ تو سب نے بیک زبان کہا: تیز رفتار شیر حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بلایا اور لشکر کی قیادت آپ کے سپرد کی۔

---

1. صحیح البخاری: ۴۰۵۵ کتاب المغازی باب اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا.
2. صحیح البخاری: ۴۰۵۵ کتاب المغازی باب اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا.
3. رواہ البخاری ومسلم

Marfat.com

جب اس بڑے لشکر نے اللہ کے دشمنوں کے سامنے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں الوداع کہنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کے قائد کو یوں وصیت کی:

اے سعد! تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ چیز دھوکے میں مبتلا نہ کر دے کہ کوئی کہے: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماموں ہیں' یہ آپ کے ساتھی ہیں' بے شک اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔

اے سعد! بے شک اللہ تعالیٰ اور کسی کے درمیان کوئی رشتے داری نہیں مگر اطاعت کا تعلق ہے' لوگ شریف ہوں یا کمینے' وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکساں ہیں' اللہ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں' تقویٰ کی بناء پر وہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اور اللہ کے ہاں جو اجر ہے اسے وہ فرماں برداری سے حاصل کر سکتے ہیں' جس طریقے پر آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گامزن دیکھا اس کو لازم پکڑیں' بے شک وہ طریقہ ہی پیروی کے قابل ہے۔

یہ بہادر اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہو گیا' اس لشکر میں ننانوے بدری صحابہ تھے' تین سو دس سے کچھ اوپر وہ تھے جو بیعت رضوان کے وقت موجود تھے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ تھے' تین سو وہ تھے جو فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ موجود تھے اور سات سو فرزندانِ صحابہ تھے۔

یہ ہیرو روانہ ہوا اور قادسیہ میں اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا' جب جنگ کا دن آیا تو مسلمانوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے دشمن کو تباہ کر کے رکھ دیں گے' پس انہوں نے اپنے دشمن کو یوں گھیرے میں لے لیا جیسے ہتھکڑی کلائی کو جکڑے ہوئے ہوتی ہے اور وہ اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں رستم جو شاہسواروں کا قائد تھا' اس کا سر مسلمانوں کے نیزوں پر تھا۔ رعب و دبدبہ اللہ کے دشمنوں کے دلوں میں گھس گیا' حتیٰ کہ اگر مسلم کسی ایرانی مجوسی کی طرف بھی اشارہ کر دیتا تو وہ اس کے پاس آتا اور اسے قتل کر ڈالتا اور بسا اوقات وہ اپنے ہی ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کر ڈالتا۔

رہا معاملہ مالِ غنیمت کا تو اس کے بارے میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں' اور جہاں تک مقتولوں کا تعلق ہے تو تیرے لیے یہ جان لینا ہی کافی ہے کہ جو صرف ڈوب کر مرے' ان

Marfat.com

کی تعداد تمیں ہزار تک پہنچ گئی۔

نیکی، تقویٰ، علم اور جہاد سے بھرپور زندگی گزار کر یہ ہیرو جنت میں منتقل ہو گیا تا کہ (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیاروں اور آپ کے صحابہ کرام سے جا ملے[1]

❁❁❁❁❁

[1] اس صحابی کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۰۱-۱۱۱، حلیۃ الاولیا ج ا ص ۹۲، الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۲ ص ۶۰۶

Marfat.com

(۹) ابن حنیف
حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ

...... اور سعید بن زید جنتی ہیں۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے[1]

وفی کل شیء لہ آیۃ تدل علی انہ الواحد

''اور ہر چیز میں اس کی (قدرت کی) نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اکیلا ہے''۔

الطیر سبحہ والوحش عظمہ والحوت کبرہ والموج ناجاہ

''پرندے اس کی تسبیح بیان کرتے اور وحشی جانور اس کی عظمت کے گن گاتے ہیں، مچھلی اس کی بڑائی بیان کرتی ہے اور موج اس سے سرگوشی کرتی ہے''۔

والنمل تحت الصخور قدسہ والنحل یھتف لہ حمدا فی خلایاہ

''اور چیونٹی چٹانوں کے نیچے اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہے اور شہد کی مکھی اپنے چھتے میں اس کی حمد کا ترانہ الاپتی ہے''۔

ذاک ھو اللہ الذی انعمہ منھمرۃ

''یہی ہے وہ اللہ جس کی نعمتیں (موسلا دھار بارش کی طرح) برس رہی ہیں''۔

آپ کے متعلق بحث و تحقیق حق تک رسائی حاصل کرنے اور حقیقت کو دریافت کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت زید بن عمرو بن نفیل دین کے بارے میں پوچھنے کے لیے اور اس کی تلاش میں شام کی طرف گئے۔ ایک یہودی عالم سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس سے ان کے دین کے بارے میں پوچھا۔

حضرت زید: شاید میں آپ کا دین اختیار کرلوں، آپ مجھے اپنے دین کے بارے میں

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

Marfat.com

بتائیں۔

یہودی عالم: تو ہمارا دین اختیار نہیں کرسکتا حتیٰ کہ تو اللہ کے غضب میں سے اپنا حصہ لے۔

حضرت زید: اللہ کے غضب سے ہی تو میں بھاگ رہا ہوں، میں اللہ کے غضب میں سے کبھی بھی کسی چیز کا متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ مجھ میں اس کی استطاعت ہے۔ کیا آپ اپنے دین کے علاوہ کسی اور دین کی طرف میری رہنمائی کر سکتے ہیں؟

یہودی عالم: میرے علم کے مطابق تو وہ حنیف ہی ہے۔

حضرت زید: حنیف کیا ہے؟

یہودی عالم: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی اور وہ صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت زید وہاں سے چل دیئے اور ایک نصرانی عالم سے ملے۔ اس نے بھی ویسی ہی گفتگو کی۔

نصرانی عالم: تو ہمارے دین کو اختیار نہیں کرسکتا حتیٰ کہ تو اللہ کی لعنت میں سے حصہ لے لے۔

حضرت زید: اللہ کی لعنت سے ہی تو میں بھاگ رہا ہوں، میں اللہ کی لعنت اور اس کے غضب میں سے کسی چیز کا متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ مجھ میں اس کی استطاعت ہے۔ کیا آپ کسی اور دین کی طرف میری راہنمائی کریں گے؟

نصرانی عالم: میرے علم کے مطابق وہ حنیف ہے۔

حضرت زید: حنیف کیا ہے؟

نصرانی عالم: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین جو نہ یہودی تھے نہ عیسائی اور وہ صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

جب حضرت زید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ان کی بات سنی تو وہاں سے چل دیئے۔ جب باہر نکل آئے تو اپنے ہاتھ اُٹھا کر یوں کہا: اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں[1]

---

[1] صحیح البخاری: ۳۸۲۷ کتاب مناقب الانصار باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات وادیٔ بلدح کے نشیبی علاقے میں ہوئی۔ یہ واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نزولِ وحی سے پہلے کا ہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک دسترخوان پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں سے کھانے سے انکار کر دیا، پھر حضرت زید نے کہا: جس کو تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو میں اس میں سے نہیں کھاتا، میں تو صرف اسی میں سے کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

حضرت زید بن عمرو بن نفیل کہا کرتے تھے: بکری کو پیدا تو کیا اللہ نے، اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی اتارا، اسی نے اس کے لیے زمین سے گھاس اُگائی، پھر بھی تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ یہ بات حضرت زید نے ان کے اس کام پر اعتراض کرتے ہوئے اور اسے بہت بڑی غلطی قرار دیتے ہوئے کہی تھی[1]

یہ مردِ مؤحد قیامت کے دن ایک جماعت کی شکل میں اُٹھایا جائے گا۔

اس مردِ حنیف کے ہاں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل پیدا ہوئے جو اپنے باپ کی طرح صالح اور طالبِ حق تھے اور اسی وجہ سے سابقون اوّلون میں سے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے اور یہاں دعوتِ دین دینے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت سعید بن زید ان میں سے تھے جن کو اللہ عز وجل کی راہ میں اذیتیں دی گئیں لیکن آپ باہمت اور بہادر تھے کہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔

حضرت سعید رضوان اللہ علیہ ایمان کے بلند درجے پر فائز ہو گئے حتیٰ کہ آپ مستجاب الدعوات بن گئے۔

سلطنتِ امویہ کے زمانے میں ایک ایسا واقعہ وقوع پذیر ہوا جسے اہلِ مدینہ مدتوں بیان کرتے رہے۔ اس واقعہ کے ہیرو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

---

[1] صحیح البخاری: ۳۸۲۶ کتاب مناقب الانصار باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل.

Marfat.com

واقعہ یوں ہے کہ اروئ بنت اویس نے دعویٰ کیا کہ سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) نے اس کی کچھ زمین غصب کر لی ہے اور اسے اپنی زمین کے ساتھ ملالیا ہے۔ اس نے مسلمانوں میں اس کا تذکرہ کرنا شروع کر دیا' پھر اس نے اپنا یہ معاملہ والیٔ مدینہ منورہ مروان بن حکم کے سامنے پیش کر دیا۔ مروان نے کچھ آدمی حضرت سعید بن زید کے پاس بھیجے تاکہ وہ ان سے اس معاملے میں بات کریں۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی پر یہ معاملہ دشوار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ان کا خیال ہے کہ میں نے اس پر ظلم کیا ہے! میں اس پر ظلم کیسے کر سکتا ہوں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی' قیامت کے دن اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا[1]

اے اللہ! اس عورت کا دعویٰ ہے کہ میں نے اس پر ظلم کیا ہے' اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کی بینائی لے لے اور اسے اس گڑھے میں ڈال دے جس کے بارے میں یہ مجھ سے جھگڑتی ہے اور میرے حق سے ایک ایسا نور ظاہر کر دے کہ جو مسلمانوں کے لیے واضح کر دے کہ میں نے اس پر ظلم نہیں کیا۔

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وادیٔ عقیق میں ایسا سیلاب آیا جیسا پہلے کبھی نہیں آیا تھا اور اس نے اس حد کو کھول دیا جس کے بارے میں ان دونوں کا اختلاف تھا اور مسلمانوں کو پتا چل گیا کہ حضرت سعید سچے ہیں۔ ابھی ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ وہ عورت اندھی ہو گئی' یہ اپنی اسی زمین میں چل پھر رہی تھی کہ اس گڑھے میں گر گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہم ابھی بچے ہی تھے کہ ہم ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے کہتے ہوئے سنتے: اللہ تجھے ایسا اندھا کرے جیسے اروئ کو اندھا کیا تھا۔

اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں! رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مظلوم کی بددعا سے بچو! اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے' تو جب مظلوم بھی حضرت سعید بن زید جیسا ہو جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں تو پھر معاملہ کیسا ہو گا!

حضرت سعید بن زید جنگِ یرموک میں شریک ہوئے اور بہادروں کی سی لڑائی لڑے اور ہم آپ کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں: "ہم جنگ یرموک کے دن چوبیس ہزار یا اس کے قریب

---

1 رواہ البخاری و مسلم

تھے۔ ہمارے مقابلے میں ایک لاکھ بیس ہزار رومی آئے' وہ ہماری طرف بھاری نیزوں کے ساتھ آئے جو کہ پہاڑوں کی طرح تھے اور جنہیں خفیہ ہاتھ حرکت دے رہے تھے' ان کے آگے آگے بشپ' فوجی جرنیل اور پادری چل رہے تھے' انہوں نے صلیبیں اُٹھائی ہوئی تھیں اور بلند آواز سے دعائیں کر رہے تھے اور ان کے پیچھے لشکر بلند آواز سے ان دعاؤں کو دُہرا رہا تھا۔ ان کی آواز ایسی سخت تھی جیسی بجلی کی گرج کی ہوتی ہے۔

جب مسلمانوں نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو ان کی کثرت نے انہیں پریشان کر دیا اور ان کے دلوں پر ان کا خوف طاری ہو گیا۔

اس وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر مسلمانوں کو لڑائی پر اُبھارنے لگے۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو' وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اے اللہ کے بندو! صبر کرو بے شک صبر کفر سے نجات دینے والا' رب کی رضا کا ذریعہ اور عار کو مٹانے والا ہے' اپنے نیزوں کو سیدھا کر لو اور انہیں اپنی ڈھالوں سے چھپائے رکھو' خاموشی کو لازم پکڑو' ہاں! دل میں اللہ کا ذکر کرو' یہاں تک کہ میں تمہیں حکم دوں' اگر اللہ چاہے۔

حضرت سعید بن زید کہتے ہیں: اس وقت مسلمانوں کی صفوں سے ایک آدمی نکلا اور حضرت ابوعبیدہ سے کہا: میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے معاملے کا ابھی فیصلہ کر لوں' کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں کوئی پیغام بھیجنا ہے؟

حضرت ابوعبیدہ نے کہا: ہاں! تم میری اور دیگر مسلمانوں کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سلام پیش کرنا اور عرض کرنا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہمارے رب نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا' ہم نے اسے سچا پایا۔

حضرت سعید فرماتے ہیں: جب میں نے اس کی بات سنی اور دیکھا کہ وہ اپنی تلوار سونت رہا ہے اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے جا رہا ہے تو میں زمین کی طرف جھک گیا' اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا' اپنا نیزہ سیدھا کر لیا اور سب سے پہلا رومی شاہسوار جو ہماری طرف آیا اس پر میں نے حملہ کیا' پھر میں اس دشمن پر جھپٹا اور میرے دل میں جو بھی خوف تھا'

Marfat.com

اسے نکال ڈالا' پس لوگ رومیوں کے ساتھ بھڑک اُٹھے اور ان کے ساتھ لڑتے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مدد لکھ دی۔

اس کے بعد حضرت سعید بن زید دمشق کی فتح کے معرکے میں بھی شریک ہوئے' جب حکومت مسلمانوں کے حوالے کر دی گئی تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے حضرت سعید بن زید کو وہاں کا والی بنایا' پس آپ مسلمانوں میں سے پہلے شخص تھے جو دمشق کے والی بنے۔

۵۰ھ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تا کہ اپنے ان ساتھیوں سے جا ملیں جنہیں جنت کی خوش خبری دی گئی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس ہستیاں جنتی ہیں: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جنتی ہیں' ابوبکر جنتی ہیں' عمر جنتی ہیں' عثمان جنتی ہیں' علی جنتی ہیں' طلحہ جنتی ہیں' زبیر بن عوام جنتی ہیں' سعد بن مالک جنتی ہیں' عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں' سعید بن زید جنتی ہیں[1]

ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کا اسم گرامی ہے۔[2]

---

[1] صحیح: اسے احمد' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا' دیکھیے: صحیح الجامع الصغیر: ۴۰۱۰

[2] صحیح: اسے احمد' ضیاء' اور ترمذی نے روایت کیا' دیکھیے: صحیح الجامع: ۵۰

حضرت سعید کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد' ج ۳ ص ۲۸۹۔ ۲۹۴' حلیۃ الاولیاء' ج ۱ ص ۹۵' الاستیعاب' ج ۲ ص ۶۱۴' الاصابہ: ۳۲۶۱

Marfat.com

(١٠) امین الامت

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

ابوعبیدہ بن الجراح جنتی ہیں۔ یہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے۔

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ جمہور صحابہ کی طرح آپ کو بھی اذیت اور آزمائش کا سامنا کرنا پڑا لیکن سب سے بڑی آزمائش اور سب سے سخت مصیبت اس مشہور ہیرو کو غزوۂ بدر کے دن پہنچی۔

جب یہ بہادر ہیرو دشمن کی صفوں میں گھوم رہا تھا' کبھی اِدھر حملہ کرتا تھا کبھی اُدھر' تو گھڑ سواروں نے آپ کو ڈرایا اور مردانِ میدان نے آپ کو خوف زدہ کیا' لیکن ایک آدمی نے اپنا نیزہ ابوعبیدہ کی طرف سیدھا کر لیا۔ اس سے اس کا واحد مقصد یہی تھا کہ ابوعبیدہ کا کام تمام کر دیا جائے۔ حضرت ابوعبیدہ نے ارادہ کیا کہ اس آدمی سے روگردانی کر جائیں لیکن اس نے آپ کے تمام راستے روک دیئے اور آپ پر جنگ سے بچنے کے تمام دروازے بند کر دیئے۔

جب آپ کا پیمانہ چھلک پڑا اور اس کے ساتھ صبر نہ کر سکے تو آپ نے اس کے سر پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ جس نے اس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر دیئے' پس وہ آدمی آپ کے سامنے گر پڑا۔

اے مخاطب! تو یہ اندازہ لگانے کی کوشش نہ کر کہ وہ آدمی کون تھا؟ اس لیے کہ امتحان کی سختی حسب ونسب پر غالب آ گئی اور وہم وگمان سے تجاوز کر گئی اور شاید تجھے یہ جان کر صدمہ ہو کہ وہ گرنے والا شخص حضرت ابوعبیدہ کا والد عبداللہ بن جراح تھا۔

حضرت ابوعبیدہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی چوٹی اور شرک اور اہل شرک سے بیزاری کی انتہاء تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل فرمائی جو قیامت تک پڑھی جاتی رہے گی:

Marfat.com

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

(المجادلہ:۲۲)

تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر (پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبہ والے ہوں' یہ وہ لوگ ہیں نقش کر دیا ہے اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان اور تقویت بخشی ہے انہیں اپنے فیض خاص سے' اور داخل کرے گا انہیں باغوں میں' رواں ہیں جن کے نیچے نہریں' وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں' اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے' یہ (بلند اقبال) اللہ کا گروہ ہیں' سن لو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے○

آپ ایسے نہ تھے کہ کسی دھاوا بولنے والے ہیرو سے خوف زدہ ہو جاتے' پس آپ زمین میں بھی امین ہیں اور آسمان میں بھی امین۔

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے کچھ لوگ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ہمارے ہاں کوئی امین آدمی بھیج دیجیے' یعنی ایسا آدمی جو ہمارے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور تمہاری طرف ایسا امین آدمی بھیجوں گا جو واقعی امین ہے' یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو اس بات کا اشتیاق ہوا' لیکن آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو بھیج دیا۔[1]

---

[1] صحیح البخاری: ۳۷۴۵' کتاب فضائل الصحابہ' باب مناقب ابی عبیدۃ۔

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی اور جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے مطیع وفرماں بردار تھے۔

پھر جب خلافت امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئی تو ابوعبیدہ بن الجراح ان کے بھی مقرب تھے' یہاں تک کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات کے بعد فرمایا: اگر میں ابوعبیدہ بن جراح کو پالیتا تو ان کو خلیفہ بناتا اور میرا رب ان کے بارے میں پوچھتا تو میں عرض کرتا: میں نے تیرے نبی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ابوعبیدہ اس امت کے امین ہیں[1]

عہد فاروقی میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بلادِ شام میں مسلمانوں کے لشکروں کی ایک فتح سے دوسری فتح کی طرف قیادت کر رہے تھے' یہاں تک کہ اللہ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو شام کے تمام شہروں پر فتح دے دی۔ انہی دنوں مسلمانوں میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی' جس میں ہزاروں بہادر شاہسوار لقمۂ اجل بن گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے' جس میں میں آپ سے بے نیاز نہیں ہوں' جب میرا خط آپ کے پاس پہنچے تو اگر رات کا وقت ہو تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ صبح سے پہلے پہلے میرے پاس سوار ہو کر آ جائیں اور دن کے وقت خط آپ کے پاس پہنچے تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں' آپ شام سے پہلے پہلے میرے پاس سوار ہو کر آ جائیں۔ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کا خط وصول کیا تو فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ امیر المؤمنین کو مجھ سے کیا کام ہے۔

پھر آپ نے امیر المؤمنین کی طرف لکھا: مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے' میں مسلمانوں کے لشکر میں ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو اس مصیبت سے محفوظ رکھوں جس میں وہ مبتلا ہیں اور نہ میں ان سے جدا ہونا چاہتا ہوں' یہاں تک کہ اللہ میرے بارے میں اور ان کے بارے میں اپنے معاملے کا فیصلہ کر دے۔ جب میرا خط آپ کے

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۱۵

Marfat.com

پاس پہنچے تو آپ اپنی قسم توڑ دیں اور مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جب حاضرین نے آپ کی شدتِ گریہ کو دیکھا تو پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا ابوعبیدہ وفات پا گئے ہیں؟ فرمایا: نہیں! لیکن موت ان کے قریب ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گمان غلط نہ ہوا' اس طرح کہ جلد ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو طاعون کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے اپنے لشکر کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں' اگر اسے قبول کر لو تو ہمیشہ بھلائی میں رہو گے: نماز قائم کرو' زکوۃ ادا کرو' ماہِ رمضان کے روزے رکھو' صدقہ دو' حج کرو' عمرہ کرو' ایک دوسرے کو نصیحت کرو' اپنے حکام کی خیر خواہی کرو اور انہیں پریشانی میں نہ ڈالو' دنیا تمہیں غفلت میں نہ ڈال دے' اگر کسی آدمی کو ہزار سال کی عمر دے دی جائے تو پھر بھی اسے موت کا سامنا کرنا ہی پڑے گا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں اس سے دوچار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لیے موت لکھ دی ہے' پس وہ مرنے ہی والے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو اپنے رب کا سب سے زیادہ فرماں بردار ہے اور اپنے آخرت کے دن کے لیے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ!

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے معاذ! لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔

پھر جلد ہی ان کی پاکیزہ روح پرواز کر گئی۔ حضرت معاذ کھڑے ہو کر یوں گویا ہوئے: اے لوگو! تمہیں ایسے آدمی کی موت کا صدمہ پہنچا ہے کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں نے کوئی ایسا آدمی دیکھا ہو جو ان سے بڑھ کر دل کا نیک ہو' جو ان سے بڑھ کر کینے اور بغض سے دور رہنے والا ہو' جو ان سے بڑھ کر آخرت سے محبت کرنے والا ہو اور جو ان سے بڑھ کر عامۃ الناس کا خیر خواہ ہو' پس تم ان پر رحم کرو' اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔

ہم اس عظیم ہیرو کا قصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم گواہی کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کوئی تمنا کرو۔

ایک آدمی نے کہا: میری یہ خواہش ہے کہ اگر یہ دنیا سونے سے بھری ہوئی ہو تو میں

Marfat.com

اسے اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کر دوں۔

آپ نے فرمایا: تمنا کرو۔

ایک اور آدمی نے کہا: میری خواہش ہے کہ اگر یہ دنیا موتیوں' زبرجد اور جواہرات سے بھری ہوئی ہوتو میں اسے اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کر دوں یا اسے صدقہ کر دوں۔

آپ نے پھر فرمایا: تمنا کرو۔

انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہمیں نہیں معلوم (کہ آپ کیسی تمنا مراد لے رہے ہیں)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن میری تمنا تو یہ ہے کہ کاش! یہ دنیا ابوعبیدہ بن جراح جیسے مردوں سے بھری ہوئی ہو[1]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کیا ہی خوب اچھے آدمی تھے[2]

---

۱ الریاض النضرہ' ص ۸۰۵

۲ آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: الطبقات الکبریٰ' ج ۳ ص ۴۱۲' الاستیعاب' ج ۳ ص ۲' الاصابہ' ج ۲ ص ۲۵۲' حلیۃ الاولیاء' ج ۱ ص ۱۰۰

Marfat.com

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی محبوب زوجہ
حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

خدیجہ کو (جنت میں) موتیوں کے بنے ہوئے گھر کی بشارت دے دیں جس میں نہ شور ہوگا نہ کوئی تکلیف۔

یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر بدل عطا نہیں فرمایا' وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے انکار کیا' انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا' انہوں نے اس وقت اپنے مال کے ساتھ میری غم گساری کی جب لوگوں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی جب کہ اور عورتوں سے عطا نہیں فرمائی۔

یہ باتیں کہنے والا کون ہے؟ اور کس کے بارے میں کہی گئیں؟

ان باتوں کے کہنے والے (سیّدنا) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ باتیں اُم المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمائی گئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اسی وقت سے جنت کے تذکرے سے شروع ہوتا ہے' جب انہوں نے اپنے شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا' پس آپ نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ وہ یوں کہ آپ نے سب سے پہلی مسلمان خاتون ہونے کا شرف حاصل کیا۔

سب سے پہلا موقع جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شرافت' وفاداری' دانش مندی' بردباری اور عقل کی پختگی ظاہر ہوئی' وہ دن ہے جس میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔

ہم خود بیان کرنے کی بجائے حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں جو کچھ وقوع پذیر ہوا' ہم سے بیان فرمائیں۔

آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح ثابت ہوتا' پھر آپ کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کردی گئی۔ آپ غارِ حراء میں تشریف لے جاتے اور واپس آنے تک کئی کئی راتیں وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے اور آپ توشہ بھی ساتھ لے جاتے تھے' پھر آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹ آتے اور مزید توشہ لے کر غارِ حراء میں تشریف لے جاتے' یہاں تک کہ آپ پر حق منکشف ہوگیا اور آپ غارِ حراء ہی میں تھے کہ حضرت جبریل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: پڑھیے!

آپ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے پکڑ کر بڑے زور سے دبایا۔

پھر اس نے کہا: پڑھیے!

میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں! اس نے مجھے پکڑ کر دوبارہ پھر بڑے زور سے دبایا'

پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: پڑھیے!

میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں! اس نے مجھے پکڑ کر تیسری بار بڑے زور سے دبایا'

پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَO خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍO اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُO الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِO عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْO (العلق: ۱-۵)

آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایاO پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سےO پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہےO جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سےO اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھاO

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ اس حال میں لوٹے کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا' یہاں تک کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے اور فرمایا: مجھے کمبل اوڑھادو' مجھے کمبل اوڑھادو' یہاں تک کہ آپ کا خوف دور ہوگیا۔

فرمایا: اے خدیجہ! مجھے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے آپ سے صورتِ احوال عرض کی۔

Marfat.com

فرمایا: مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہرگز نہیں! آپ کو خوش خبری ہو! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا' آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' سچ بولتے ہیں' کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں' محتاجوں کے لیے کماتے ہیں' مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ وہ زمانۂ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ وہ عبرانی زبان میں کتابت کیا کرتے تھے' اور انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے' جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ لکھتے' وہ بہت بوڑھے تھے اور بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنئے!

ورقہ بن نوفل نے آپ سے پوچھا: اے میرے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا' انہیں بتا دیا۔

ورقہ نے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا گیا تھا' کاش! میں نوجوان ہوتا' کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟

ورقہ نے کہا: ہاں! جب بھی کوئی شخص ایسی چیز لے کر آیا جیسی آپ لائے ہیں تو اس کے ساتھ عداوت کی گئی۔ اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا' پھر کچھ عرصہ بعد ورقہ کی وفات ہو گئی اور وحی کا سلسلہ رُک گیا۔[1]

یوں وفادار زوجہ سختی اور مصائب میں مدد کرتی ہے' صبر کرتی ہے اور صبر دلاتی ہے' ہمت پیدا کرتی ہے اور خوش خبری دیتی ہے' مصیبت کو رحمت سے' بدبختی کو خوش بختی سے' تنگی کو آسانی سے اور غم کو خوشی سے بدل دیتی ہے۔

---

1. صحیح البخاری: ۳' کتاب بدء الوحی' باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صحیح مسلم: ۴۰۳' کتاب الایمان' باب بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خوشی کے عالم میں کہا کرتی تھیں: اے ابوالقاسم! یہ کلام کتنا شیریں ہے' اس کی اپنی ہی مٹھاس ہے اور اس کا اپنا ہی حسن ہے' اے ابوالقاسم! یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کریم سنا تو اللہ کی آیتیں سن کر خوشی سے جھوم اُٹھیں اور اپنے دل میں اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے قوت و استعداد محسوس کی' آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھلائی کی خوش خبری دینے لگیں اور آپ کو اللہ کے فضل کی مبارک باد دینے لگیں۔

اسی موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی جان اور اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا۔

اب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا آغاز کر دیا' یہاں تک کہ آپ کا گھر بہت سی خواتین سے بھر گیا جو آپ سے اس خبر کے بارے میں پوچھتی تھیں جس کا شہرہ ہو چکا تھا۔ آپ نے انہیں اس واقعہ کے بارے میں آگاہ کرنا شروع کر دیا اور آپ انہیں اس کے صحیح ہونے کی بھی تاکید کرتیں۔ یہ سب کچھ مکمل رازداری اور کامل سکون کے ساتھ وقوع پذیر ہوا۔

پہلی آزمائش کے بعد اب دوسری آزمائش آ گئی۔ خوب جان لو کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کا منقطع ہونا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلق اور غم شدت اختیار کر گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کھڑی ہو کر آپ کو حوصلہ دلاتیں اور آپ کے دل کو تقویت پہنچاتیں' گویا وہ آپ سے یوں عرض گزار ہوتیں: یا رسول اللہ! غم نہ کیجئے! کوئی سختی ایسی نہیں جو ختم نہ ہو جائے اور کوئی تنگی ایسی نہیں جس کے بعد کشادگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرتا ہے' اس میں اس کا ایک خاص مقصد ہوتا ہے۔

پھر جلد ہی یوں وحی نازل ہوگئی:

وَالضُّحٰی ○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ○ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ○ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ	قسم ہے روزِ روشن کی ○ اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے ○ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا ○ اور

Marfat.com

الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ○ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ (الضحیٰ:۱۔۱۱)

یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے (بدر جہا) بہتر ہے ○ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ○ کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم، پھر (اپنی آغوشِ رحمت میں) جگہ دی ○ اور آپ کو اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا ○ اور اس نے آپ کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا ○ پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجیے ○ اور جو مانگنے آئے اس کو مت جھڑکیے ○ اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجیے ○

پھر تیسری آزمائش آ گئی اور یہ آزمائش اپنے اندر آزمائشوں کا بہت بڑا مجموعہ لیے ہوئے تھی، یہ بے بسوں کی آزمائش تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کیا کرتیں، ان مظلوموں کی مشکل کیسے حل کرتیں جو کفار کی سختی اور ان کے ظلم کی وجہ سے اپنا دین لے کر بھاگ رہے تھے؟

آپ کے ذمے یہ تھا کہ ان کمزوروں کی اپنے مال سے مدد کریں جب کہ کفار نے انہیں دھتکار دیا ہے اور انہیں (مزدوری کے) کام سے محروم کر دیا ہے۔

آپ کے ذمے یہ تھا کہ ان غلاموں کو آزاد کرانے کی کوشش کریں جو صبح و شام طرح طرح کی سخت ترین آزمائشوں کا سامنا کر رہے تھے کیونکہ انہوں نے بتوں کو چھوڑ دیا تھا اور کہا تھا: ہمارا رب اللہ ہے۔

آپ کے ذمے یہ تھا کہ مظلوموں کی غم گساری کریں، بھوکوں کو کھانا کھلائیں، اس سے بڑھ کر جس قدر پہلے آپ یہ کام کرتی تھیں، اور آپ کا گھر خوف زدوں اور غم زدوں کی پناہ گاہ بن گیا تھا، اس میں بھوکے کے لیے کھانا اور دھتکارے ہوئے کے لیے ٹھکانا تھا، آپ کا دل اس جہاد کے لیے کھلا ہوا تھا اور جب بھی یہ معاملہ شدت اختیار کرتا، آپ کی فرحت اور خوشی میں اضافہ ہو جاتا (کیونکہ آپ کو خدمت کا زیادہ موقع ملتا)۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ کے جہاد میں برکت دی' حضرت جبریل علیہ السلام' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد (ﷺ)! یہ خدیجہ آپ کے پاس ایک برتن میں سالن اور کھانا یا پینے کی چیز لے کر آ رہی ہیں' جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیے[۱]

یہ کتنا بڑا اشرف ہے کہ رب العالمین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام فرما رہا ہے! بلکہ اس وقت اس شرف کی بلندی میں مزید اضافہ ہو گیا جب حضرت جبریل علیہ السلام' نبی مکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: خدیجہ کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوش خبری دے دیجیے' جس میں شور ہو گا نہ کوئی تکلیف[۲]

ماشاء اللہ! موتیوں سے بنا ہوا اندر سے خالی محل۔

☆ ہاں! یہ جزاء ہے ان کی جو نبی پاک ﷺ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے آپ کا انکار کیا۔

☆ یہ جزاء ہے اس کی جس نے آپ ﷺ کو اس وقت پناہ دی' جب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔

☆ یہ جزاء ہے اس کی جس نے اس وقت اپنا مال آپ کو پیش کیا جب لوگوں نے آپ کو محروم رکھا۔

☆ یہ جزاء ہے اس کی جس سے آپ ﷺ کو اولاد سے نوازا گیا۔

☆ یہ جزاء ہے اس کی جس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے حتیٰ کی ان کی وفات کے بعد بھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی زوجہ پر اتنا

---

۱ صحیح البخاری: ۳۸۲۰' کتاب فضائل الصحابہ' باب تزویج النبی ﷺ خدیجة وفضلها رضی اللہ عنها' صحیح مسلم: ۶۲۷۳' کتاب فضائل الصحابہ' باب فضائل خدیجة رضی اللہ عنها.

۲ مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۵' صحیح البخاری: ۳۸۲۰' کتاب فضائل الصحابہ' باب تزویج خدیجة رضی اللہ عنها.

Marfat.com

رشک نہیں آتا تھا جتنا حضرت خدیجہ پر آتا تھا کیونکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا ذکر خیر سنتی رہتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی وفات کے تین سال بعد مجھ سے نکاح فرمایا تھا اور ان سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد بھی ہوئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے رب نے حکم دیا کہ حضرت خدیجہ کو جنت میں ایسے محل کی خوش خبری دیں جو موتیوں سے بنا ہوا ہو، جس میں شور ہوگا نہ کوئی تکلیف۔[1]

اے ہماری مادرِ محترم! ہمیشگی کے باغات کی طرف تشریف لے چلیے! آپ کو موتیوں سے بنے ہوئے اندر سے خالی محل کی بشارت ہو۔[2]

۱۔ صحیح البخاری: ۳۸۲۰ کتاب الفضائل باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ و فضلھا رضی اللہ عنہا۔

۲۔ آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱۔ ۱۵ صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۲۵۔ ۱۲۶ الاصابہ ج ۴ ص ۲۸۱

(۱۲) سیّدۃ نساء العالمین

حضرت فاطمہ بنت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) رضی اللہ عنہا

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کیا: بے شک فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔[1]

.... اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں' ہاں! مریم بنت عمران کا معاملہ الگ ہے۔[2]

جنتیوں کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد' مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجہ' فرعون ہیں۔[3] یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بنی آدم کے سردار علیہ اشرف صلوٰۃ وسلام کے گھر میں پرورش پائی' آپ کے مکتب سے فیض یاب ہوئیں' آپ کی نگاہوں کے سامنے ادب سیکھا اور آپ نے اپنی نگرانی میں ان کی سرپرستی فرمائی' پس حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے (بلند اقبال) باپ کی (بلند اقبال) بیٹی تھیں اور سب لوگوں سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیاری تھیں' یہاں تک کہ جو حضرت فاطمہ سے لڑتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس سے لڑتے اور جو ان سے صلح رکھتا آپ بھی اس سے صلح رکھتے' بلکہ آپ جب انہیں دیکھتے تو ان کی خاطر کھڑے ہو جاتے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے اور انہیں مجلس میں آگے بٹھاتے۔ جب یہ آیت قرآنی نازل ہوئی:

---

[1] اسے حاکم نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا' دیکھئے: فتح الباری' مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا' ج ۷ ص ۱۳۲

[2] صحیح: اسے احمد' ابویعلیٰ' ابن حبان' طبرانی اور حاکم نے ابوسعید سے روایت کیا' دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ: ۷۹۶' صحیح الجامع: ۳۱۸۱

[3] صحیح: اسے احمد' طبرانی' حاکم' طحاوی اور ضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور امام سیوطی اور البانی نے اسے صحیح قرار دیا' دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر: ۱۱۳۵' السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۵۰۸

Marfat.com

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ　　اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے

الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ. (الاحزاب:۳۳)　　دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو!

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ' حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا اور فرمایا: یہ میرے گھرانے والے ہیں۔ راویہ کہتی ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے گھرانے والوں میں سے نہیں ہوں؟

فرمایا: کیوں نہیں! ان شاء اللہ عزوجل ![1]

جب حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنی عمر کے پندرھویں سال میں پہنچیں تو ان کا نکاح ان کے چچازاد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیا گیا' آپ نے ان کے ساتھ فقر' بھوک' تھکاوٹ اور مشقت پر صبر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تو میرے اور ان کے لیے کوئی بستر نہیں تھا سوائے مینڈھے کی کھال کے' اسی پر ہم رات کے وقت سوتے تھے اور اسی پر دن کے وقت آب پاشی کے لیے پانی لے جانے والے اونٹ کو جو وغیرہ کھلاتے تھے' نہ میرے لیے کوئی خادم تھا نہ ان کے لیے۔

ان دونوں کا گھر سادہ سا تھا' مال تھوڑا تھا' یہاں تک کہ ان کی تکلیف زیادہ ہوگئی' جسم کبڑے ہو گئے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں صبر دلاتے تو وہ صبر کرتے' انہیں سکھاتے تو وہ سیکھتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نکاح کیا تو آپ نے ان کے ساتھ (جہیز کے طور پر) ایک چادر' ایک چمڑے کا تکیہ جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی' دو چکیاں' ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اللہ کی قسم! میں نے کنویں سے ڈول کے ساتھ اس قدر پانی نکالا ہے کہ میرے سینے میں تکلیف ہوگئی ہے اور

[1] اسے حاکم نے مستدرک' ج ۳ ص ۱۴۶' باب مناقب اهل البيت' میں روایت کیا اور فرمایا: یہ روایت صحیح مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔

Marfat.com

آپ کے اباجان کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں' آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور خادم عطا کیے جانے کی درخواست کریں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! چکی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔

پھر آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: بیٹی! کیوں آئی ہو؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا: میں آپ کو سلام کرنے آئی تھی' اور آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کرتے ہوئے حیاء آ گئی اوو اپس لوٹ آئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: آپ نے کیا کیا؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا: مجھے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی چیز کا سوال کرتے ہوئے حیاء آ گئی۔ اب دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے اس قدر کنویں سے پانی کے ڈول نکالے کہ میرے سینے میں تکلیف ہوگئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: چکی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور اللہ نے آپ کو قیدی عطا فرمائے ہیں اور فراخی بھی' پس ہمیں بھی خادم عطا فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں دوں اور اہلِ صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ بھوکے ہیں' میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسے میں ان پر خرچ کروں لیکن میں ان قیدیوں کو بیچ کر ان کی قیمت اصحابِ صفہ پر خرچ کروں گا۔

دونوں واپس آئے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے' اس وقت وہ دونوں اپنی چادر میں داخل ہو چکے تھے' (وہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ) جب وہ اپنے سروں کو ڈھانپتے تو ان کے قدم ننگے ہو جاتے اور جب قدموں کو ڈھانپتے تو ان کے سر ننگے ہو جاتے' وہ دونوں حیاء سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی جگہوں پر رہو' تم نے جو کچھ مجھ سے مانگا تھا کیا میں

Marfat.com

تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟

دونوں نے عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: کچھ کلمات ہیں جو مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے سکھائے' تم دونوں نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ' دس مرتبہ الحمدللہ' دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور جب اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ' تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات مجھے سکھائے ہیں' میں نے انہیں چھوڑا نہیں۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی پر ناراض ہوتے اور ان کی خوشی پر خوش ہوتے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: بنی ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کردیں' میں اجازت نہیں دیتا' پھر میں اجازت نہیں دیتا' پھر میں اجازت نہیں دیتا' مگر یہ کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دینے کا ارادہ کریں' پھر ان کی بیٹی سے نکاح کرلیں' بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز اسے بے چین کرتی ہے وہ مجھے بھی بے چین کرتی ہے اور جو چیز اسے اذیت دیتی ہے' وہ مجھے بھی اذیت دیتی ہے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری مرض میں حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیہا اپنے والد گرامی کے گھر میں آئیں' پس آپ بہت روئیں' پھر آپ ہنستی ہوئی دکھائی دیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام چلتی ہوئی آئیں' ان کی چال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی چال تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید! پھر آپ نے انہیں اپنے دائیں یا بائیں طرف بٹھایا' پھر آہستگی سے ان سے کوئی بات کہی تو وہ رو پڑیں' پھر آہستگی سے کوئی

1۔ صحیح البخاری: ۳۷۰۵' کتاب فضائل الصحابہ' باب مناقب علی رضی اللہ عنہ۔

2۔ جامع الترمذی' ابواب المناقب' باب ما جاء فی فضائل فاطمۃ رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

بات کہی تو وہ ہنس دیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے کہا: میں نے ایسی ہنسی نہیں دیکھی جو رونے کے اتنی قریب ہو، رسول اللہ ﷺ نے ایک بات کرنے کے لیے آپ کو خاص کیا' آپ پھر بھی روتی ہیں؟

پھر میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کون سی بات آہستگی سے کی تھی؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشاء نہیں کر سکتی۔

حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں پوچھا۔

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام ہر سال میرے پاس آتے اور ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے' اس سال وہ آئے تو دو مرتبہ انہوں نے میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا' اور میں تمہارے لیے کتنا اچھا پیش رَو ہوں۔

اور فرمایا: تم میرے گھرانے والوں میں سب سے پہلے مجھ سے ملوگی' تو میں رو دی۔

پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں کی یا تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ تو میں ہنس دی[1]

چھ ماہ[2] کے بعد جنتی عورتوں کی سردار' کامل طور پر جنتیوں کے سردار (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) سے جا ملیں[3]

---

[1] صحیح البخاری: ۴۴۳۳-۴۴۳۴' کتاب المغازی' باب مرض النبی ﷺ

[2] تین ماہ بھی کہا گیا ہے۔

[3] حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۶-۲۵' صفۃ الصفوۃ' ج ۱ ص ۲۵۷-۲۵۹' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۹

جنتی نوجوانوں کے سردار

حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں[1]

حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ان دونوں سے افضل ہیں[2]

حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں سوائے دو خالہ زاد بھائیوں عیسیٰ ابن مریم اور یحییٰ بن زکریا کے[3]

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوالِ مبارکہ ہیں۔

---

۱ حسن: اسے امام احمد نے اور ترمذی نے ابواب المناقب 'باب مناقب الحسن والحسین' میں حضرت ابوسعید کی روایت سے بیان کیا' دیکھئے: صحیح الجامع: ۳۱۸۰

۲ صحیح: اسے ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا' دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ: ۷۹۶' صحیح الجامع: ۳۱۸۲

۳ صحیح: اسے امام احمد' ابویعلیٰ' ابن حبان' طبرانی اور حاکم نے ابوسعید سے روایت کیا' دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ: ۷۹۶' صحیح الجامع: ۳۱۸۱

Marfat.com

(۱۳) سب لوگوں سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے مشابہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشبودار پھول حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

جنتی نوجوانوں کے سردار (امام حسن رضی اللہ عنہ) نصف رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لعابِ مبارک سے آپ کو گھٹی دی اور آپ کا نام حسن رکھا اور آپ اپنے والدین کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے بہت محبت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے منہ کے جھاگ کو بوسا دیتے تھے جبکہ آپ ابھی بچے ہی تھی اور اکثر اوقات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو اپنی زبان مبارک چسواتے[1] انہیں گلے سے لگاتے اور ان کے ساتھ دل لگی کرتے اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سجدے کی حالت میں ہوتے اور امام حسن رضی اللہ عنہ آ کر آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ آپ انہیں اپنی پشت مبارک پر ٹھہرائے رکھتے اور ان کی خاطر سجدے کو لمبا کر دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے، کیا تو دیکھتا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں کہا کرتے: اے اللہ! میں حسن سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرتا ہے، اس سے بھی محبت کر۔[2]

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ساتھ دل لگی فرماتے اور اکثر ان کے بارے میں پوچھ گچھ فرمایا کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے

---

1. مسند احمد ج ۴ ص ۹۳، اور مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۷ میں کہا: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔
2. صحیح البخاری: ۳۷۴۹، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب الحسن والحسین، صحیح مسلم: ۲۴۲۲، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل الحسن والحسین.

Marfat.com

بازار میں تھا' پھر آپ وہاں سے واپس مڑے اور میں بھی آپ کے ساتھ مڑا۔ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے آئے اور فرمایا: اے چھوٹے بچے! اے چھوٹے بچے! اے چھوٹے بچے! کسی نے جواب نہ دیا' پس آپ اور میں صحن میں آ گئے اور آپ بیٹھ گئے۔

پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے یہ خیال کیا کہ ان کی والدہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے انہیں ہار پہنانے کے لیے روکا ہوا تھا۔ جب حضرت حسن وہاں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چمٹ گئے' پھر آپ نے فرمایا: میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کرتا ہوں۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا[1]

اس بچے نے سیّد الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی' آپ کے ادب سے ادب سیکھا' آپ کے علم سے علم سیکھا' آپ کی تربیت سے تربیت پائی' یہاں تک کہ ادب کی چوٹی پر پہنچ گئے۔

ایک مرتبہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں ایک بوڑھے آدمی کو پایا جو اچھی طرح وضو نہیں کر رہا تھا۔

دونوں نے کہا: ہم کیا کریں جس سے یہ بوڑھا اچھی طرح وضو کرنا سیکھ جائے؟ کیا ہم اسے جھڑکیں اور زجر و توبیخ کریں؟

فطری طور پر ایسا نہیں۔

حضرت امام حسن نے اس کا ایک آسان حل سوچا۔

آپ نے امام حسین سے فرمایا: اگر ہم اس بوڑھے سے کہیں کہ وہ ہم دونوں کے درمیان فیصلہ کرے کہ کون اچھا وضو کرتا ہے تو تمہاری کیا رائے ہے؟

امام حسین نے کہا: بہت اچھی رائے ہے۔

امام حسن اس آدمی کے پاس آئے اور کہا: آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ ہم دونوں کے درمیان فیصلہ کریں کہ ہم میں سے کون اچھی طرح وضو کرتا ہے؟

اس آدمی نے کہا: ٹھیک ہے۔

---

[1] مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۱' صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابہ' باب فضائل الحسن والحسین۔

Marfat.com

امام حسن کھڑے ہوئے اور اچھی طرح وضو کیا۔

پھر امام حسین کھڑے ہوئے اور اپنے بھائی کی طرح اچھی طرح وضو کیا۔

اس آدمی نے کہا: میں ہی اچھی طرح وضو نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو جزائے خیر دے! تم نے مجھے (اچھی طرح وضو کرنا) سکھا دیا ہے۔

یہ مدرسۂ نبویہ کی تربیت ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی۔

عقبہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے چند راتوں کے بعد عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکل گئے۔ دونوں پیدل چل رہے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا' پھر آپ نے انہیں اپنی گردن پر اُٹھا لیا اور کہنے لگے: میرے باپ کی قسم! یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشابہہ ہیں' علی سے مشابہہ نہیں ہیں' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن کی بڑی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے' ان سے محبت کرتے تھے اور ان پر فدا ہوتے تھے۔

واقدی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظیفہ خوروں کا رجسٹر تیار کیا تو بدری صحابہ کے ساتھ حضرت امام حسن اور امام حسین کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیے۔[2]

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کا بیٹا آیا اور مطالبہ کیا کہ میرے اور حسن وحسین کے درمیان عطیہ دینے میں برابری کی جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ان دونوں کے باپ جیسا باپ' ان کی ماں جیسی ماں اور ان کے دادا جیسا دادا لے آؤ (پھر برابری کی بات کرنا)۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے اور ان کا اکرام کرتے تھے اور وہ دونوں بھی اسی احساس اور شعور سے ان

---

1. صحیح البخاری: ۳۷۵۰' کتاب فضائل الصحابہ' باب مناقب الحسن والحسین.

2. البدایہ والنہایہ' ج ۸ ص ۴۱

Marfat.com

سے ملتے تھے۔

جب یوم الدار کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے آپ کے ساتھ تھے اور آپ کا دفاع کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں خدشہ ہوا تو آپ نے انہیں قسم دی کہ اپنے گھر لوٹ جائیں' یہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کی خوشی کی خاطر اور ان کے بارے میں (بلوائیوں کے) اندیشے کی وجہ سے کہا۔

رہا معاملہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تو ان کے بارے میں بھی گفتگو کرو' اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ حضرت حسن کے والہ وشیدا تھے' ان کا بڑا اکرام اور بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ایک دن حضرت علی نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! کیا آپ تقریر نہیں کریں گے تاکہ میں آپ کو سنوں!

انہوں نے عرض کیا: مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں آپ کو دیکھتے ہوئے تقریر کروں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے اور وہاں جا بیٹھے جہاں حضرت حسن آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے' پھر حضرت حسن نے کھڑے ہو کر لوگوں میں تقریر کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سن رہے تھے۔ حضرت حسن نے بڑا فصیح وبلیغ خطاب کیا اور جب وہ واپس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ (آل عمران: ۳۴)

یہ ایک نسل ہے' بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں' اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے ○

اور جب حضرت حسن اور حضرت حسین سوار ہوتے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی رکاب پکڑ لیتے اور اسے اپنے آپ پر احسان سمجھتے۔

جب دونوں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تو ایسے لگتا کہ لوگ ان پر ازدحام کرنے کی وجہ سے انہیں گرا دیں گے۔ رضی اللہ عنہما وارضاہما!

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: اللہ کی قسم! عورتوں نے حضرت حسن

بن علی رضی اللہ عنہما جیسے بچے کو جنم نہیں دیا۔

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں فجر کی نماز ادا فرما لیتے تو آپ کے مصلیٰ پر بیٹھ جاتے اور طلوعِ آفتاب تک ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے اور لوگوں کے سردار آپ کے پاس گفتگو کے لیے بیٹھ جاتے' پھر آپ اٹھ کر امہات المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور انہیں سلام کرتے اور اکثر اوقات وہ آپ کو تحائف بھی عنایت فرماتیں' پھر آپ اپنے گھر کی طرف واپس لوٹ آتے۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جبکہ حضرت حسن کی خلافت کی بیعت کر لی گئی تھی اور قریب تھا کہ مسلمانوں میں جنگ کی آگ بھڑک اُٹھے' آپ مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو گئے اور یوں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے جب کہ امام حسن بھی آپ کے پہلو میں تھے تو آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے' امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔[1]

میں اس بات کا تذکرہ کرنا نہیں بھول سکتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال آپ کو عطیہ دیتے تھے اور آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور بسا اوقات انہوں نے آپ کو چار لاکھ درہم عطیہ دیا اور ہر سال آپ کو ایک لاکھ وظیفہ دیا۔ ایک سال حضرت امیر معاویہ آپ کے پاس نہ جا سکے اور عطیہ دینے کا وقت آ گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس کی ضرورت پڑی' جبکہ آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے' تو آپ نے ارادہ کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھیں کہ وہ عطیہ ان کے پاس بھیج دیں۔ اسی رات جب آپ سوئے تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! کیا تو مخلوق کی طرف اپنی حاجت لکھتا ہے؟ پھر آپ نے انہیں ایک دعا سکھائی کہ یہ دعا مانگا کریں' چنانچہ آپ نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا' پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو یاد فرمایا' آپ کے بارے میں جستجو کی اور فرمایا: ان کی طرف دو لاکھ درہم بھیج دو' شاید انہیں

---

۱ صحیح البخاری: ۳۷۴۶ کتاب فضائل الصحابہ' باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما.

Marfat.com

ضرورت ہو جس کی وجہ سے انہوں نے ہمارے پاس آنا چھوڑ دیا ہے' پس بغیر سوال کے وہ دراہم آپ کے پاس لے جائے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار آپ کا مال لیا اور دو بار آپ خود اپنے مال سے دست بردار ہوئے۔ آپ نے پچپن حج پیدل کیے اور آپ قرآن کریم کے ساتھی تھے' رات اور دن کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوتے تھے اور سخاوت میں آپ کو بڑا عظیم مقام حاصل تھا۔

سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں: حضرت حسن نے اپنے پہلو میں ایک شخص کو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ مجھے دس ہزار درہم کا مالک بنا دے! آپ اُٹھ کر اپنے گھر گئے اور دس ہزار درہم اس آدمی کو بھیج دیئے۔

مؤرخین نے بیان کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک سیاہ فام غلام کو دیکھا کہ وہ روٹی کا ایک لقمہ خود کھاتا ہے اور ایک لقمہ اس کتے کو کھلاتا ہے جو وہاں موجود تھا۔

آپ نے اس سے پوچھا: تمہیں اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا؟

غلام: مجھے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میں خود کھاؤں اور اسے نہ کھلاؤں۔

حضرت حسن: میرے آنے تک اسی جگہ ٹھہرے رہو۔ آپ اس کے آقا کے پاس گئے' وہ غلام اس سے خریدا اور وہ باغ بھی جس میں وہ غلام تھا' پھر آپ نے اسے آزاد کر دیا اور وہ باغ اس کی ملکیت میں دے دیا۔

غلام نے کہا: اے میرے آقا! میں نے یہ باغ اسے دے دیا ہے جس کی خاطر آپ نے یہ باغ مجھے دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نواسہ اپنے پیٹ کی حکومت کا باغی تھا۔ جو چیز پاس نہیں ہوتی تھی اس کی خواہش نہیں کرتا تھا اور جب پاس ہوتی تو زیادہ کی خواہش نہیں کرتا تھا' نہ وہ ناراض ہوتا تھا اور نہ اُکتاتا تھا۔

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خوشبودار پھول نے خواب میں اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ''قل هو الله احد'' لکھا ہوا دیکھا تو بڑا خوش ہوا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر انہوں نے یہ خواب دیکھا ہے تو ان کی مدتِ حیات تھوڑی رہ گئی ہے۔

Marfat.com

اور ایسا ہی ہوا' آپ کو کئی بار زہر پلایا گیا یہاں تک کہ زہر نے آپ کی آنتوں کو کاٹ دیا۔ آپ کے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے جب کہ آپ آخری سانسیں لے رہے تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا: آپ کو کس نے زہر پلایا ہے؟

آپ نے فرمایا: اے میرے بھائی! کیوں پوچھ رہے ہو؟

حضرت حسین نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی تدفین سے پہلے پہلے اسے قتل کر ڈالوں گا اور اگر میں اس پر قابو نہیں پاتا یا وہ کسی اور علاقے میں ہے تو میں مشقت برداشت کر کے اس کے پاس جاؤں گا۔

حضرت حسن نے فرمایا: اے میرے بھائی! دنیا تو فانی ہے' اسے چھوڑ دو' یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے ملاقات کروں اور آپ نے اس کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔[1]

اے جنتی نوجوانوں کے سردار! جنت کے صحن کی طرف تشریف لے چلئے!

---

[1] آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: البدایہ والنہایہ' ج ۸ ص ۳۷-۴۹

Marfat.com

(١٤) جنتی نوجوانوں کے سردار
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشبودار پھول
حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

سینے سے لے کر قدموں تک سب لوگوں سے بڑھ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے' جب سے بولنا شروع کیا مکتب حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تعلیم پائی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے' یہاں تک کہ فرمایا کرتے: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں' جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرتا ہے' حسین اولاد میں سے ایک فرزند ہے۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے دل لگی فرماتے' بوسہ دیتے' معانقہ کرتے بلکہ آپ کو اٹھالیا کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' آپ کے ساتھ حسن و حسین علیہما السلام بھی تھے۔ ایک کندھے پر حضرت حسن اور دوسرے پر حضرت حسین بیٹھے ہوئے تھے' کبھی آپ حضرت حسن کو بوسہ دیتے کبھی حضرت حسین کو یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں؟

فرمایا: جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض

---

[1] اسے امام بخاری نے الادب المفرد میں روایت کیا اور ترمذی نے مناقب میں' اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجہ' احمد' حاکم اور ابن حبان نے بھی اسے روایت کیا اور البانی نے صحیح الجامع: ۳۱۴۶ میں اسے حسن قرار دیا۔

Marfat.com

رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔[1]

اللہ عز و جل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بچپن سے ہی کرامات سے نواز دیا تھا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت حسن اور حسین دونوں ایک مرتبہ اندھیری رات میں چل رہے تھے اور ان کے ساتھ الٰہی روشنی تھی جو ان دونوں کے لیے روشنی کر رہی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ سجدے میں گئے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اُچھل کر آپ کی پشت مبارک پر چڑھ گئے اور جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو اپنے ہاتھ سے اپنے پیچھے سے انہیں نرمی سے پکڑا اور اپنی پشت سے نیچے رکھ دیا۔ جب آپ دوبارہ سجدے میں گئے تو وہ پھر پشت مبارک پر چڑھ گئے' یہاں تک کہ آپ نے اپنی نماز مکمل کر لی اور آپ نے ان دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھایا ہوا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں آپ کی بارگاہ میں کھڑا ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں انہیں واپس لے جاؤں؟ تو ایک بجلی سی چمکی۔

آپ نے ان دونوں سے فرمایا: اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ روشنی قائم رہی یہاں تک کہ دونوں اپنی والدہ کے پاس چلے گئے۔[2]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام کے ہاں مُعتبری' قدردانی' محبت' تعظیم و تکریم اور احترام کا مقام حاصل تھا اور سب لوگوں سے بڑھ کر آپ کی قدردانی خلفاء اربعہ: حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کرتے تھے اور امام

---

1. اسے امام احمد نے مسند' ج ۲ ص ۴۴۰ میں اور بزار نے روایت کیا' دیکھیے: کشف الاستار عن زوائد البزار: ۲۶۲۷' کتاب علامات النبوۃ' باب مناقب الحسن والحسین' اور ہیثمی نے کہا: اسے امام احمد نے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں اور بعض میں اختلاف ہے' دیکھیے: مجمع الزوائد' ج ۹ ص ۱۷۹

2. مسند احمد' ج ۲ ص ۵۱۳' فضائل الصحابہ: ۱۴۰۱' مستدرک حاکم' ج ۳ ص ۱۶۷' المعجم الکبیر للطبرانی' ج ۳ ص ۵۱-۵۲' مسند البزار' کتاب علامات النبوۃ ۲۶۲۹' ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۸۱ میں کہا: احمد کے رجال ثقہ ہیں۔

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ' حضرت حسن سے محبت کرتے تھے اور ان کی موجودگی اور عدم موجودگی میں ان کی شخصیت کا احترام کرتے تھے۔

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہر سال جاتے تھے' وہ آپ کو عطیہ دیتے تھے اور آپ کا اکرام کرتے تھے اور آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کے ساتھ اس لشکر میں بھی تھے جس نے ۵۱ ھ میں قسطنطنیہ سے جنگ کی تھی۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید کے لیے بیعت لی گئی تو حضرت حسین' حضرت ابن زبیر' حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا' پھر حضرت ابن ابی بکر نے اس حالت میں وفات پائی کہ وہ اسی رائے پر مضبوطی سے قائم تھے۔ جب ٦٠ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور یزید کی بیعت کی گئی تو ابن عمر اور ابن عباس نے اس کی بیعت کر لی اور حضرت حسین اور ابن زبیر مخالفت پر ڈٹ گئے اور مدینہ سے نکل کر مکہ چلے گئے اور وہیں پر مقیم ہو گئے' پس لوگ حضرت حسین کی طرف متوجہ ہو گئے' آپ کے پاس آنے لگے' آپ کے پاس بیٹھنے لگے اور آپ کی باتیں سننے لگے۔ اہلِ عراق کے خطوط آئے کہ وہ یزید کی بجائے آپ کی بیعت کریں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وہاں جانے کا ارادہ کر لیا' آپ کے ساتھیوں نے آپ کو روکا لیکن آپ نے ان کی گزارش قبول نہ کی' یہاں تک کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی جب آپ کو روکنے پر قادر نہ ہو سکے تو ان سے بغل گیر ہوئے' رو پڑے اور کہا: میں قتل ہونے سے آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق پہنچ گئے اور وہیں نوجوانانِ جنت کے سردار کی شہادت کا واقعہ پیش آیا' لیکن آپ کیسے شہید ہو گئے؟

حضرت انس بن حارث کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا (حسین) عراق کے ایک علاقے میں شہید کیا جائے گا' تم میں سے جو اسے پائے وہ اس کی مدد کرے۔

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہی شہید

Marfat.com

ہوئے[1]

امام احمد' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاضری کی اجازت طلب کی' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اجازت دے دی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آپ دروازے پر پہرہ دیں کہ کوئی ہمارے پاس نہ آئے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت حسین آ گئے اور اندر داخل ہونے لگے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں روکا لیکن وہ اچھل کر اندر داخل ہو گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک' کندھوں اور گردن پر بیٹھ گئے۔

فرشتے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟

فرمایا: ہاں!

فرشتے نے کہا: لیکن آپ کی امت اسے شہید کرے گی اور آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ بھی دکھادوں جہاں اسے شہید کیا جائے گا' پھر اس نے اپنا ہاتھ مارا اور سرخ مٹی لا دی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے لی اور اپنے دوپٹے میں باندھ لی۔

حضرت ثابت نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیدل کیے' اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا ہے: یہ دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں' اور فرمایا: یہ دونوں دنیا میں میرے دو خوشبودار پھول ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب انہیں دیکھتے تو ان کی طرف مائل ہوتے اور اکثر انہیں اُٹھا لیتے جیسا کہ ابوداؤد نے روایت کیا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین دونوں مسجد میں داخل ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ روک کر منبر سے نیچے اترے' ان دونوں کو اٹھا کر اور انہیں لے کر منبر پر چڑھے اور فرمایا: میں نے انہیں دیکھا تو صبر نہ ہو سکا اور آپ یوں کہا کرتے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت کرتا ہوں[2]

---

[1] تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر و جمع الجوامع: ۲۰۶۳-۲۰۶۴ (حوالہ [2] اگلے صفحہ پر موجود ہے)

Marfat.com

حضرت حسین رضی اللہ عنہ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے قاتل پر رحم نہ کرے!) بروز جمعہ ١٠ محرم ٦١ھ کربلا کے مقام پر شہید کیے گئے جو کہ کوفہ کے قریب ایک جگہ جسے الطف کہا جاتا ہے کہ قریب واقع ہے۔

مؤرخین کہتے ہیں: جب خلافت یزید کے سپرد کی گئی اور یہ ٦٠ھ تھا اور مدینہ میں بیعت لینے کا کام ولید بن عتبہ کے ذمے لگایا گیا تاکہ وہ اس کے باشندوں سے بیعت لے تو اس نے حضرت حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا اور کہا: تم دونوں (یزید کی) بیعت کرلو انہوں نے کہا: ہم جیسے لوگ پوشیدہ بیعت نہیں کرتے بلکہ ہم صبح لوگوں کے سامنے بیعت کریں گے، پس دونوں اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور یہ ٢٨ رجب اتوار کی شب تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ میں شعبان، رمضان، شوال اور ذوالقعدہ کا مہینہ ٹھہرے اور یومِ ترویہ کو کوفہ کے ارادہ سے وہاں سے روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن زیاد نے آپ کو شہید کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو اس کا امیر بنایا۔ اس نے کربلا میں آپ کو جالیا۔

کہا جاتا ہے: عبیداللہ بن زیاد نے حر بن زیاد الریاحی کو لکھا: "ان جعجع بالحسین"۔

اہل لغت کہتے ہیں: اس نے اس سے یہ مراد لی کہ حسین کے گرد گھیرا ڈال لے اور اس پر تنگی کر۔ "الجعجع. الجعجاع" زمین کی تنگ جگہ کو کہتے ہیں، پھر اس نے عمرو بن سعد کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر بھیج کر حر بن زیاد الریاحی کی مدد کی۔ اس کے بعد بھی وہ لشکروں کو بڑھاتا رہا اور تمام لوگوں کو مجبور کرتا رہا، یہاں تک کہ لشکر کی تعداد بائیس ہزار تک پہنچ گئی۔ ان کا امیر عمرو بن سعد تھا اور عبداللہ بن زیاد نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اسے شہر رے کا مالک بنا دے گا، پس اس فاسق نے ہدایت بیچ کر گمراہی لے لی اور اسی سلسلے میں وہ کہتا ہے:

اأترك ملك الري والري منيتي ... وارجع ماثوما بقتل حسين

"کیا میں ملک رَے کو چھوڑ دوں حالانکہ ملک رے تو میری آرزو ہے اور میں قتلِ حسین کا مجرم بن کر لوٹوں"۔

پس اس نے بڑی سختی سے آپ پر پانی بند کردیا، آپ کے سامنے رکاوٹ ڈال دی اور

(حوالہ سابقہ صفحہ۔۔) ٤ فتح الباری ج ٧ ص ٩٤۔ ج ٢ ص ٤٤٦

Marfat.com

آپ کا راستہ بند کر دیا' یہاں تک کہ آپ کو جمعہ کے دن شہید کر دیا اور کہا گیا کہ آپ دسویں محرم کو شہید کیے گئے۔

ابن عبدالبر' الاستیعاب میں بیان کرتے ہیں: آپ اتوار کے دن ۱۰ محرم کو کوفہ کی ایک جگہ جسے کربلا کہا جاتا ہے میں شہید ہوئے اور وہ جگہ الطف کے نام سے بھی معروف ہے۔ آپ کے جسم پر اُون اور ریشم کا جبہ تھا جو آپ کو ڈھانپے ہوئے تھا' اس وقت آپ کی عمر چھپن سال تھی۔ یہ بات قریش کے نسب کے ماہر زبیر بن بکار نے بیان کی۔ آپ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ میں ہوئی تھی' اسی میں غزوۂ ذات الرقاع ہوا' اسی میں نماز میں قصر کا حکم نازل ہوا اور اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اس بات پر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت امام حسین کی شہادت یومِ عاشوراء دس محرم ۶۱ ھ میں ہوئی' اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) کہا جاتا ہے' اور آپ کے ساتھ مردوں میں سے آپ کے بیاسی ساتھی لڑتے ہوئے شہید ہوئے' ان میں حر بن یزید بھی تھے کیونکہ وہ تائب ہو کر حضرت حسین کی طرف لوٹ آئے تھے' پھر آپ کے تمام بیٹے بھی شہید ہو گئے سوائے علی کے' جنہیں اس کے بعد زین العابدین کا نام دیا گیا۔ وہ اس وقت بیمار تھے' انہیں ان کے والد گرامی کی شہادت کے بعد قیدی بنایا گیا تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اکثر ہمشیرگان اور چچازاد بھائی بھی شہید ہوئے' رضی اللہ عنہم' پھر ابن عبدالبر کہتے ہیں:

یا عین ابکی بعبرۃ وعویل وانـدبـی ان نـدبـت 'ال الرسول

''اے آنکھ! تو رو لے آنسوؤں کے ساتھ اور چیخوں کے ساتھ اور رو لے اگر تو نے رونا ہے آلِ رسول پر''

سبعۃ کلھم لصلب علی قد اصیبوا وتسعۃ لعقیل

''سات افراد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی اولاد تھے اور نو جو حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد تھے' (میدان کربلا میں) شہید ہو گئے''۔

حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں: حضرت امام حسین کے جسم مبارک پر تینتیس تلوار کے زخم پائے گئے اور چوبیس ضربیں' اور آپ کو شہید کرنے والے کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔

یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کا کہنا ہے: جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوشہید کیا' وہ عمرو بن سعد تھا۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں: قتل حسین کی نسبت عمرو بن سعد کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ اس قافلے کا امیر تھا جسے عبید اللہ بن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوشہید کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس نے اس قافلے کا امیر عمرو بن سعد کو بنایا تھا اور اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ قتل حسین میں کامیاب ہو گیا تو اسے رَے کا والی بنا دیا جائے گا اور اس قافلے میں مصر اور یمن کے لوگ بھی تھے۔ واللہ اعلم!

سلیمان بن فتنہ خزاعی اور ایک قول کے مطابق ابوالرمیح خزاعی کے اشعار میں قتلِ حسین میں (مختلف لوگوں کے) اشتراک پر دلالت پائی جاتی ہے۔

معتبر ماہر علمِ انساب مصعب کا کہنا ہے: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو سنان بن ابی نخعی جو کہ قاضی شریک کا دادا ہے' نے شہید کیا اور شاعر کا درج ذیل قول بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے:

وای رزیۃ عدلت حسینا غداۃ تبیدہ کفا سنان

''کون سی مصیبت ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نہ پہنچی ہو' صبح کے وقت آپ کو نیزوں کے ساتھ شہید کر دیا گیا''۔

خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا: جس شخص کے سپرد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا کیا گیا تھا وہ شمر بن ذی الجوشن تھا اور قافلے کا امیر عمرو بن سعد تھا۔ شمر برص کے مرض میں مبتلا تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حمیر کے خولی بن یزید اصبحی نے شہید کیا۔ اس نے آپ کا سرمبارک تن سے جدا کیا اور عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا اور کہا:

اوقر رکابی فضۃ وذھبا انی قتلت الملک المحجبا

''میرے اونٹوں کو سونے اور چاندی سے لدوا دے کیونکہ میں نے ایک نامور سردار کو قتل کیا ہے''۔

قتلت خیر الناس اما وابا وخیرھم اذ ینسبون نسبا

'میں نے اس کو قتل کیا جو والدین اور حسب ونسب کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر

Marfat.com

تھا"۔

یہ استیعاب میں عمر بن عبدالبر کی روایت ہے اور ان کے برعکس ایک اور نے کہا: حضرت حسین کے سر مبارک کو اُٹھانے کی ذمہ داری بشر بن مالک کندی نے لی اور وہ سر مبارک لے کر ابن زیاد کے پاس گیا اور وہ کہہ رہا تھا:

اوقر رکابی فضة وذهبا انی قتلت الملك المحجبا

"میرے اونٹوں کو چاندی اور سونے سے لدوا دے کیونکہ میں نے ایک نامور سردار کو قتل کیا ہے"۔

وخيرهم اذ يذكرون نسبا قتلت خير الناس اما وابا

فی ارض نجد وحر و يثربا

"میں نے اس کو قتل کیا ہے جو نجد، حرہ اور یثرب کی زمین میں حسب ونسب اور ماں باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر تھا"

ابن زیاد اس کی اس بات سے غضب ناک ہوا اور کہا: جب تو جانتا تھا کہ وہ ایسا ہے تو تو نے اسے قتل کیوں کیا؟ اللہ کی قسم! تو مجھ سے کبھی بھلائی نہیں پائے گا اور میں تجھے بھی اس کے ساتھ ملا دوں گا، پھر اس نے اس کو آگے کیا اور اس کی گردن اتار دی۔

اس روایت میں اختلاف ہے اور کہا گیا: یزید بن معاویہ وہ ہے جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کو قتل کر دیا۔ احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے بیان کیا: میں نے دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، بال مبارک بکھرے ہوئے اور جسم اطہر گرد سے اَٹا ہوا تھا، آپ کے پاس ایک شیشی تھی جس میں خون تھا، آپ اسے اٹھائے ہوئے الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس میں کیا ہے؟ فرمایا: حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون، میں مسلسل اس روز سے اسے جمع کر رہا ہوں۔ حضرت عمار کہتے ہیں: ہم نے اس دن کو یاد رکھا اور ہم نے دیکھا کہ اسی دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ یہ صحیح سند ہے اور اس میں کوئی طعن نہیں[1]

(ظالم) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے مقدس گھرانے) کی خواتین کو یوں لے کر گئے

---

[1] مسند احمد، ج ۱ ص ۲۴۲، الطبرانی، ج ۳ ص ۱۱۷

جس طرح قیدیوں کو لے جایا جاتا ہے‘ یہاں تک کہ جب وہ انہیں لے کر کوفہ پہنچے تو لوگ باہر نکل کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ قیدیوں میں حضرت علی بن حسین (حضرت زین العابدین) بھی تھے۔ وہ سخت بیمار تھے اور ان کے ہاتھ گردن کے ساتھ جکڑے ہوئے تھے اور اس قافلے میں حضرت زینب بنت علی و بنت فاطمۃ الزہراء اور ان کی بہن حضرت ام کلثوم‘ حضرت فاطمہ اور حضرت سکینہ بنت حسین بھی تھیں‘ ظالم و فاسق ان کے ساتھ شہداء کے سر بھی لائے تھے۔

قطر نے منذر ثوری سے روایت کیا‘ انہوں نے محمد بن حنفیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سترہ مرد شہید ہوئے جو سب کے سب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے تھے۔

ابوعمر بن عبدالبر نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا‘ انہوں نے فرمایا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سولہ مرد شہ[illegible]ے کہ آج روئے زمین پر ان کا کوئی ہم مثل نہیں‘ اور کہا گیا: حضرت حسین رضی اللہ ع[illegible] کے ساتھ آپ کی اولاد‘ بھائیوں اور آپ کے گھرانے سے تیئس مرد شہید ہوئے۔

صحیح بخاری‘ کتاب المناقب میں حضرت انس بن مالک کا بیان ہے: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرانور طشت میں رکھ کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اس پر ٹھونگے مارنے لگا اور اس نے آپ کی خوبصورتی پر نکتہ چینی کی‘ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسین سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت حسین نے وسمہ کا خضاب لگایا ہوا تھا[1] جب کوئی شخص زمین میں نقش چھوڑ دے تو کہا جاتا ہے: ”نکت فی الارض“ اور جب کوئی کنکریوں کے ساتھ مارے تو کہا جاتا ہے: ”نکت بالحصباء“ اور فاسق (عبیداللہ بن زیاد) سر مبارک کو لکڑی کے ساتھ مار رہا تھا۔ اس نے چوٹ زدہ سر مبارک کو کھینچا اور نیزے پر چڑھا دیا۔ اکثر لوگوں نے اس کی تائید کی‘ ایک شخص کھڑا ہوا جسے طارق بن مبارک کہا جاتا تھا‘ نہیں! بلکہ وہ تو بدبخت‘ ملعون اور مذموم کا بیٹا تھا‘ اس نے سر مبارک میں سوراخ کیا اور اسے عبیداللہ کے گھر کے دروازے کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اس نے لوگوں کو

[1] صحیح البخاری: ٣٧٤٨ کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

Marfat.com

نداء دی' انہیں جامع مسجد میں جمع کیا اور ایسا خطبہ دیا جس کا تذکرہ کرنا غیر مناسب ہے' پھر اس نے زیاد بن حر بن قیس الجعفی کو بلایا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اور آپ کے بھائیوں' بیٹوں اور ساتھیوں کے سر اس کے حوالے کر دیئے' پھر اس نے علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور آپ کو اور آپ کی پھوپھیوں اور بہنوں کو ایسی سواریوں پر جن پر پالان نہیں تھے' سوار کرا کے یزید کی طرف بھیج دیا۔ ہر شہر اور ہر منزل پہ لوگ ان سے ملنے کے لیے باہر نکلتے تھے' یہاں تک کہ وہ دمشق آ گئے اور باب توما سے اندر داخل ہو گئے۔ یہ قافلہ جامع مسجد کے دروازے کی سیڑھیوں پر ٹھہر گیا اور قیدی عورتوں کو بھی وہیں ٹھہرایا گیا' پھر سر مبارک کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا' اس نے حکم دیا کہ اسے سونے کے طشت میں رکھا جائے' پھر وہ اس کی طرف دیکھنے لگا اور اشعار پڑھنے لگا:

صبرنا وکان الصبر منا عزیمة   واسیافنا یقطعن کفا ومعصما

''ہم نے صبر کیا اور صبر ہماری طرف سے عزیمت تھی اور ہماری تلواریں ہتھیلیوں اور کلائیوں کو کاٹ کر رکھ دیتی ہیں''۔

نعلق هاما من الرجال اعزة   علینا وهم کانوا اعق واظلم

''ہم ان مردوں کی کھوپڑیوں کو (کاٹ کر) لٹکا دیتے ہیں جو ہم پر بڑے گراں ہوتے ہیں اور وہ بڑے نافرمان اور بڑے ظالم تھے''۔

پھر اس نے بے ہودہ گفتگو کی اور حکم دیا کہ سر کو شام میں لے جا کر سولی پر لٹکایا جائے' جب سر کو سولی پر لٹکایا گیا تو حضرت خالد بن عفران نے اپنے آپ کو اپنے ساتھیوں سے چھپا لیا اور وہ تابعین میں سے سب سے افضل تھے۔ آپ کے ساتھی آپ کو ایک ماہ تک تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو پا لیا' انہوں نے آپ سے الگ ہو جانے کا سبب پوچھا تو فرمایا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم پر کیسی مصیبت نازل ہوئی ہے:

جاءوا برأسك یا ابن بنت محمد   متزملا بدمائه تزمیلا

''اے نواسۂ رسول! یہ لوگ آپ کے سر کو چادر میں لپیٹ کر خون آلودہ لائے ہیں''۔

وکانما بك یا ابن بنت محمد   قتلوا جهارا عامدین رسولا

''اے نواسۂ رسول! انہوں نے آپ کو علانیہ شہید کر کے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید

کیا ہے''۔

قتلوك عطشانا ولم يترقبوا   في قتلك التنزيل والتاويل

''انہوں نے آپ کو پیاسا شہید کیا اور آپ کو شہید کرتے وقت قرآن پاک میں بھی تدبر نہ کیا''۔

ويكبرون بان قتلت وانما   قتلوا بك التكبير والتهليلا

''وہ آپ کو شہید کر کے تکبیر کہتے ہیں حالانکہ انہوں نے آپ کو شہید کر کے تکبیر وتہلیل کا خاتمہ کر ڈالا ہے''۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا معزز سر کہاں دفن کیا گیا اور کس شہر میں اٹھا کر لے جایا گیا' اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔

حافظ ابوالعلاء ہمدانی نے بیان کیا کہ جب یزید کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیش کیا گیا تو اس نے اسے مدینہ منورہ بھیج دیا' پس یزید کے سامنے بنو ہاشم کے کچھ غلام پیش ہوئے اور اس نے ان کے ساتھ ابوسفیان کے کچھ غلام ملا دیئے' پھر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سامان اور ان کے گھر والوں میں سے جو باقی بچ گئے تھے انہیں ان کے ساتھ بھیج دیا' انہیں ہر چیز مہیا کی اور مدینہ منورہ تک کے سفر میں جو بھی ان کی ضرورت تھی' اسے پورا کرنے کا حکم دیا اور اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر عمرو بن سعید بن العاص جو کہ اس وقت یزید کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا' کے پاس بھیج دیا' تو عمرو نے کہا: میری خواہش تھی کہ یہ سر میرے پاس نہ بھیجا جاتا' پھر اس کے حکم سے سر مبارک کو کفن دیا گیا اور بقیع میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے پاس دفن کر دیا گیا اور اس بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے' اس میں یہ صحیح ترین قول ہے۔

اسی وجہ سے زبیر بن بکار نے کہا: سر مبارک مدینہ منورہ لے جایا گیا' اور زبیر نسب کا علم رکھنے والوں میں سب سے بڑے عالم اور افضل العلماء ہیں' اسی وجہ سے انہوں نے کہا: مجھ سے یہ بات محمد بن حسن مخزومی نسابی (نسب کا علم رکھنے والے) نے بیان کی۔

امامیہ کہتے ہیں: سر مبارک شہادت کے چالیس دن بعد کربلا میں جسم مبارک کی طرف لوٹا دیا گیا اور یہ دن ان کے ہاں معروف ہے جس میں زیارت کو ''زیارۃ الاربعین'' کا نام

دیتے ہیں اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ سر مبارک عسقلان میں وہاں کے ایک اجتماع گاہ میں ہے' باطل ہے' صحیح نہیں اور نہ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قاتل کو آپ کے صبر کے نتیجے میں ہلاک کر دیا اور اسے طویل غم اور خوف کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے سر کو جس میں عیب اور مذمت جمع ہو چکی تھی' اسی مقام پر رکھا گیا جہاں پہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا گیا تھا اور یہ معاملہ آپ کی شہادت کے چھ سال بعد پیش آیا۔ مختار ثقفی نے (قاتلِ حسین) کا سر مدینہ منورہ بھیج دیا' پس اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے معزز فرزندوں کے سامنے رکھا گیا۔ اسی طرح عمرو بن سعد اور اس کے کمینے ساتھیوں کی گردنیں تلوار کے ساتھ ماردی گئیں اور انہیں موت کا پیالہ پلا دیا گیا لیکن ہر چیز کا علم رکھنے والے بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہونا ابھی باقی ہے' اس دن جس میں:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ	پہچان لیے جائیں گے مجرم اپنے
فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِO	چہروں سے تو انہیں پکڑ لیا جائے گا پیشانی
(الرحمٰن:۴۱)	کے بالوں سے اور ٹانگوں سےO

ترمذی میں عمارہ بن عمیرہ کا بیان ہے کہ جب عبید بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو انہیں مسجد کے صحن میں کھڑا کر دیا گیا۔ میں وہاں لوگوں کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہے تھے: آ گیا ہے! پس اچانک وہاں پہ ایک سانپ آ گیا اور سروں میں گھس گیا حتیٰ کہ عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا' تھوڑی دیر ٹھہرا رہا' پھر باہر نکل آیا اور چلا گیا حتیٰ کہ غائب ہو گیا' لوگوں نے پھر کہا: آ گیا! آ گیا! اس نے یہ معاملہ تین بار کیا۔

علماء کہتے ہیں: عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ جو سلوک کیا تھا یہ اس کا بدلہ تھا اور یہ اس پر ظاہری عذاب کی نشانیوں میں سے تھا' پھر ان پر مختار کو مسلط کر دیا گیا' پس اس نے انہیں قتل کر دیا اور انہیں آگ میں لا ڈالا۔ وہ اس طرح کہ امیر مذحج بن ابراہیم بن مالک نے موصل سے پانچ فرسخ کے فاصلے پر عبیداللہ بن زیاد سے مقابلہ کیا۔ عبیداللہ کے پاس تینتیس ہزار کا لشکر تھا اور ابراہیم کا لشکر بیس ہزار سے بھی کم تھا' انہوں نے نیزوں سے ایک دوسرے کو زخم لگائے' ایک دوسرے پر تیر پھینکے اور تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے یہاں تک کہ اندھیرا چھا گیا' پس ابراہیم کی نظر ایک ایسے

Marfat.com

آدمی پر پڑی، جس نے خوبصورت لباس اور کشادہ زرہ پہنی ہوئی تھی، اس کے سر پر سیاہی مائل ریشمی عمامہ تھا، زرہ کے اوپر ریشمی سبز کپڑا تھا، اس نے اپنا ہاتھ ریشمی کپڑے سے باہر نکالا، کستوری کی خوشبو اس سے سونگھی جا رہی تھی، اس کے ہاتھ میں ایک سنہری کاغذ تھا۔ ابراہیم نے اس آدمی کا قصد کیا، کسی اور مقصد کے لیے نہیں بلکہ اس کاغذ اور اس گھوڑے کے لیے جو اس کے نیچے تھا یہاں تک کہ وہ اس سے جا ملا اور فوراً اس پر ضرب لگائی جس سے اس کی جان چلی گئی، ابراہیم نے کاغذ پکڑ لیا اور گھوڑے پر حملہ کیا لیکن اس پر قابو نہ پا سکا۔ اندھیرے کی شدت کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ اہل عراق اپنے لشکر کی طرف لوٹ گئے اور گھوڑے مقتولوں کو روند رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو عراقیوں کے تہتر آدمی گم ہو چکے تھے اور شامیوں کے ستر ہزار قتل ہو چکے تھے:

فیتعشوا منهم بسبعین الفا او یزیدون قبل وقت العشاء

''ان میں سے ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ عشاء سے پہلے زندہ رہنے کی کوشش کر رہے تھے''۔

جب صبح ہوئی تو امیر نے دیکھا کہ وہ آدمی اس کی طرف لوٹا دیا گیا ہے جسے اس نے ہلاک کیا تھا اور جب اسے پتہ چلا کہ جو قتل ہوا ہے وہ عبید اللہ بن زیاد ہے تو اس نے اللہ اکبر کہا اور سجدے میں گر گیا اور کہا: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے ہاتھ سے اسے قتل کروایا اور پھر اس نے اسے ستر ہزار سے زیادہ سروں کے ساتھ مختار کی طرف بھیج دیا جن میں پہلا سر سب سے بڑے فسادی عبید اللہ جو زیاد کی طرف منسوب تھا، کا تھا۔

یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ لیا۔[1]

---

[1] حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ١٤٩، الاصابہ لابن حجر ج ١ ص ٣٣٢، اسد الغابہ ج ٢ ص ١٨٩، حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٩، التاریخ الکبیر ج ٢ ص ٣٨١

(۱۵) اپنے (بلند اقبال) باپ کی (بلند اقبال) بیٹی

ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما

آپ حضرت حفصہ سے رجوع فرما لیجئے' بے شک وہ بڑی روزے رکھنے والی اور بڑی قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہوں گی۔

یہ حضرت جبریل علیہ السلام کا کلام ہے (جو اللہ کی طرف سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا)۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر میں پروان چڑھیں' پس آپ مؤمنہ' مسلمہ' فرماں بردار' سچی' صبر کرنے والی' اللہ سے ڈرنے والی' صدقہ دینے والی' روزہ دار' ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والی' توبہ کرنے والی' عبادت گزار اور جہاد کرنے والی تھیں۔

آپ نے اسلام قبول کیا' ہجرت کی اور حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ[1] سے آپ کا نکاح ہوا۔ آپ نے ان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد آپ کے خاوند نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر سے تشریف لائے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

آپ کے سرپرست (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) ان کے نکاح کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے خاوند حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور وہ بیوہ ہو گئیں۔ حضرت خنیس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی اور ان کی وفات مدینہ منورہ میں

---

1. حضرت خنیس بن حذافہ سہمی' عبداللہ بن حذافہ کے بھائی اور پہلے پہل اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی' پھر مدینہ لوٹ آئے اور غزوۂ بدر میں شہادت کا رتبہ پایا' دیکھئے: اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۱ - ۲۱۳

Marfat.com

ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری ملاقات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے انہیں حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی اور کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ سے آپ کا نکاح کر دوں۔

انہوں نے کہا: میں اس بارے میں غور وفکر کروں گا۔

میں نے چند راتیں انتظار کیا' پھر وہ مجھ سے ملے اور کہا: ان دنوں میرا نکاح کرنے کا ارادہ نہیں۔

حضرت عمر فرماتے ہیں: پھر میری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ سے آپ کا نکاح کر دوں' انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمان سے بھی زیادہ غصہ آیا۔ میں چند راتیں مزید ٹھہرا رہا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفصہ کو نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا' پھر حضرت ابوبکر کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔

انہوں نے کہا: جب آپ نے مجھے حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی تھی اور میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تو شاید آپ کو مجھ پر غصہ آیا تھا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں: میں نے جواب دیا: ہاں!

انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مجھے ان کے ساتھ نکاح کرنے کی پیش کش کی تھی تو مجھے آپ کو کوئی جواب دینے سے اس بات نے روک دیا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتا تھا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حفصہ سے نکاح نہ کرتے تو میں کر لیتا۔[1]

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۳ھ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور دونوں نے خیر و برکت کے ساتھ وقت گزارا۔ آپ اپنے سرتاج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرماں بردار تھیں اور آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں بلند مقام حاصل تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ساتھ ملاعبت فرمایا کرتے اور دل لگی کیا کرتے اور بعض اوقات ان کے ہاں

1. صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب عرض الانسان ابنته او اخته علی اهل الخیر۔

آپ زیادہ دیر ٹھہرا کرتے تھے۔ اس چیز نے دیگر ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے درمیان غیرت کا جذبہ پیدا کر دیا۔

اس حوالے سے جو کچھ وقوع پذیر ہوا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسے یوں بیان فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میٹھی چیزیں اور شہد بہت پسند تھا۔ جب آپ نمازِ عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور ان میں سے کسی کے قریب ہو جاتے۔ ایک دن آپ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں تشریف لے گئے اور معمول سے کچھ زیادہ ان کے ہاں ٹھہرے رہے تو مجھے غیرت آئی' میں نے اس بارے میں پوچھا۔

مجھے بتایا گیا: حضرت حفصہ کی قوم کی ایک خاتون نے انہیں شہد کا ڈبہ پیش کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا شربت پلایا۔

میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور آپ کے بارے میں حیلہ کریں گی۔

پس میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہا: عنقریب آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے' جب حضور تمہارے پاس آئیں تو تم کہنا: آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ فرمائیں گے: نہیں!

تم کہنا: پھر یہ آپ سے مجھے بو کیسی آ رہی ہے؟

آپ فرمائیں گے: مجھے حفصہ نے شہد کا شربت پلایا تھا۔

پھر تم کہنا: شہد کی مکھی نے مغافیر کے درخت کا رس چوسا ہوگا۔

میں بھی آپ سے یہی بات کہوں گی اور اے صفیہ! تم بھی آپ سے یہی بات کہنا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: حضرت سودہ نے کہا: اللہ کی قسم! جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ کر دروازے پر کھڑے ہوئے تو تمہارے خوف سے میں نے ارادہ کیا کہ وہ بات آپ سے کہوں جو تم نے مجھ سے کہی تھی۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قریب ہوئے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟

ۃ ا ا نہد ۔

حضرت سودہ: تو پھر آپ سے مجھے بو کیسی آ رہی ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام: مجھے حفصہ نے شہد کا شربت پلایا تھا۔

حضرت سودہ: شہد کی مکھی نے مغافیر کے درخت کا رس چوس لیا ہوگا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی ایسی ہی بات کہی اور جب آپ حضرت صفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا' پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کو شہد کا شربت پیش کروں؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اس کی حاجت نہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو روک دیا۔

میں نے ان سے کہا: خاموش رہو[۱]

شاہد انہی دل لگیوں اور ہنسی مذاق کی باتوں میں سے کوئی چیز اور ازواجِ مطہرات کے درمیان غیرت اس بات کا سبب بن گئی کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

حضرت قیس بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ ان کے پاس ان کے ماموں قدامہ اور عثمان جو کہ ابن مظعون کے بیٹے ہیں' آئے تو وہ رو پڑیں اور کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے مجھے غصے اور غضب کی وجہ سے طلاق نہیں دی۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر لیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: آپ حفصہ سے رجوع فرمالیں' بے شک وہ بڑی روزے رکھنے والی اور بڑی قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہوں گی[۲]

اے ام المؤمنین! جنت میں اپنے محبوب اور اپنے سرتاج ﷺ سے ملاقات کرنا

---

۱ صحیح البخاری: ۵۲۶۸' کتاب الطلاق' باب لم تحرم ما احل اللہ لك.

۲ اسے ابن سعد نے طبقات' ج ۸ ص ۶۷ میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

Marfat.com

آپ کو مبارک ہو![1]

[1] ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: السمط الثمین' ص ۱۴۰ - ۱۴۵' الاصابہ' ج ۴ ص ۲۷۳' صفۃ الصفوۃ' ج ۱ ص ۲۶۹ - ۲۷۰' حلیۃ الاولیاء' ج ۲ ص ۵۰

(١٦) آسمان کے داعی
حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

اے بلال! تم کس وجہ سے جنت میں میرے آگے آگے تھے[1]

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے۔

مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر ستایا گیا کہ کسی اور کو نہیں ستایا گیا اور مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر ڈرایا گیا کہ کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا اور مجھ پر تیس دن اور راتیں ایسی گزری ہیں کہ میرے لیے اور بلال کے لیے کھانے کے لیے جسے کوئی جاندار کھا سکے' اتنا ہی بچتا جسے بلال کی بغل چھپالے۔

یہ نبی مکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی گواہی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں جوان ہوئے اور آپ بنی عبدالدار کے یتیموں کے غلام تھے' جن کے باپ نے انہیں وصیت کی تھی کہ بلال کو امیہ بن خلف جو کہ کفر کے پیشواؤں میں سے ایک تھا' کے حوالے کر دینا۔

جب دین حق کے انوار چمکے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ نے سابقین اوّلین کی چھوٹی سی جماعت کے بعد اسلام قبول کیا اور آپ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے پر امیہ غصے سے بھڑک اُٹھا اور اس نے قسم کھالی کہ وہ حضرت بلال کو ضرور بُرے عذاب کا مزہ چکھائے گا اور انہیں سخت تکلیف پہنچائے گا۔ اب امیہ بن خلف اور اس کے جلادوں نے (اسلام پر) فدا ہونے والے بلال کو طرح طرح سے تکالیف پہنچانا شروع کر دیں۔ جب سورج آسمان کے وسط میں ہوتا اور سورج کی گرمی سے مکہ کی ریت بھڑک اُٹھتی تو وہ ان غلاموں کے کپڑے اتار دیتے' انہیں

---

[1] مسند احمد ج ٣ ص ١٢٠' جامع الترمذی' ابواب الزھد' امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

Marfat.com

لوہے کی زرہیں پہنا دیتے اور سورج کی جلا دینے والی شعاعوں میں ان کو جھلسا دیتے' ان کی پشتوں پر کوڑوں سے مارتے اور انہیں حکم دیتے کہ وہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو برا بھلا کہیں۔

ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا کہ جب اس پر سزا سخت ہو جاتی اور اس کی طاقت اس کو برداشت کرنے سے جواب دے دیتی تو وہ کافروں کی مرضی کے مطابق (کفریہ) بات کہہ دیتا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ جن کا نفس اللہ سبحانہ کے حضور جھک گیا تھا' نے ان کی مرضی کے مطابق کوئی بات نہ کہی۔

وہ شخص جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکلیف میں مبتلا کرنے کا ذمہ دار تھا' وہ کفر کا پیشوا امیہ بن خلف تھا۔ (اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اس پر لعنت ہو!)

وہ کافر آپ کی پشت مبارک پر کوڑوں کے ساتھ مارتے تھے۔ آپ انہیں جواب میں ''احد' احد'' کہتے' وہ آپ کے سینے پر بھاری پتھر رکھتے' آپ پھر ''احد' احد'' کا نغمہ الاپتے' وہ پھر آپ کو سزا دیتے تو آپ پھر بھی ''احد' احد'' کی آواز نکالتے۔ وہ آپ کو لات اور عزیٰ کی تعریف کرنے پر اُبھارتے' مگر آپ اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کرتے۔

وہ کہتے: جیسے ہم کہتے ہیں ویسے کہو۔

آپ انہیں جواب دیتے: بے شک میری زبان اسے اچھا نہیں سمجھتی۔

وہ آپ کی سزا میں اور اضافہ کر دیتے اور سرکش امیہ جب آپ کو تکلیف دیتے دیتے تھک جاتا تو وہ آپ کے گلے میں موٹی سی رسّی کا طوق ڈال دیتا اور آپ کو پاگلوں اور بچوں کے سپرد کر دیتا اور انہیں حکم دیتا کہ وہ آپ کو مکہ کی گھاٹیوں میں پھرائیں اور مکہ کی پتھریلی زمین پر آپ کو گھسیٹیں۔

حضرت بلال رضوان اللہ علیہ اللہ کی راہ میں عذاب کو خوشگوار محسوس کرتے اور اپنا ''احد' احد'' کا پیارا نغمہ بار بار دُہراتے۔ آپ اس نغمے کی تکرار سے نہ اُکتاتے نہ تھکتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدنے کی پیش کش کی۔ اس نے آپ کی بہت زیادہ قیمت لگائی اور اس کا خیال تھا کہ حضرت ابوبکر' حضرت بلال کو اس سے نہیں خرید سکیں گے' پس آپ نے نو اوقیہ سونے کے بدلے میں حضرت بلال کو اس سے خرید لیا۔

Marfat.com

سودا مکمل ہو جانے کے بعد امیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ ایک اوقیہ کے بدلے میں بھی بلال کو خریدنے کی پیش کش کرتے تو میں اسے آپ کے ہاتھ بیچ دیتا۔

آپ نے اسے جواب دیا: اگر تو سو اوقیہ کے بدلے میں انہیں بیچتا تو بھی میں انہیں خرید لیتا۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کرنے والوں میں تھے۔ آپ' حضرت ابوبکر صدیق اور ان کا غلام فہیرہ ایک ہی گھر میں ٹھہرے۔ سب کو بخار ہو گیا' حضرت بلال کا بخار جب اترتا تو وہ اپنی آواز کو بلند کرتے اور کہتے:

الا لیت شعری هل ابیتن بفخ وحولی اذخر وجلیل

''کاش! میں فخ[1] کے مقام پر رات گزارتا اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل[2] ہوتی''

وهل اردن یوما میاه مجنة وهل تبدون لی شامة وطفیل

''کیا میں کسی دن مجنہ[3] کے پانیوں پر اتروں گا اور کیا میرے لیے شامہ اور طفیل[4] ظاہر ہوں گے''[5]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں خوشی کی زندگی گزاری۔ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کہیں تشریف لے جاتے تو حضرت بلال بھی ساتھ جاتے اور آپ واپس تشریف لاتے تو حضرت بلال آپ کے ساتھ واپس تشریف لاتے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ملاقاتوں میں سے ایک ملاقات میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے آواز دی: اے بلال! تم کس وجہ سے جنت میں میرے آگے آگے تھے؟

---

۱ فخ: مکہ کے باہر ایک جگہ۔

۲ اذخر اور جلیل: ایک قسم کی گھاس۔

۳ مجنہ: زمانہ جاہلیت میں مکہ میں عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار۔

۴ شامہ وطفیل: مکہ کے دو پہاڑ۔

۵ صحیح البخاری: ۵۶۷۷ 'کتاب المرضیٰ 'باب من دعا برفع الوباء والحمی.

میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو میں نے تمہارے چلنے کی آہٹ اپنے آگے آگے سنی (اس کی کیا وجہ ہے)؟

عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جب بھی بے وضو ہوتا ہوں تو وضو کر لیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں[1]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زندگی کا سب سے معزز دن فتح مکہ کا دن تھا جس میں آپ کعبہ مشرفہ کی چھت پر چڑھے اور اپنی رسیلی اور شیریں آواز بلند کرتے ہوئے کہا: اللہ اکبر! اللہ اکبر!

گردنیں اُٹھیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگیں اور ہزاروں زبانیں خشوع کے ساتھ آپ کے پیچھے ان کلمات کو دہرانے لگیں۔

رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی تو حسد ان کے دلوں کو کاٹنے لگا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساری زندگی نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مؤذن رہے۔

جب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گئے اور نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت بلال کھڑے ہو کر لوگوں میں اذان دینے لگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اطہر کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا اور ابھی تک تدفین عمل میں نہیں آئی تھی۔ جب حضرت بلال ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' پر پہنچے تو آپ کو آنسوؤں نے غضب ناک کر دیا اور آپ اذان مکمل نہ کر سکے اور مسلمان سسکیاں لے کر رونے لگے اور سسکیوں میں ڈوب گئے' پھر اس کے بعد آپ نے تین دن تک اذان دی۔ جب بھی آپ ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' پر پہنچتے تو خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رُلاتے۔

ان حالات میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گزارش کی کہ مجھے اذان دینے سے بَری کر دیا جائے کیونکہ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں' میں اذان دینے پر قادر نہیں اور آپ نے ان سے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے

---

[1] صحیح البخاری' کتاب صلوٰۃ اللیل میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''سمعت دف نعلیك بین یدی فی الجنة'' میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آہٹ اپنے آگے سنی۔ اسے احمد' ترمذی' ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیا اور امام منذری نے اسے صحیح قرار دیا۔

Marfat.com

اور بلادِ شام میں ٹھہرنے کی بھی اجازت طلب کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی گزارش میں تردّد کیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر آپ نے مجھے اپنے لیے خریدا تھا تو مجھے روکے رکھیے اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا تھا تو پھر مجھے اس کے لیے چھوڑ دیجیے جس کے لیے آپ نے مجھے آزاد کیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے آپ کو اللہ کے لیے خریدا تھا اور اسی کی راہ میں آپ کو آزاد کیا تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں کسی کے لیے اذان نہیں دوں گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو اس بات کی اجازت ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے پہلے لشکر کے ساتھ سفر اختیار کیا اور دمشق کے قریب داریّا میں مقیم ہو گئے۔

آپ اذان دینے سے رُکے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلادِ شام آئے اور طویل جدائی کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی اور آپ کے دل میں ان کا بڑا احترام تھا' یہاں تک کہ جب آپ کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا جاتا تو آپ فرماتے: ابوبکر ہمارے سردار ہیں' انہوں نے ہمارے سردار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے پر اُکسایا۔ جونہی آپ کی آواز اذان کے ساتھ بلند ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی رو پڑے' یہاں تک کہ ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں' پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد دلا دی۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مؤذن دمشق کے علاقے میں مقیم رہا' یہاں تک کہ آپ کو پیغام

---

1. صحیح البخاری: ۳۷۵۴' کتاب المناقب' باب مناقب بلال رضی اللہ عنہ.

اجل آ گیا تا کہ آپ کو جنت کی طرف لے جائے۔ آپ کی اہلیہ آپ پر گریہ زاری کر رہی تھیں اور چیختے ہوئے کہہ رہی تھیں: ہائے غم!

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھیں کھولی ہوئی تھیں اور آپ نے اپنی اہلیہ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: نہیں! بلکہ یوں کہو: واہ خوشی!

غدا نلقی الاحبة محمدا وصحبه

''کل ہم اپنے پیاروں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے ملیں گے''۔

غدا نلقی الاحبة محمدا وصحبه

''کل ہم اپنے پیاروں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے ملیں گے''۔[1]

---

[1] حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: طبقات ابن سعد' ج ۳ ص ۱۷۴-۱۸۰' حلیۃ الاولیاء' ج ۱ ص ۱۴۷-۱۵۱' الاستیعاب' ج ۱ ص ۱۷۸-۱۸۲

Marfat.com

جنت کی خوش خبری والا کنبہ آلِ یاسر رضی اللہ عنہم

(۱۷) حضرت سمیہ بنت خباط: اسلام میں پہلی شہیدہ

(۱۸) حضرت یاسر بن عامر الکندی: اسلام میں پہلے شہید

(۱۹) حضرت عمار بن یاسر: اسلام میں پہلے مسجد بنانے والے

...... اے آلِ یاسر! صبر کرو، بے شک تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔[1]

اس صالح خاندان کے سربراہ یاسر بن عامر کنانی اپنے گم شدہ بھائی کو تلاش کرنے کے

---

[1] تفسیر ابن جریر، ج ۱۲ ص ۱۱۳، حلیۃ الاولیاء، ج ۹ ص ۱۴۰، احکام القرآن لابی بکر جصاص، ج ۳ ص ۲۳۶، مستدرک حاکم، ج ۲ ص ۳۵۷، امام حاکم نے فرمایا: یہ شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے، ذہبی نے اس کے ساتھ موافقت کی اور البانی نے کہا: یہ مرسل ہے، جبکہ ایک جماعت نے اسے ابوعبیدہ سے اور انہوں نے حضرت عثمان بن عمار بن یاسر سے روایت کیا، تیرے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ ان کا اپنے باپ سے روایت کردہ قول صحیح ہے، چونکہ ان کے والد تابعی ہیں صحابی نہیں ہیں، لہٰذا حدیث مرسل ہے جبکہ یہ معضل نہ ہو۔ دیکھیے: تخریج فقہ السیرۃ، ص ۱۱۱، اور اس حدیث کو طبرانی نے اور حاکم نے المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر مناقب یاسر میں روایت کیا، بیہقی نے دلائل (ج ۲ ص ۲۸۲) "باب ذکر ما لقی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اصحابہ من اذی المشرکین" میں روایت کیا اور ابن عساکر نے بھی اسے روایت کیا۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸ ص ۲۰۸، اور ہیثمی نے کہا: طبرانی کے رجال صحیح کے رجال ہیں، سوائے ابراہیم بن عبدالعزیز کے، وہ ثقہ ہیں۔

لیے مکہ آئے۔ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنے گم شدہ بھائی کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ جب وہ اپنے بھائی کے ملنے سے مایوس ہوگئے تو ہر ایک نے اپنی اپنی راہ لی۔

حضرت یاسر مکہ میں ہی رہ گئے لیکن آپ کا وہاں خاندان نہیں تھا جو آپ کا دفاع کرتا نہ کنبہ تھا جو آپ کو پناہ دیتا اور آپ کی حفاظت کرتا' سو آپ کے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا کہ آپ ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی سے دوستی کا معاہدہ کرلیں جیسا کہ اس وقت لوگوں کی عادت تھی (سو آپ نے معاہدہ کرلیا)۔

ابوحذیفہ نے جب حضرت یاسر میں خوبصورت صفات اور حسین عادات دیکھیں تو انہیں آپ کے ساتھ محبت ہوگئی۔ اب انہوں نے اپنی لونڈی سمیہ بن خباط کے ساتھ ان کا نکاح کردیا اور اس نکاح کا ثمرہ پاکیزہ پیدائش والا نوجوان (عمار) تھا۔

مقبول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر نور کی فجر پھوٹی اور سرور کی صبح چمکی اور یہ مبارک خاندان' ان خاندانوں میں سے تھا جنہیں ہدایت اور ایمان کے حصہ سے نوازا گیا' پس باپ' ماں' بیٹا پورے خاندان نے ہی اسلام قبول کرلیا۔

حضرت عمار بن یاسر خفیہ دعوتِ اسلام کے مدرسہ دارِ ارقم بن ابی ارقم میں گئے' وہاں پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور جب آپ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی گفتگو سنی تو آپ کے دل نے بڑی فرحت محسوس کی اور اس گفتگو نے آپ کے دل کو ہلا کر رکھ دیا' پس آپ نے قبولِ اسلام کا اعلان کردیا اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور کسی دُکھ دینے والے کے دُکھ دینے کی پرواہ نہ کی۔

آپ نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' واشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ''۔

حضرت عمار جلدی سے اپنی والدہ حضرت سمیہ کے پاس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً آپ کی دعوتِ اسلام کو قبول کرلیا گویا کہ انہوں نے آپ کے ساتھ (قبولِ اسلام کا) وعدہ کیا ہوا تھا' پھر آپ اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئے اور جس چیز کی اپنی والدہ کو دعوت دی تھی انہیں بھی دی تو آپ کے والد نے بھی آپ کی والدہ کی طرح فوراً اسلام قبول کرلیا۔

یاسر کے خاندان کے قبولِ اسلام کی خبر بنی مخزوم تک بھی پہنچ گئی تو وہ جنون کی حد تک

پاگل ہوگئے اور ان کے دل غصے، مکروفریب اور تکبر سے جل اُٹھے اور انہوں نے قسم کھالی کہ وہ اس خاندان کو جڑوں سے اکھیڑ کر رکھ دیں گے مگر یہ کہ وہ بتوں کی عبادت کی طرف لوٹ آئیں۔

بنی مخزوم باپ، ماں اور بیٹے پر سزا کی بارش بھیجنے لگے۔

وہ ماں باپ اور ان کے نوجوان بیٹے کو پکڑ کر مکہ کی پتھریلی زمین کی طرف لے جاتے، انہیں لوہے کی زرہیں پہناتے، سورج کی شعاعوں میں جھلساتے، انہیں پانی سے محروم کر دیتے اور انہیں مسلسل مارنے کی سزا دیتے، یہاں تک کہ جب ان کے حلق سوکھ جاتے، رگیں خشک ہو جاتیں، جسم پھٹ جاتے اور خون بہنے لگتا تو وہ انہیں اس دن چھوڑ دیتے تاکہ اگلے دن کی صبح کو ان کے ساتھ پھر یہی سلوک کریں۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس سے گزرے جب کہ کفار انہیں بُرا عذاب پہنچا رہے تھے۔ آپ کے دل میں یہ خلش پیدا ہوئی کہ آپ (بظاہر) ان کے لیے کسی قوت اور مدد کے مالک نہیں اور آپ ان کے پاس کھڑے ہوگئے اور فرمایا: اے آلِ یاسر! صبر کرو، بے شک تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔

تکلیف شدہ دلوں کو سکون مل گیا اور وہ تکلیف کی سختی کے بدلے میں بے انتہاء بخششیں فرمانے والے اللہ کی جنت کی صورت میں ملنے والی کامیابی کے مشتاق ہوگئے۔ دونوں بزرگوں (حضرت یاسر و سمیہ رضی اللہ عنہما کی سزا) کا معاملہ اب لمبا نہ رہا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے قریش کا شیطان ابوجہل گزرا، جب کہ انہیں تکلیف پہنچائی جارہی تھی، اس نے انہیں بہت بُرا بھلا کہا اور انہیں بے حیائی پر مشتمل اور بُری باتیں سنائیں مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور اس کی باتوں کا کوئی اثر نہ لیا تو ابوجہل نے اپنا نیزہ پکڑا اور حضرت سمیہ کے دل پر مارا۔ اس نیزے کی نوک، ان کی پشت سے پار نکل گئی، پس آپ کو اسلام کی پہلی شہیدہ ہونے کا شرف حاصل ہوا اور آپ کے لیے شرف و بزرگی کا یہ حصہ کافی تھا۔

رہا معاملہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کا تو وہ عذاب کی آگ کے نیچے وفات پاگئے، اس حال میں کہ وہ بار بار "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پکار رہے تھے، پس انہیں اسلام

Marfat.com

کا پہلا شہید ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

والدین کی شہادت کے بعد اب تکلیف صرف حضرت عمار بن یاسر کے لیے ہی رہ گئی اور آپ کو تکلیف پہنچانے والے انسانیت بلکہ حیوانیت کی حدود سے بھی تجاوز کر گئے۔

ایک دن آپ پریشان و غمگین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور ارادہ کیا کہ نظر بھر کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھیں لیکن اپنی نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نہ اٹھا سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے عمار! تمہارے سامنے کیا ہے؟ حضرت عمار نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھیلا ہوا شر، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کیا: کل مجھے انتہاء درجے کی تکلیف پہنچائی گئی' اگر وہ تکلیف کسی پہاڑ پر اتاری جاتی تو اسے بھی پاش پاش کر دیتی۔

پھر اللہ کے دشمنوں نے مجھے صرف دوپہر کی گرمی پہنچانے پر ہی اکتفاء نہ کیا بلکہ انہوں نے میرے جسم کو آگ کے ساتھ جلایا۔ وہ مجھے اس بات پر مجبور کرتے رہے کہ میں آپ پر طعنہ زنی کروں اور ان کے معبودوں کی تعریف کروں' سو (مجبور ہو کر) میں یہ کر گزرا' پھر حضرت عمار نے یوں رونا شروع کر دیا کہ ان کا رونا دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عمار! تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟

حضرت عمار: یارسول اللہ! میں اسے ایمان پر مطمئن پاتا ہوں۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: تم پر کوئی گناہ نہیں' اگر کافر دوبارہ ایسا کریں تو تم دوبارہ بھی وہی کلمہ کہہ سکتے ہو جو تم نے کہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تکریم فرمائی اور ان کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○

جس نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد بجز اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ (تو اس سے مواخذہ نہ ہوگا) لیکن وہ (بدنصیب) کھل جائے کفر کے ساتھ (جس کا) سینہ تو ان لوگوں

پر اللہ کا غضب ہو گا‘ اور ان کے لیے بڑا (النحل:۱۰۶)
عذاب ہے O

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہجرت میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے‘ جب آپ قباء پہنچے جہاں مہاجرین نے قیام کیا تھا تو آپ نے انہیں مسجد بنانے کی دعوت دی تا کہ اس میں نماز قائم کریں‘ انہوں نے آپ کے مطالبے کو قبول کیا‘ یوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ اسلام میں سب سے پہلے مسجد بنانے والے تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بہادرانہ کارنامے بہت ہیں۔ غزوۂ بدر کے دن اس ہیرو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے بہادروں کی سی لڑائی لڑی۔ بہادری اور فداکاری میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مثال دی جاتی تھی۔ جنگ یمامہ کے دن جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب شدت سے شہید ہونے لگے‘ موت حفاظِ قرآن کو تیزی سے اپنے نرغے میں لینے لگی اور مسلمانوں کے قدموں کے نیچے زمین لرز اٹھی تو یہ بہادر ہیرو ایک اونچی چٹان پر کھڑا ہو گیا‘ آپ کے کان کاٹ دیئے گئے اور وہ آپ کے سر کے ساتھ لٹکنے لگے۔

آپ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! کیا تم جنت سے بھاگتے ہو؟ اے مسلمانوں کے گروہ! میری طرف آؤ! میری طرف آؤ! پھر آپ ان کے سامنے گئے‘ اس حال میں کہ آپ کے کان آپ کے رخساروں پر گرے ہوئے تھے‘ پس آپ کے ابھارنے پر انہوں نے حملہ کیا‘ یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب مارا گیا[1]

کثرت سے توبہ کرنے والے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے عہد خلافت میں کوفہ کا والی بنایا اور آپ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی مقرر کیا اور اہل کوفہ کی طرف لکھا:

امابعد! میں نے تمہاری طرف عمار کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔

یہ دونوں تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابہ میں سے ہیں‘ ان کی بات سنو اور ان

1. طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۹۲

Marfat.com

کی پیروی کرو۔[1] پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں امارت سے الگ کر دیا، جب آپ کی ان سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے عمار! میں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اس نے تمہیں غمگین تو نہیں کیا؟ حضرت عمار نے کہا: اللہ کی قسم! امارت نے مجھے امارت سے ہٹائے جانے سے زیادہ غمگین کیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی زندگی شہادت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ عمار پر رحم فرمائے! جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا۔

اور متقدمین یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بھی شک نہیں تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے، یہ بات ایک یا دو جگہوں پر نہیں (بلکہ متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے)، پس عمار کو جنت مبارک ہو![2]

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۱۹۳

[2] اس خاندان کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: السیرۃ لابن ہشام، ج ۱ ص ۳۴۲، الاستیعاب، ج ۲ ص ۴۷۶، اسد الغابہ، ج ۴ ص ۴۶، حلیۃ الاولیاء، ج ۱ ص ۱۳۹، الاصابہ لابن حجر، ج ۳ ص ۶۷۸

(۲۰) حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

.... میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں جعفر کو فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا[۱]

یہ (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ آپ سیرت اور صورت میں سب لوگوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہہ تھے۔ آپ نے اپنے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اسلام قبول کر لیا اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانیہ دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو آزمائشوں اور ظلم و ستم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا اور انہوں نے اس نئی دعوت کو یوں گھیر لیا جیسے ہتھکڑی نے کلائی کو گھیرا ہوتا ہے۔

قریش ابتدائی لمحے ہی میں اس دعوت کو دفن کر دینا چاہتے تھے، لہٰذا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے پانچویں سال اپنے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور اسی سال ماہِ رجب میں پہلی ہجرت ہوئی جس میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں، جب تکلیف شدید ہو گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس دفعہ تراسی مردوں اور اٹھارہ یا انیس عورتوں نے ہجرت کی، ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بچے نہیں تھے اور اس دفعہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔[۲]

جب یہ لوگ امن و امان اور سلامتی کے ساتھ نجاشی کے پاس پہنچ گئے تو مشرکین پر گراں گزرا کہ مسلمان مہاجرین کوئی امن کی جگہ اور سلامتی کا ٹھکانا پا لیں، پس انہوں نے عرب کے دانش مندوں میں سے دو، عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کا انتخاب کیا، ان دونوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور مشرکین نے ان کے ساتھ نجاشی اور اس کے

---

۱ اسے حاکم اور طبرانی نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا، دیکھیے: فتح الباری، مناقب جعفر، ج ۷، ص ۶۲

۲ زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۴

پادریوں کے لیے عمدہ تحائف اور بڑی بھاری رشوتیں بھجیں اور اس کے بعد کہ جب یہ دونوں آدمی نجاشی کے پادریوں کے پاس یہ تحائف لے گئے اور انہیں دلائل و براہین سے بھی لیس کر دیا' جن کے ساتھ انہوں نے ان مسلمانوں کا توڑ کرنا تھا اور انہیں سب سے زیادہ اس بات کا خوف تھا کہ مسلمان نجاشی کے سامنے کلام کریں گے کیونکہ مشرکین کے خیال کے مطابق مسلمانوں کا کلام جادو کی طرح تھا اور اس کے بعد کہ پادری اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ نجاشی کو اشارہ دیں گے کہ وہ مسلمانوں کو دور ہٹا دے' عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ دونوں نجاشی کے پاس حاضر ہوئے' اسے تحائف پیش کیے' پھر اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

اے بادشاہ! کچھ بیوقوف لونڈوں نے آپ کے ملک میں پناہ لی ہے' انہوں نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے' تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے اور ایک نیا دین گھڑ لیا ہے' جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ اور ہم نے آپ کی طرف وہ لوگ بھیجے ہیں جن میں ان کی قوم کے ان کے باپوں' چچوں اور قبیلوں کے لحاظ سے معزز ترین لوگ ہیں تاکہ آپ انہیں ان کی طرف لوٹا دیں' پس یہ شخصیت کے لحاظ سے ان سے اعلیٰ ہیں' جو یہ ان پر عیب لگائیں گے اور انہیں عتاب کریں گے' اس بارے میں یہ خوب جانتے ہیں۔

پادریوں نے کہا: اے بادشاہ! انہوں نے سچ کہا ہے' آپ مسلمانوں کو ان کے حوالے کر دیں' یہ انہیں ان کی قوم اور ان کے ملک کی طرف لوٹا دیں گے۔

لیکن نجاشی نے اس واقعہ کی تحقیق اور اس جھگڑے کے دونوں فریقوں کو جمع کرنا ضروری سمجھا' پس اس نے مسلمانوں کو بلا بھیجا' وہ آئے اور انہوں نے اس بات کا پختہ ارادہ کیا ہوا تھا کہ جو ہوتا ہے ہو جائے' ہم سچ بولیں گے۔

نجاشی نے ان سے کہا: یہ کیسا دین ہے کہ جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہو' نہ تو تم میرے دین میں داخل ہوئے ہو اور نہ ہی ان دیگر ادیان میں سے کسی کو اختیار کیا ہے؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے' بتوں کی پوجا کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' بے حیائی کے

Marfat.com

کام کرتے تھے' قطع رحمی کرتے تھے' ہمسایوں سے بُرا سلوک کرتے تھے' ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا' ہم اسی حالت پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا جس کے نسب' سچائی' امانت اور پاک دامنی کو ہم جانتے تھے' اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اسے ایک مانیں اور اس کی عبادت کریں اور ہمارے آباء واجداد اللہ کو چھوڑ کر جن پتھروں اور بتوں کی پوجا کرتے تھے' انہیں ہم چھوڑ دیں۔

اس نے ہمیں سچ بولنے' امانت کی ادائیگی' صلہ رحمی' ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور حرام کاموں اور خون ریزی سے بچنے کا حکم دیا اور بے حیائی کے کاموں' جھوٹ' یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے روکا' اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمیں نماز' زکوٰۃ اور روزوں کا حکم دیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام کے بہت سے احکام شمار کیے۔

(مزید فرمایا:) پس ہم نے اس رسول کی تصدیق کی' اس پر ایمان لائے' وہ ہمارے پاس اللہ کا جو دین لے کر آیا اس کی ہم نے پیروی کی' ہم نے ایک اللہ کی عبادت کی' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا' جو اس نے ہم پر حرام کیا اسے ہم نے حرام جانا اور جو اس نے ہمارے لیے حلال ٹھہرایا اسے ہم نے حلال جانا' پس ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی' ہم کو تکلیفیں دیں اور ہمیں ہمارے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہٹا کر بتوں کی پوجا کی طرح لوٹا دیں اور جن بُرے کاموں کو ہم جائز سمجھتے تھے انہیں پھر جائز سمجھیں' پس جب انہوں نے ہم پر سختی کی' ہم پر ظلم کیا' تباہی ڈالی اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم آپ کے ملک میں آ گئے' ہم نے باقیوں کو چھوڑ کر آپ کو اختیار کر لیا' آپ کا پڑوسی بننے میں رغبت کی اور اے بادشاہ! ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہم پر آپ کے پاس ظلم نہیں کیا جائے گا۔

نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تمہارے پاس اس کلام کا کچھ حصہ ہے جسے وہ رسول' اللہ کے پاس سے لایا ہے؟

حضرت جعفر نے اس سے فرمایا: ہاں!

نجاشی نے کہا: میرے سامنے وہ کلام پڑھے!

Marfat.com

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات کی اس کے سامنے تلاوت کی اور یہ بات ان کی عظیم سوچ اور بڑی سمجھ پر دلالت کرتی ہے۔

جب نجاشی نے وہ کلام سنا تو اللہ کی قسم! وہ رو پڑا' یہاں تک کہ اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی اور اس کے پادریوں نے جب وہ کلام سنا جو ان پر تلاوت کیا گیا تو وہ بھی رو پڑے' یہاں تک کہ ان کے مصاحف تر ہو گئے' پھر نجاشی نے ان سے کہا: بے شک یہ کلام اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے ہیں (یعنی انجیل) دونوں ایک ہی چراغ دان سے نکلے ہیں' تم دونوں چلے جاؤ! اللہ کی قسم! میں انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا اور نہ ان کے خلاف کوئی سازش کی جا سکتی ہے۔

یہ بات اس نے عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہی' وہ دونوں وہاں سے چل دیئے۔

عمرو بن عاص نے عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہا: اللہ کی قسم! کل میں مسلمانوں کے بارے میں ایسا اعتراض پیش کروں گا جس کی وجہ سے میں ان کی سرسبزی و شادابی کو جڑ سے اکھیڑ پھینکوں گا' عبداللہ بن ابی ربیعہ نے اس سے کہا: ایسا نہ کرنا' بے شک ان کی (ہمارے ساتھ) رشتہ داریاں ہیں' اگرچہ وہ ہمارے خلاف ہو گئے ہیں' لیکن عمرو اپنی رائے پر اَڑا رہا۔

جب اگلا دن آیا تو اس نے نجاشی سے کہا: اے بادشاہ! مسلمان عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں بہت بڑی (معیوب) بات کہتے ہیں' نجاشی نے انہیں بلا بھیجا تاکہ ان سے مسیح علیہ السلام کے بارے میں ان کا نظریہ معلوم کرے' مسلمان گھبرا اُٹھے لیکن انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ سچ ہی بولیں گے خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ جب وہ نجاشی کے دربار میں آئے اور نجاشی نے ان سے دریافت کیا تو حضرت جعفر نے فرمایا: ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس لائے ہیں' وہ اللہ کے بندے اس کے رسول' اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے کنواری عبادت گزار مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا۔

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا پکڑا' پھر کہا: اللہ کی قسم! جو کچھ آپ نے کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں' اس کے پادریوں نے نتھنوں سے آواز

نکالی' نجاشی نے کہا: اگر چہ تم نتھنوں سے آواز نکالو اللہ کی قسم! (حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہی ہیں)۔

پھر اس نے مسلمانوں سے کہا: تم جاؤ اور میرے ملک میں امن و امان سے رہو' جو تمہارے ساتھ بدکلامی کرے گا اس پر تاوان لگایا جائے گا۔ یہ جملہ اس نے تین بار دُہرایا' پھر اس نے کہا: میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں تم میں سے کسی ایک آدمی کو بھی تکلیف پہنچاؤں اور مجھے اس کے بدلے میں سونے کا ایک پہاڑ دے دیا جائے۔

پھر اس نے اپنے درباریوں سے کہا: ان دو (مکہ کے آدمیوں) کو ان کے تحائف واپس لوٹا دو' مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں' اللہ کی قسم! جب اللہ نے مجھے میرا ملک لوٹایا تھا تو اس نے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی کہ اب میں بھی اس کے بارے میں رشوت لوں اور اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی کہ اب میں بھی اس کے بارے میں ان کی بات مانوں۔

اس واقعہ کی راویہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مکہ کے یہ دونوں نمائندے ناکام و نامراد ہو کر لوٹے اور ہم نجاشی کے ہاں اچھے گھر میں اچھے ہمسائے کے ساتھ رہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ ہی میں مقیم رہے اور اپنے قول و عمل سے اسلام کی دعوت دیتے رہے' یہاں تک کہ ۷ھ میں آپ غزوۂ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

جمادی الاولیٰ ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں کے ساتھ جنگ میں پہلے قائد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں دوسرا قائد بنا کر بھیجا' یہاں تک کہ جب مسلمانوں کا لشکر سرزمین شام میں تخوم بلقاء کے مقام پر بستی موتہ میں پہنچا تو جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے تھام لیا' وہ لڑے اور شہید ہو گئے۔

پھر جھنڈا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے تھام لیا اور ابتداء میں ہی اپنی جان اللہ کے حضور بیچ دی' آپ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور اس کی کونچیں کاٹ دیں اور آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے اسلام میں اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹیں۔

راوی کا بیان ہے: اللہ کی قسم! مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت جعفر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ اپنے سفید سُرخی مائل گھوڑے سے اُترے' پھر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹیں' پھر کافر قوم سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے' اس حال میں کہ کہہ رہے تھے:

یا حبذا الجنة واقترابها　　طیبة وباردا شرابها

''جنت اور اس کا قرب کتنا ہی اچھا ہے' اس کا مشروب پاکیزہ اور ٹھنڈا ہے''۔

والروم روم قد دنا عذابها　　کافرة بعیدة انسابها

''یہ رومی وہ رومی ہیں جن کا عذاب ان کے قریب آ چکا ہے' یہ کافر ہیں اور ان کا نسب (ہم سے) دور ہے''۔

علی ان لاقیتها ضرابها

''مجھ پر لازم ہے کہ جب میرا ان سے مقابلہ ہو تو ان پر ضرب لگاؤں''۔

پھر آپ لڑے' یہاں تک کہ آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا' آپ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ آپ کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا' اب آپ نے جھنڈے کو اپنے کٹے ہوئے بازوؤں میں لے کر سینے سے لگا لیا اور اسے اٹھائے رکھا' یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ رومیوں نے آپ پر ایسا وار کیا کہ آپ کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے دونوں بازوؤں کے بدلے میں جنت میں دو پَر عطا فرما دیئے جن کے ساتھ آپ جہاں چاہتے ہیں' اُڑ کر چلے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کو جعفر طیار کا نام دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جعفر بن ابی طالب کو جنت میں فرشتے کی شکل میں دو پَروں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا۔[1]

رومی مجرم اس بطل جلیل کا مثلہ کرنے لگے۔

بخاری نے نافع سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ میں اس دن حضرت جعفر کے پاس کھڑا رہا جب کہ آپ شہید ہو چکے تھے تو میں نے آپ کے

---

[1] صحیح: جامع الترمذی' ابواب الفضائل' باب فضائل جعفر رضی اللہ عنہ' جامع الصغیر: ۳۴۶۵' السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۲۲۶

Marfat.com

جسم پر نیزوں اور تلواروں کے پچاس زخم شمار کیے' ان میں سے کوئی زخم بھی آپ کی پشت پر نہیں تھا۔[1]

ایک اور روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس غزوہ میں میں بھی ان میں تھا' ہم نے جعفر بن ابی طالب کو تلاش کیا تو ہم نے انہیں شہداء میں پالیا اور ہم نے ان کے جسم پر نیزوں اور تیروں کے نوّے سے زیادہ زخم پائے۔[2]

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. (النساء:٦٩) وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ. (الاحزاب:٢٣) ایسے جوان مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔

اے جعفر! آپ کو جنت مبارک ہو! اور اوّلین و آخرین میں اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو گیا۔

---

1. صحیح البخاری:۴۲۶۰' کتاب المغازی' باب غزوة موتة من ارض الشام.
2. صحیح البخاری:۴۲۶۱' کتاب المغازی' باب غزوة موتة من ارض الشام.

(۲۱) عرب کے بہترین شہسوار
حضرت عکّاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ

...... عکاشہ اس سلسلے میں تم سے سبقت لے گئے۔

یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ابتداء میں اسلام قبول کرنے والوں اور بہادر مجاہدین میں سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غمر کی طرف چالیس آدمیوں کا لشکر دے کر بھیجا' یہ لوگ واپس آ گئے اور جنگ کی نوبت ہی نہ آئی۔

غزوۂ بدر الکبریٰ میں حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے ساتھ لڑائی کی' حتیٰ کہ وہ آپ کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ایک لکڑی عطا فرمائی اور فرمایا: اے عکاشہ! اس کے ساتھ لڑو۔

جب حضرت عکاشہ نے اس لکڑی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر پکڑا تو اسے زور سے ہلایا' وہ آپ کے ہاتھ میں لمبی' سخت مضبوط' لوہے کی سفید رنگ کی تلوار میں بدل گئی۔ آپ نے اس کے ساتھ لڑائی کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس تلوار کو عون کہا جاتا تھا' پھر یہ تلوار حضرت عکاشہ کے پاس ہی رہی کہ آپ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہر معرکے میں شریک ہوتے[1]

جب (دورِ صدیقی میں) فتنۂ ارتداد کے خلاف جنگیں شروع ہوئیں تو حضرت خالد بن ولید مرتدین کے خلاف لڑنے کے لیے نکلے تاکہ انہیں ارتداد سے روکیں' جب آپ کہیں سے وقت پر اذان سنتے تو حملہ کرنے سے رُک جاتے اور جب اذان نہ سنتے تو حملہ کر دیتے' جب

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۶۳۷

حضرت خالد رضی اللہ عنہ طلیحہ اسدی اور اس کے ساتھیوں کے قریب ہوئے تو آپ نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر سوار کرا کے اور حضرت ثابت بن اقرم طلیعہ رضی اللہ عنہ کو اپنے آگے بھیجا تا کہ وہ آپ کے پاس خبر لائیں' یہ دونوں شاہسوار تھے۔ حضرت عکاشہ اپنے گھوڑے جسے رزام کہا جاتا تھا' پر سوار تھے اور ثابت اپنے گھوڑے جسے مُحَبّر کہا جاتا تھا پر سوار تھے' پس ان دونوں کی طلیحہ اور اس کے بھائی سلمہ بن خویلد سے مڈبھیڑ ہوگئی کیونکہ یہ باقی لوگوں سے آگے تھے۔ طلیحہ کا حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا اور سلمہ کا حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے' سلمہ نے فوراً ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اب طلیحہ نے چیخ کر سلمہ کو پکارا کہ میری اس آدمی کے مقابلے میں مدد کرو۔ اس سے اس کی مراد حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ تھے' وہ مجھے قتل کرنے والا ہے۔ سلمہ نے پلٹ کر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور دونوں بھائیوں نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ عرب کے بہترین شاہسوار تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ ہم میں سے عرب کے بہترین شاہسوار ہیں۔

حاضرین نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون ہیں؟

فرمایا: عکاشہ بن محصن۔

ضرار بن الازور نے کہا: یارسول اللہ! وہ آدمی تو ہم میں سے ہے۔

فرمایا: وہ تم میں سے نہیں ہے بلکہ ہم میں سے ہے' اس پر آپ نے قسم اٹھائی۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے بہت سے اعزازات حاصل کیے' آپ عرب کے بہترین شاہسوار تھے' سب سے خوب صورت آدمی تھے' آپ نے بدر' اُحد' خندق اور دیگر تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت کی اور کسی غزوہ سے پیچھے نہ رہے۔

سب سے بڑا اعزاز جو آپ نے حاصل کیا وہ یہ کہ آپ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ آپ سے پہلے کوئی اور اس اعزاز کو حاصل نہ کر سکا۔

اس اعزاز کے حوالے سے ایک طویل قصہ ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہمارے سامنے بیان فرماتے ہیں' آپ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں' میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ چند آدمیوں کا گروہ ہے'

کسی کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہیں اور کوئی نبی ایسا بھی دیکھا کہ جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا' پھر اچانک بہت بڑی جماعت اٹھا کر میرے سامنے کردی گئی' میں نے خیال کیا کہ وہ میری امت ہے' مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کی قوم ہے' پھر میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی' مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے ہوں گے جو (بغیر حساب کے) جنت میں داخل ہوں گے' اور ایک روایت میں ہے: میں نے اپنے رب سے اضافے کی التجا کی تو اس نے مجھے ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار اور عطا فرمائے (یعنی انہیں بھی بغیر حساب کے بخش دیا جائے گا)۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں مزید عطا فرمائیے' فرمایا: میں نے اپنے رب سے مزید کے لیے گزارش کی تو اس نے مجھے تین لَپ عطا فرمائے[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں مزید عطا فرمائیے!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ اپنی ساری مخلوق کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کردے تو وہ کردیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر نے سچ کہا' عمر نے سچ کہا' عمر نے سچ کہا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور کاشانۂ اقدس میں داخل ہوگئے۔ لوگوں نے ان (بغیر حساب کے بخشے جانے والوں) کے بارے میں گفتگو شروع کردی' ان میں سے بعض نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرفِ صحابیت پایا تھا (یعنی اسلام قبول کرنے میں سبقت کی)۔

بعض نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں ہی پیدا ہوئے اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا اور انہوں نے اور بھی باتیں کیں کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں اس بارے میں بتایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں کرتے' داغ نہیں لگواتے' نہ بدشگونی لیتے ہیں اور اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے

---

[1] یہ تعداد کے بے حد و حساب ہونے سے کنایہ ہے۔

Marfat.com

کھڑے ہو کر عرض کیا: اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں کر دے! فرمایا: تو ان میں ہے' پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں کر دے! فرمایا: عکاشہ اس معاملے میں تجھ سے سبقت لے گیا[1]

یہ بات حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

امام قرطبی نے کہا: دوسرے شخص کے ایسے احوال نہیں جیسے حضرت عکاشہ کے تھے' اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی گزارش کو قبول نہ فرمایا کیونکہ اگر آپ اسے قبول فرما لیتے تو حاضرین میں سے ہر ایک کے لیے یہ مطالبہ کرنا جائز ہو جاتا اور یہ معاملہ مسلسل شروع ہو جاتا' پس آپ نے اپنے اس ارشاد سے یہ دروازہ ہی بند کر دیا[2]

اے وہ ہستی! جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گئی اور عذاب جس کے قریب بھی نہیں آ سکتا' اللہ آپ سے راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے ساتھ فردوسِ اعلیٰ میں جمع کر دے![3]

❁❁❁❁❁

---

[1] صحیح البخاری' کتاب الطب' باب من لم یرق' صحیح مسلم: ۷/ ۵۲' کتاب الایمان' باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب.

[2] فتح المجید شرح کتاب التوحید للشیخ عبدالرحمٰن آل الشیخ' ص ۶۸

[3] آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: المغازی للواقدی: ۴۔ ۱۴۔ ۱۹۔ ۹۳۔ ۱۵۲۔ ۱۵۴۔ ۲۴۲۔ ۴۹۸۔ ۵۴۱۔ ۵۴۳۔ ۵۴۶۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰' طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۷۔ ۶۸

(۲۲) جن کے لیے عرشِ رحمٰن کانپ اٹھا
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

...... جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے یعنی ریشم سے بہتر ہوں گے۔

یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی ہے۔

اسلامی سفیر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت سعد بن معاذ کے خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ کے گھر ٹھہرے۔ آپ نے اپنی دعوتی مہم کو اخلاص کے ساتھ شروع کر دیا۔ اس دعوتی مہم میں سے ایک واقعہ یوں ہے:

سعد بن زرارہ' حضرت مصعب کو ساتھ لے کر ایک دن بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے محلے کی طرف نکلے اور دونوں ایک کنویں جسے بئر مرق کہا جاتا تھا' کے نزدیک بنی ظفر کے باغ میں داخل ہو گئے اور بیٹھ گئے۔ ان کے پاس چند وہ آدمی بھی جمع ہو گئے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ ان دنوں دونوں اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے سردار تھے اور دونوں ابھی مشرک تھے۔ جب انہوں نے ان دونوں (اسعد بن زرارہ اور حضرت مصعب بن عمیر) کے بارے میں سنا تو سعد نے اسید سے کہا: ان دو آدمیوں کی طرف چل جو اس لیے ہمارے محلے میں آئے ہیں تاکہ ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنائیں' ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر اور انہیں ہمارے محلے سے آنے سے روک' اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے' اگر یہ بات نہ ہوتی تو مجھے تجھ سے ایسا کہنے کی ضرورت نہ تھی۔

اسید نے اپنا چھوٹا برچھا پکڑا اور ان دونوں کی طرف آیا۔ جب اسعد نے اسے دیکھا تو حضرت مصعب سے کہا: یہ اپنی قوم کا سردار تمہارے پاس آ رہا ہے' پس اس کے بارے میں اللہ کے حقوق کا خوب خیال رکھنا (یعنی سچی بات کہنے میں ذرا دریغ نہ کرنا)۔

حضرت مصعب نے کہا: اگر وہ بیٹھے گا تو میں اس سے بات کرلوں گا۔

اسید آیا اور ان کے پاس کھڑا ہو کر انہیں گالیاں دینے لگا۔

پھر اس نے کہا: تم ہمارے پاس کیوں آئے ہو کیا تم ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانا چاہتے ہو؟ اگر تمہیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو ہم سے الگ ہو جاؤ۔

حضرت مصعب نے اس سے کہا: کیا آپ تشریف رکھیں گے تاکہ ہماری بات سنیں اگر پسند آئے تو قبول کر لیں اور اگر پسند نہ آئے تو اپنے آپ کو اس سے روکے رکھیں۔

اس نے کہا: آپ نے انصاف کی بات کی پھر اس نے اپنا چھوٹا برچھا زمین میں گاڑ دیا اور ان دونوں کے پاس بیٹھ گیا۔

حضرت مصعب نے اس سے اسلام کے متعلق گفتگو کی اور اس کے سامنے قرآن کریم پڑھا۔ ان دونوں کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم! ہم نے اس کے کلام کرنے سے پہلے ہی اس کے چہرے کی چمک دمک اور اس کی نرمی میں اسلام کو پہچان لیا۔

پھر اس نے کہا: یہ کلام کتنا حسین اور خوب صورت ہے! جب اس دین میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟

ان دونوں نے اس سے کہا: پہلے غسل کریں اور اپنے کپڑوں کو پاک کریں پھر حق کی گواہی دیں پھر نماز پڑھیں۔ وہ کھڑے ہو گئے غسل کیا اپنے دونوں کپڑے پاک کیے اور حق کی گواہی دی[1] پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں پھر ان دونوں سے کہا: میرے پیچھے ایک آدمی ہے اگر اس نے تم دونوں کی بات مان لی تو اس کی قوم سے کوئی بھی اس سے پیچھے نہیں رہے گا میں ابھی اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور وہ سعد بن معاذ ہے۔

پھر انہوں نے اپنا چھوٹا برچھا پکڑا اور پلٹ کر سعد اور ان کی قوم کی طرف چلے گئے اور وہ اپنی مجلس جمائے بیٹھے تھے۔ جب سعد بن معاذ نے انہیں آتے دیکھا تو کہا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسید جس حالت میں تمہارے پاس سے گیا تھا اس سے مختلف حالت میں تمہارے پاس آ رہا ہے جب اسید مجلس کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تو سعد نے کہا: تم نے کیا کیا؟

انہوں نے کہا: میں نے ان دونوں آدمیوں سے گفتگو کی اللہ کی قسم! میں نے ان سے کوئی خطرہ نہیں دیکھا اور میں نے انہیں منع بھی کر دیا ہے اور ان دونوں نے کہا ہے: جو تمہیں

---

[1] ''اشهد ان لا اله الا الله وان محمدًا رسول الله'' پڑھ لیا۔

Marfat.com

پسند ہو ہم وہی کریں گے۔

اسید نے سعد کے بارے میں حیلہ کیا کہ وہ بھی حضرت مصعب کے پاس جائیں تا کہ حضرت مصعب ان کے ساتھ بھی ویسی ہی گفتگو کریں جیسی ان (اسید) کے ساتھ کی تھی۔

سعد بن معاذ غصے کی حالت میں اٹھے اور چھوٹا برچھا پکڑا' (پھر ان دونوں کے پاس گئے) جب آپ نے انہیں مطمئن دیکھا تو جان گئے کہ اسید نے صرف ان دونوں کی باتیں مجھے سنوائی ہیں' پس آپ ان دونوں کے پاس کھڑے ہو کر انہیں گالیاں دینے لگے۔

پھر آپ نے اسعد بن زرارہ سے کہا: اے ابوامامہ! اللہ کی قسم! اگر میرے اور تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو تم میرے بارے میں اس طرح کا ارادہ نہ کرتے' کیا تم ہمارے محلے میں ہم پر ایسی باتوں سے ظلم ڈھاتے ہو جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں؟

اسعد بن زرارہ نے حضرت مصعب سے (پہلے ہی) کہہ دیا تھا: تمہارے پاس اپنی قوم کا سردار آ رہا ہے' اگر وہ تمہاری پیروی کر لے تو اس کی قوم کے دو فرد بھی تمہاری پیروی کرنے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

حضرت مصعب نے سعد سے کہا: کیا آپ بیٹھیں گے تا کہ ہماری بات سنیں؟ اگر آپ کو وہ بات پسند آئے اور آپ کی اس میں رغبت ہو تو اسے قبول کر لیں اور اگر پسند نہ ہو تو ہم آپ کی ناپسندیدہ چیز کو آپ سے دور کر دیں گے۔

سعد نے کہا: آپ نے انصاف کی بات کی' پھر انہوں نے چھوٹا برچھا زمین میں گاڑ دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے ان پر اسلام پیش کیا اور ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی۔ ان دونوں کا کہنا ہے: اللہ کی قسم! ہم نے ان کے کلام کرنے سے پہلے ہی ان کے چہرے کی چمک دمک اور نرمی میں اسلام کو پہچان لیا۔

پھر سعد نے ان دونوں سے کہا: جب تم اسلام قبول کر لو اور اس دین میں داخل ہو جاؤ تو کیا کرتے ہو؟

انہوں نے کہا: آپ غسل کریں' کپڑے پاک کریں' پھر حق کی گواہی دیں' پھر دو رکعت نماز پڑھیں۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے' غسل کیا' اپنے کپڑے پاک کیے اور حق کی گواہی دی' پھر دو رکعتیں پڑھیں' پھر اپنا چھوٹا برچھا پکڑا اور اپنی قوم کی مجلس کی جانب جانے کے ارادے

Marfat.com

سے چل دیئے۔ اسید بن حضیر بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب آپ کی قوم نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ سعد جس حالت میں تمہارے پاس سے گیا تھا' اس سے مختلف حالت میں تمہاری طرف لوٹا ہے۔

جب حضرت سعد ان کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تو فرمایا: تمہاری میرے بارے میں کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا: آپ ہمارے سردار ہیں' ہم سب سے افضل ہیں اور سرداری کے لحاظ سے ہم میں سب سے بڑھ کر بابرکت ہیں۔

آپ نے فرمایا: تمہارے مردوں اور عورتوں کا میرے ساتھ کلام کرنا حرام ہے جب تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔

ان کا کہنا ہے: اللہ کی قسم! بنی عبدالاشہل کے محلے میں نہ کوئی مرد غیر مسلم رہا نہ کوئی عورت غیر مسلمہ[1]

یہ ہے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا اپنے دل سے قسم اٹھانا کہ اب وہ اسلام کو پھیلانے اور اللہ کے دین کی خدمت میں ایک لمحے کا بھی بخل نہیں کریں گے' آپ نے اپنے منصب اور سرداری کو کام میں لاتے ہوئے دعوت الی اللہ کا آغاز کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ عظیم کارناموں کے مالک تھے۔ غزوۂ بدر الکبریٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے خروج کی خبر ملی تو آپ نے اپنے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ مہاجرین نے گفتگو کی اور بڑے خوب صورت انداز میں گفتگو کی۔ آپ نے دوبارہ ان سے مشورہ طلب کیا تو مہاجرین نے پھر خوب صورت انداز میں گفتگو کی' پھر تیسری مرتبہ آپ نے ان سے مشورہ طلب فرمایا تو انصار سمجھ گئے کہ آپ کی مراد ہم ہیں۔

حضرت سعد نے سب سے پہل کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! شاید آپ ہماری طرف متوجہ ہیں؟

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار ہی کو مراد لے رہے تھے کیونکہ انہوں نے اس بات پر آپ سے بیعت کی تھی کہ وہ اپنے شہر میں ہر سرخ و سیاہ سے آپ کی حفاظت کریں گے' پس جب

---

[1] سیرۃ ابن ہشام' ج ۲ ص ۴۳' سیر اعلام النبلاء' ج ۱ ص ۱۴۵' البدایہ والنہایہ' ج ۳ ص ۱۵۲

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر سے باہر نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا تا کہ ان کے خیالات معلوم کریں۔

حضرت سعد نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: شاید آپ کو اندیشہ ہے کہ انصار اپنا فرض یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف اپنے دیار میں آپ کی مدد کریں گے، اس لیے میں انصار کی طرف سے عرض کر رہا ہوں اور ان کی طرف سے جواب دے رہا ہوں کہ آپ جہاں چاہیں تشریف لے چلیں، جس سے چاہیں تعلق استوار کریں اور جس سے چاہیں تعلق توڑ لیں، ہمارے اموال میں سے جو چاہیں قبول فرمائیں اور جو چاہیں ہمیں عطا فرما دیں اور جو آپ قبول فرمائیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا جسے آپ چھوڑیں گے اور اس معاملے میں آپ جو فیصلہ فرمائیں گے، ہمارا فیصلہ آپ کے فیصلے کے تابع ہوگا، اللہ کی قسم! اگر آپ برکِ غماد تک چلے جائیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ چلیں گے، اللہ کی قسم! اگر آپ ہمیں لے کر اس سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم آپ کے ساتھ اس میں کود جائیں گے۔[1]

یہ روشن کرنے اور چمکا دینے والے کلمات کتنے تعجب ناک ہیں جو دائمی اُمید، نئی امنگ، بلند معنوی روح پیدا کرنے، اتحاد، صفوں کو متحد رکھنے اور اللہ عزوجل کی اطاعت میں جان و مال خرچ کرنے پر اُبھارتے ہیں۔

غزوۂ احزاب کے دن بھی آپ کو عظیم مقام حاصل ہوا، جس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ (کفار کے) لشکروں کو شکست دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خندق سے واپس لوٹے اور ہتھیار اتار کر غسل کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس حال میں کہ وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔

انہوں نے عرض کیا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے تو نہیں اتارے، آپ ان پر فوج کشی کریں۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہاں؟ حضرت جبریل نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ا ص ۲۲۵

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نکلے اور پچیس راتیں ان کا محاصرہ کیے رکھا اور وہ اپنے قلعوں میں تھے' پھر انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم مان کر ہتھیار ڈال دیئے۔

قبیلہ اَوس نے آپ کے حضور کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے بنوقینقاع کے ساتھ جو سلوک کیا وہ آپ کو معلوم ہی ہے' وہ ہمارے بھائیوں خزرج کے حلیف ہیں اور اس قبیلے (بنوقریظہ) کے ہمارے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں' پس آپ ان کے ساتھ حسنِ سلوک فرمائیے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہارے بارے میں تمہیں میں سے ایک آدمی فیصلہ کرے؟

انہوں نے عرض کیا: ہاں!

فرمایا: یہ معاملہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا جاتا ہے۔

انہوں نے عرض کیا: ہم راضی ہیں۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد بن معاذ کو بلا بھیجا' جو کہ مدینہ میں ہی تھے اور اس زخم کی وجہ سے لشکر اسلامی کے ساتھ نہیں آئے تھے جو انہیں غزوۂ خندق کے دن قریش کے ایک آدمی کے تیر پھینکنے کی وجہ سے لگا تھا' یہ تیر ان کے بازو کی شہ رگ میں لگا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگا دیا تھا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں۔

جب حضرت سعد کو زخم لگا تھا تو انہوں نے یوں دعا کی تھی: اے اللہ! اگر تو نے قریش کی لڑائی میں سے کچھ باقی رکھا ہے (یعنی ابھی لڑائی ختم نہیں ہوئی) تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ' مجھے اس بات سے زیادہ اور کوئی چیز پسند نہیں کہ میں تیری راہ میں ان لوگوں سے لڑوں جنہوں نے تیرے نبی کو ستایا' انہیں جھٹلایا اور انہیں ان کے وطن سے نکالا' اے اللہ! اگر تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے تو اسے میرے لیے شہادت بنا دے اور مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو میری آنکھ کو بنی قریظہ کے بارے میں ٹھنڈا نہ کر دے!

جس آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا وہ ان تک پہنچ گیا' انہیں دراز گوش پر سوار کرایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو گئے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں قبیلہ اَوس کے بعض افراد نے انہیں کہا:

Marfat.com

اے ابوعمرو! اپنے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ معاملہ اس لیے تمہارے سپرد کیا ہے تاکہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جب انہوں نے اس سلسلے میں زیادہ باتیں کیں تو آپ نے فرمایا:

اب سعد کے لیے وہ وقت آ گیا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے۔ جب حضرت سعد' رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے سردار (کی تعظیم) کے لیے کھڑے ہو جاؤ! جب انہوں نے آپ کو سواری سے اتارا تو انہوں نے کہا: اے سعد! ان لوگوں نے آپ کو ثالث مان کر ہتھیار ڈالے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم پر اللہ کا عہد و میثاق لازم ہے' ان کے بارے میں فیصلہ وہی ہے جو میں کر دوں؟

انہوں نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا: اور ان پر بھی جو یہاں ہیں؟ ان کا اشارہ اس طرف تھا جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف کیا ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں!

حضرت سعد نے کہا: میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے' ان کے اموال تقسیم کر لیے جائیں اور ان کی اولاد اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔[1]

اس عادلانہ فیصلے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگئی۔

آپ اپنی وفات کے وقت وہ انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے کہ جسے تمام جہان والوں میں کوئی بھی نہ پا سکا' یہاں تک کہ انصار کا ایک آدمی پکار اٹھا:

---

[1] صحیح البخاری: ۴۱۲۲ 'کتاب المغازی' باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب.

Marfat.com

سمعنا به الا لسعد ابی عمرو[1] وما اهتز عرش الله من موت هالك

''ہم نے نہیں سنا کہ کسی مرنے والے کی موت پر اللہ کا عرش لرزا ہو مگر حضرت سعد ابوعمرو رضی اللہ عنہ کے لیے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت سعد کی وفات پر رحمٰن کا عرش لرزا اٹھا۔[2]

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے کہا: ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے اور یہ ان کے بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ فرشتے انہیں اٹھائے ہوئے تھے۔[3]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمتیں مکمل فرماتا ہے، پس وہ اسے جنت کی خوش خبری دیتا ہے کہ اے سعد! تجھے جنت کی مبارک ہو!

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا حلہ پیش کیا گیا۔ آپ کے صحابہ اسے چھونے لگے اور اس کی نرمی پر تعجب کرنے لگے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو؟ سعد بن معاذ کو جنت میں جو رومال دیئے جائیں گے وہ اس سے بہتر ہوں گے یا اس سے نرم ہوں گے۔[4]

اے سلف صالح! آپ پر سلام ہو![5]

❁❁❁❁❁

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۴ ص ۱۳۱۔ ۱۳۲

[2] صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب سعد.

[3] اسے بزار نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا۔ البدایہ، ج ۴ ص ۱۳۱

[4] صحیح البخاری: ۳۸۰۲، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب سعد.

[5] آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: المغازی، ج ۴ ص ۱۴۔ ۱۹۔ ۹۳تا۱۵۲۔ ۱۵۴۔ ۲۴۲۔ ۴۹۸۔ ۵۴۱۔ ۵۴۳۔ ۵۴۶۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۷

(۲۳) حضرت ایوب کی پوتی

حضرت رُمیصاء رضی اللہ عنہا

...... میں جنت میں داخل ہوا تو اچانک رمیصاء کے پاس تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول ہے۔

ام سلیم بنت ملحان اور یہ غمیصاء ہیں اور نہیں رمیصاء بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان کا نام سہلہ ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ کا نام رمیلہ' ایک کے مطابق انیقہ اور ایک کے مطابق رمینہ ہے۔

آپ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک پر) بیعت کرنے والی انصاری خواتین میں سے تھیں۔ غزوۂ اُحد کے دن آپ پیاسوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور آپ کے پاس ایک خنجر تھا جس کے ساتھ آپ لڑتی تھیں۔

غزوۂ حنین میں بھی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شرکت کی اور آپ کے پاس ایک خنجر تھا جسے آپ نے اپنی کمر کے ساتھ باندھا ہوا تھا اور اس دن آپ کو عبداللہ بن ابی طلحہ کا حمل بھی تھا[1]

اسلام سے پہلے حضرت ام سلیم نے مالک ابوانس سے شادی کی' جب اسلام کا ظہور ہوا تو آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا' آپ کا خاوند پیچھے رہ گیا (اسلام قبول نہ کیا)۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ اپنے گھر میں دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دینے لگیں' آپ اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ جو ابھی اپنی عمر کے چوتھے سال کو نہیں پہنچے تھے' کلمۂ توحید سکھاتیں اور ان سے کہتیں: اے انس! کہو: ''لا الہ الا اللّٰہ'' (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)۔

مالک ان سے کہا کرتے: اسے یہ کلام نہ سکھاؤ' پھر ایک دن آپ کا خاوند شام چلا گیا اور وہیں وفات پا گیا۔

---

[1] طبقات ابن سعد' ج ۸ ص ۳۱۲

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی شدید محبت کی وجہ سے حضرت رمیصاء نے اپنے بیٹے انس کو نبی اکرم کا خادم بنا کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔

جب آپ کا خاوند وفات پا گیا تو حضرت ابوطلحہ انصاری نے آ کر آپ کو نکاح کا پیغام دیا اور اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کی۔

حضرت رمیصاء نے کہا: اے ابوطلحہ! آپ جیسے شخص کو رد نہیں کیا جا سکتا لیکن تم کافر آدمی ہو اور میں مسلمان عورت ہوں' میرے لیے تمہارے ساتھ شادی کرنا ٹھیک نہیں!

ابوطلحہ: یہ تو آپ کی عادت نہیں!

حضرت رمیصاء: کیا ہے میری عادت؟

ابوطلحہ: زرد اور سفید (یعنی سونا اور چاندی)۔

حضرت رمیصاء: میں سونا چاہتی ہوں نہ چاندی' میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اسلام قبول کر لو' اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا مہر ہے' میں تم سے اور کچھ نہیں مانگوں گی۔

ابوطلحہ: میرے لیے اس بات کا کون ذمہ دار ہے؟

حضرت رمیصاء: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لیے اس بات کے ذمہ دار ہیں' ابوطلحہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کے لیے چل پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے ابوطلحہ کو دیکھا تو فرمایا: تمہارے پاس ابوطلحہ اس حال میں آ رہا ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان اسلام کی چمک ہے۔ حضرت ام سلیم نے جو کچھ کہا تھا' وہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا' پھر انہوں نے اسلام کو حق مہر ٹھہرا کر حضرت ام سلیم سے نکاح کر لیا۔

اس قصے کے راویوں میں سے ایک راوی حضرت ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی کہ مہر حضرت ابوطلحہ کی استطاعت سے بڑھ کر تھا تو (میری والدہ حضرت ام سلیم) قبولِ اسلام کے مہر پر ہی راضی ہو گئیں' پس انہوں نے حضرت ابوطلحہ سے نکاح کر لیا اور وہ دلکش آنکھوں والی خاتون تھیں' ان میں چھوٹا پن تھا۔ وہ حضرت ابوطلحہ کے ساتھ ہی رہیں یہاں تک کہ ان کا ایک پیارا سا بیٹا پیدا ہوا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس سے بڑی محبت کرتے تھے۔ پھر وہ بچہ سخت بیمار ہو گیا۔ حضرت ابوطلحہ اس کی بیماری کی

Marfat.com

وجہ سے پریشان ہو گئے اور جسمانی طور پر کمزور ہو گئے۔ آپ نمازِ فجر کے لیے اٹھ کر وضو کرتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے ساتھ نماز پڑھتے اور نصف دن کے قریب تک آپ کے پاس رہتے' پھر واپس آ کر قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے' پھر جب ظہر کی نماز پڑھ لیتے تو تیار ہو کر پھر چلے جاتے اور عشاء کی نماز تک واپس نہ آتے۔

ایک شام آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور ایک روایت کے مطابق مسجد کی طرف گئے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی ابوطلحہ کو ان کے بیٹے کی وفات کے بارے میں نہ بتائے' یہاں تک کہ میں خود ہی انہیں بتاؤں گی' پس انہوں نے بچے (کی نعش) کو تیار کیا' اس پر کپڑا ڈالا اور گھر کے ایک کونے میں اسے رکھ دیا۔ حضرت ابوطلحہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے حضرت ام سلیم کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ اہل مسجد میں سے کچھ صحابہ بھی تھے۔

حضرت ابوطلحہ: بیٹے کا کیا حال ہے؟

ام سلیم: اے ابوطلحہ! جب سے وہ بیمار ہوا ہے اس کی نسبت اب وہ سکون میں ہے اور مجھے امید ہے کہ اب وہ آرام میں ہے۔

حضرت ابوطلحہ نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا' حضرت ام سلیم نے کھانا ان سب کے قریب کیا' انہوں نے کھانا تناول کیا' اب باقی لوگ تو چلے گئے اور حضرت ابوطلحہ اٹھ کر اپنے بستر کے پاس گئے اور اس پر اپنا سر رکھ کر لیٹ گئے۔ حضرت ام سلیم کھڑی ہوئیں' خوشبو لگائی اور حضرت ابوطلحہ کے لیے جس قدر پہلے وہ بناؤ سنگھار کرتی تھیں' اب اس سے بھی بڑھ کر کیا۔

پھر وہ آ کر ان کے ساتھ بستر میں داخل ہو گئیں۔ جب حضرت ابوطلحہ نے خوشبو سونگھی تو انہوں نے ان سے اس بات کی خواہش کی جس کی مرد اپنی اہلیہ سے کرتا ہے۔

جب رات کا وقت آخر ہوا تو حضرت ام سلیم نے کہا: اے ابوطلحہ! تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر کچھ لوگ دوسرے لوگوں کو کوئی چیز بطور امانت دیں' پھر ان سے اس کا مطالبہ کریں تو کیا ان کے لیے انکار کرنا جائز ہے؟

حضرت ابوطلحہ: نہیں!

حضرت ام سلیم: اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارا بیٹا بطور امانت دیا تھا' پھر اب واپس لے لیا' اب آپ ثواب کی امید رکھیں اور صبر کریں۔

حضرت ابوطلحہ غضب ناک ہوئے' پھر کہا: تم نے مجھے چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جب میں وہ کام کر گزرا جو میں کر گزرا تو تم نے مجھے میرے بیٹے کی موت کے بارے میں بتایا' پھر آپ نے ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا' اللہ کی حمد کی' جب صبح ہوئی تو غسل کیا' پھر صبح کے وقت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے' آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی: اللہ تعالیٰ تم دونوں کو تمہاری گزشتہ رات میں برکت دے' پھر حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا حاملہ ہو گئیں' پھر اس حمل سے بوجھل ہو گئیں اور آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتی تھیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں جاتے تو آپ بھی ساتھ جاتیں اور واپس آتے تو آپ بھی واپس آتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تمہارے ہاں بچہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔

راوی نے کہا: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سفر میں تھے اور حضرت ام سلیم بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت تھی کہ جب سفر سے واپس مدینہ آتے تو رات کے وقت مدینہ میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آپ مدینہ کے قریب پہنچ گئے تھے کہ حضرت اُم سلیم کو دردِزہ شروع ہو گیا۔ حضرت ابوطلحہ تو ان کے پاس رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے میرے رب! بے شک تو جانتا ہے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب تیرا رسول سفر پہ جائے تو میں ان کے ساتھ جاؤں اور جب واپس آئے تو میں ان کے ساتھ واپس آؤں' اس سے ان کی مراد جنگی معرکے تھے' اور جس وجہ سے میں رک گیا ہوں' وہ تو دیکھ ہی رہا ہے۔

راوی کا بیان ہے: ام سلیم نے کہا: اے ابوطلحہ! میں وہ چیز (تکلیف) نہیں پا رہی جو میں پا رہی تھی' پس دونوں چل پڑے۔

راوی کہتا ہے: جب وہ مدینہ آ گئے تو پھر انہیں دردِزہ ہوا' پس انہوں نے لڑکے کو جنم

Marfat.com

دیا۔

حضرت ام سلیم نے اپنے بیٹے انس سے کہا: اے انس! اس بچے کو کچھ نہیں کھلایا جائے گا یہاں تک کہ تم صبح اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جانا اور ساتھ انہوں نے کچھ کھجوریں بھی بھیج دیں۔

حضرت انس کہتے ہیں: بچے نے روتے ہوئے اور ایک پہلو پر جھک کر رات گزاری' میں اس کی نگہبانی کرتا رہا حتیٰ کہ صبح ہوگئی' میں اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر ایک چادر تھی اور آپ اونٹوں اور بکریوں کو داغ لگا رہے تھے۔ جب آپ نے بچے کو دیکھا تو مجھ سے فرمایا: کیا بنت ملحان نے بچے کو جنم دیا؟

حضرت انس: ہاں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تم ذرا ٹھہرو! میں ابھی تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

حضرت انس کہتے ہیں: آپ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے پھینک دیا اور بچے کو پکڑ لیا' اور فرمایا: کیا اس کے ساتھ کچھ ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں! کھجوریں ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کھجوریں لیں' انہیں چبایا' پھر اپنے لعابِ دہن کو جمع کیا' پھر بچے کا منہ کھول کر اس میں اسے رکھا اور اسے بچے کے تالو کے ساتھ ملنے لگے۔ بچہ اسے چکھنے لگا اور کھجور کی کچھ مٹھاس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب مبارک کو چوسنے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انصار کی کھجوروں کے ساتھ محبت کو دیکھو۔

حضرت انس کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا' پس انصار میں کوئی نوجوان اس سے افضل نہیں تھا۔

حضرت ام سلیم مبلغۂ دین اور ہوش مند خاتون تھیں' شادی سے پہلے ابوطلحہ ایک دن[1] ان کے پاس آئے۔

ام سلیم: اے ابوطلحہ! کیا تم جانتے ہو کہ جس معبود کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک درخت ہے جو زمین سے اُگتا ہے اور جسے بنی فلاں کے ایک حبشی نے تراشا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۱۴' اس کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

ابوطلحہ: ہاں!

ام سلیم: کیا آپ کو حیاء نہیں آتی کہ آپ ایک لکڑی کی عبادت کرتے ہیں جو زمین سے اُگتی ہے اور جسے بنی فلاں کے ایک حبشی نے تراشا؟

کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ تم "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ" پڑھ لو اور میں تمہارے ساتھ شادی کرلوں اور اس کے علاوہ تم سے کوئی مہر بھی نہ مانگوں؟

ابوطلحہ: مجھے مہلت دو تاکہ میں غور وفکر کرلوں۔

حضرت ام سلیم کہتی ہیں: ابوطلحہ چلے گئے' غور وفکر کیا' پھر آ گئے۔

پس انہوں نے کہا: "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ"۔

حضرت ام سلیم نے حضرت انس سے کہا: اٹھو! اور ابوطلحہ سے میرا نکاح کر دو[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلیم کی تعظیم اور قدر ومنزلت فرمایا کرتے' حتیٰ کہ اکثر ان سے ملنے کے لیے آیا کرتے' ان کے ہاں کھانا تناول فرماتے اور ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ ام سلیم سے ملنے کے لیے تشریف لاتے تو وہ آپ کو وہ چیز پیش کرتیں جو آپ کے لیے انہوں نے تیار کی ہوتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرا ایک مجھ سے چھوٹا بھائی تھا' جس کی کنیت ابوعمیر تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ہم سے ملنے کے لیے تشریف لائے اور فرمایا: اے ام سلیم! کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے بیٹے ابوعمیر کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟

حضرت ام سلیم: یارسول اللہ! اس کا ایک ممولہ تھا جس کے ساتھ یہ کھیلتا تھا' وہ مر گیا ہے۔

راوی کا بیان ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور فرمایا: اے ابوعمیر! تمہارے ممولے کا کیا بنا[2]

---

۱ صحیح: الطیالسی: ۲۰۵۶' سنن البیھقی' ج ۴ ص ۶۵' صحیح ابن حبان: ۷۲۵' مسند احمد' ج ۳ ص ۱۰۵-۱۰۶-۱۸۱-۱۹۶-۲۸۷-۲۹۰' صحیح البخاری' صحیح مسلم احکام الجنائز للالبانی ص ۲۶

۲ صحیح مسلم: ۲۱۵۰' کتاب الادب' باب جواز تکنیۃ من لم یولد لہ و کنیۃ الصغیر' جامع الترمذی: ۱۹۸۹' ابواب البر والصلہ' باب ما جاء فی المزاح.

Marfat.com

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات جمع کرنے کی بڑی حریص تھیں تا کہ ان سے برکت حاصل کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں اپنے سر مبارک کا حلق کروانے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصف بال مبارک پکڑ لیے، جب حجام نے حلق کیا تو حضرت ابوطلحہ مبارک بالوں کا وہ حصہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ حضرت اُم سلیم ان بالوں کو اپنی خوشبو میں رکھا کرتی تھیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لا کر چمڑے کے ایک گدّے پر قیلولہ کیا کرتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ تشریف لائے (اور جب آرام فرما ہو گئے) تو میں نے آپ کا پسینہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا اور اسے اپنی شیشی میں ڈالنے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے اور فرمایا: ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟

عرض کیا: آپ کا پسینہ اکٹھا کر رہی ہوں، میں چاہتی ہوں کہ اسے اپنی خوشبو میں ملاؤں[1]

یہ سب بہادرانہ اور نادر کارنامے ہیں جو حضرت رمیصاء رضی اللہ عنہا نے سرانجام دیئے تا کہ وہ جنت کا حصہ پائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو اچانک میں ابوطلحہ کی اہلیہ رمیصاء کے پاس تھا[2]

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

[2] اسے امام احمد، بخاری ومسلم اور طیالسی نے روایت کیا اور لفظ امام احمد کے ہیں۔

حضرت ام سلیم کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: طبقات ابن سعد ج ۹ ص ۳۱۲_۳۱۹، اسد الغابہ: ۷/ ۳۴۷

(۲۴) جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ اللہ کے حضور ایک سجدہ کرنے کا بھی موقع نہ ملا

حضرت عمرو بن ثابت اصیرم رضی اللہ عنہ

...... وہ اہلِ جنت میں سے ہیں۔

یہ نبوی گواہی ہے۔

عمرو بن ثابت المعروف اصیرم' بنی عبدالاشہل میں سے تھے' یہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اور جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے قبیلہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو یہ اپنے قبیلے کے ساتھ اسلام نہیں لائے تھے۔

جب غزوۂ اُحد کا دن آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بھلائی کی وجہ سے جو اس کی طرف سے حضرت عمرو بن ثابت کے لیے مقدر ہو چکی تھی' ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ آپ نے اسلام قبول کیا' اپنی تلوار پکڑی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے اور لڑے' زخموں نے آپ کو بے بس کر دیا اور کسی کو آپ کے معاملے کا پتا نہ چلا۔

جب جنگ ختم ہوئی تو بنو عبدالاشہل نے اپنے مقتولوں کی تلاش میں مقتولین میں چکر لگایا' پس انہوں نے حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ کو پا لیا' ابھی آپ میں تھوڑی سی جان باقی تھی۔

انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ تو اصیرم ہے۔ اسے کون سی چیز یہاں لے آئی' ہم نے تو اسے اسلام کا منکر ہونے کی حالت میں چھوڑا تھا۔

پھر انہوں نے حضرت اصیرم سے پوچھا: کون سی چیز تمہیں یہاں لے آئی؟ اپنی قوم کے بارے میں تشویش یا اسلام کی رغبت؟

حضرت اصیرم: اسلام کی رغبت' میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر لڑا یہاں تک کہ میری وہ حالت ہو گئی جو تم دیکھ رہے ہو اور وہ اسی وقت وفات پا گئے۔

Marfat.com

قبیلہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا تذکرہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جنتیوں میں سے ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں: انہیں اللہ کے حضور ایک نماز ادا کرنے کا موقع بھی نہ ملا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے بغیر تھکاوٹ اور مشقت کے جنت حاصل کر لی۔ اگر اللہ تبارک تعالیٰ اس ہیرو کے لیے زندگی مقدر فر دیتا تو یہ بہادری اور فداکاری کی شاندار مثالیں قائم کرتے۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام، ج ۲ ص ۱۰، مسند احمد بن حنبل، ج ۵ ص ۴۲۸۔۴۲۹، زاد المعاد ج ۳ ص ۲۰۰۔۲۰۱ (تحقیق الارناؤوط)

Marfat.com

(۲۵) وہ نوجوان جو فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ گیا

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

.... وہ فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ گیا۔

یہ نبوی انعام ہے۔

یہ ہیرو جو فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ گیا اس خاندان سے نسبت رکھتا ہے، جس کا خدمتِ اسلام میں بڑا اونچا درجہ ہے۔

آپ کی والدہ حضرت رُبَیع بنت نضر جلیل القدر صحابیہ ہیں۔

آپ کے چچا حضرت انس بن نضر وہ مرد راست باز ہیں جنہوں نے جنت کی خوشبو سونگھ لی اور وہ (راہِ حق میں شہید ہونے کی وجہ سے) زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

آپ کے چچازاد بھائی حضرت ابوحمزہ انس بن مالک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے۔

یہ نوجوان اللہ تعالیٰ کی کما حقہ معرفت رکھنے والوں اور حق الیقین رکھنے والوں میں سے تھا۔

نوجوان حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ ایک دن چلے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چلتے ہوئے دیکھا تو آپ کے سامنے آ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے حارثہ! تم نے کیسے صبح کی؟

حارثہ: میں نے اللہ پر سچے ایمان کی حالت میں صبح کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: دیکھو! تم کیا کہہ رہے ہو؟ بلاشبہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔

حارثہ: یارسول اللہ! میں نے اپنے آپ کو دنیا سے الگ کر لیا، راتوں کو جاگا، دن کو پیاسا رہا اور گویا اب میں اپنے رب عزوجل کے عرش کو واضح طور پر دیکھ رہا ہوں۔

میں جنتیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس میں ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں۔

Marfat.com

میں دوزخیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کو شرمسار کر رہے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس پر ثابت قدم رہو، تم ایسے بندے ہو جس کے دل کو اللہ نے نورِ ایمان سے منور کر دیا ہے۔

حارثہ: یارسول اللہ! میرے لیے اللہ کے حضور شہادت کی دعا فرمایئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرما دی۔

ایک دن گھڑسواروں کے قافلے میں آواز دی گئی تو حضرت حارثہ پہلے گھڑسوار تھے جو سوار ہوئے اور پہلے گھڑسوار تھے جو شہید ہوئے۔ جب ان کی والدہ تک یہ خبر پہنچی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو نہ میں روؤں گی نہ غمگیں ہوں گی اور اگر وہ دوزخ میں ہے تو جب تک میں اس دنیا میں زندہ رہوں گی، روتی رہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے ام حارثہ! جنت ایک تو نہیں ہے بلکہ کئی جنتیں ہیں اور تمہارا بیٹا فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔

ان کی والدہ ہنستی ہوئی واپس لوٹیں اور وہ کہہ رہی تھیں: واہ واہ اے حارثہ![1]

اس نوجوان ہیرو کی شہادت غزوۂ بدرالکبریٰ میں ہوئی جیسا کہ امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں: حضرت حارثہ غزوۂ بدر کے دن شہید ہوئے، ان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! حارثہ کا میرے ساتھ جو تعلق ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں، پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی اُمید رکھوں اور اگر دوسری جگہ ہے تو پھر آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میں کس حالت میں ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تیرا بھلا ہو! جنت کوئی ایک ہے؟ جنتیں تو بہت سی ہیں اور تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔[2]

اور ایک اور روایت میں ہے: تیرا بیٹا فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ گیا۔

---

[1] اسد الغابۃ، ج ا ص ۴۲۵-۴۲۶

[2] صحیح البخاری: ۳۹۸۲، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرًا.

اس میں اس صحابی اور دیگر اہل بدر رضی اللہ عنہم کی فضیلت کے بارے میں بہت بڑی تنبیہ ہے۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ لڑے نہیں تھے' وہ تو ابھی دور سے دیکھ ہی رہے تھے' جب وہ دیکھ رہے تھے اور مشاہدہ کر رہے تھے تو انہیں ایک ایسا تیر لگا جس کے چلانے والے کا پتا نہیں تھا' اسی کے ساتھ ہی وہ فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ گئے تو اس کی کیا شان ہو گی جو لڑا اور میدانِ جنگ میں داخل ہوا[1]

---

[1] آپ کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد' ج ۳ ص ۳۸۷-۳۸۸' سیرۃ ابن ہشام' ج ۱ ص ۶۲۸-۷۰۴-۷۰۸' البدایہ والنہایہ' ج ۵ ص ۳۲۹

Marfat.com

(٢٦) جنہیں دو مرتبہ ایمان لانے کی سعادت حاصل ہوئی

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

.... میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ کسی اور زمین پر چلنے والے کے بارے میں یہ کہتے ہوئے نہیں سنا: تم جنتیوں میں سے ہو۔

یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دیئے جانے کے حوالے سے ایک گراں قدر قصہ ہے جسے حضرت قیس بن عُباد نے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں علمی حلقوں میں سے ایک حلقے میں بیٹھا ہوا تھا۔

اس حلقے میں ایک بزرگ آدمی تھا کہ نفس کو اس سے انس حاصل ہو رہا تھا' دل اس سے راحت پکڑ رہا تھا' اس نے لوگوں سے ایک شیریں اور مؤثر بات بیان کرنی شروع کر دی۔

جب وہ اُٹھا تو لوگوں نے کہا: جس کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ کسی جنتی کو دیکھ لے تو وہ اس آدمی کی طرف دیکھے۔

میں نے کہا: یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا: عبداللہ بن سلام۔

میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس کا پیچھا کروں گا' پس میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا' پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا' میں نے اس سے اجازت طلب کی' اس نے مجھے اجازت دے دی۔

اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! تیری کیا حاجت ہے؟

میں نے اس سے کہا: جب آپ مسجد سے نکلے تو میں نے لوگوں کو آپ کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا: جس کو یہ بات پسند آئے کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ

Marfat.com

لے تو میں آپ کے پیچھے چلا آیا تاکہ میں آپ کے معاملے کے بارے میں آگاہی حاصل کروں اور جانوں کہ لوگوں کو کیسے پتہ چل گیا کہ آپ جنتیوں میں سے ہیں۔

انہوں نے کہا: اے پیارے بیٹے! جنتیوں کے بارے میں تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے! لیکن لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اس کی بھی تو ضرور کوئی وجہ ہو گی۔

انہوں نے کہا: میں ابھی آپ کو اس کی وجہ بتاتا ہوں۔

میں نے کہا: بتایئے! اللہ آپ کو جزائے خیر دے!

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں میں ایک رات سویا ہوا تھا کہ میرے پاس ایک آدمی آیا اور مجھ سے کہا: اُٹھ! میں کھڑا ہو گیا' پھر اچانک میرے بائیں طرف ایک راستہ تھا' میں نے اس پر چلنے کا ارادہ کیا۔

اس نے مجھ سے کہا: اس کو چھوڑ! یہ تیرے لیے نہیں ہے۔

پھر میں نے اپنے دائیں طرف ایک واضح راستہ دیکھا' اس نے مجھ سے کہا کہ اس پر چل۔

میں اس پر چل پڑا یہاں تک کہ میں ایک گھنے' وسیع' کثیر سبزے والے اور عمدہ تازگی والے باغ میں آ گیا۔ اس کے درمیان میں ایک ستون تھا جس کا نیچے والا حصہ زمین میں گڑا ہوا تھا اور اوپر والا حصہ آسمان تک پہنچا ہوا تھا اور اس کے اوپر والے حصے پر ایک سونے کا کڑا تھا۔

اس آدمی نے مجھ سے کہا: اس پر چڑھ!

میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکتا۔

پھر ایک خادم آیا' اس نے مجھے اوپر اُٹھایا تو میں اس ستون پر چڑھ گیا یہاں تک کہ میں اس کے اوپر والے حصے تک جا پہنچا اور اس کڑے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس کے ساتھ چمٹا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

صبح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا خواب سنایا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو نے اپنے دائیں طرف جو راستہ دیکھا تھا وہ

Marfat.com

جنتیوں میں سے اصحابِ یمین کا راستہ ہے۔

اور وہ باغ جس کی سرسبزی اور تازگی نے تجھے اپنی طرف مائل کیا تھا' وہ اسلام ہے اور وہ ستون جو اس باغ کے درمیان تھا' وہ دین کا ستون ہے اور وہ کڑا ایسی مضبوط کڑا ہے اور تم وفات تک اس کے ساتھ چمٹے رہو گے۔[1]

یہ ہے قصہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دیئے جانے کا۔

رہا آپ کے قبولِ اسلام کا قصہ تو وہ ہم حصین جو کہ بعد میں عبداللہ بن سلام بن گئے' سے سنتے ہیں اور تمہیں اس باخبر کی طرح اس بارے میں اور کوئی آگاہ نہیں کرے گا۔ حصین بن سلام نے بیان کیا: جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی خبر سنی تو میں نے آپ کے نام و نسب' صفات اور زمان و مکان کے بارے میں معلومات لینا شروع کر دیں اور ان کی اور ہماری کتابوں میں جو کچھ درج تھا کے درمیان موازنہ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ مجھے آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا' اور آپ کی دعوت کی سچائی کا ثبوت مل گیا' پھر میں نے اس معاملے کو یہود سے چھپائے رکھا اور اپنی زبان کو اس بارے میں گفتگو کرنے سے روکے رکھا' یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب آپ یثرب پہنچے اور قباء میں قیام فرمایا تو ہمارے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے لوگوں میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آمد کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت میں اپنے ایک کھجور کے درخت کے سرے پر چڑھا اس سے متعلقہ کام کر رہا تھا۔ میری پھوپھی خالدہ بنت حارث اس درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ جب میں نے یہ خبر سنی تو میں پکار اُٹھا: ''اللہ اکبر' اللہ اکبر''۔

میری پھوپھی نے جب میری تکبیر سنی تو مجھ سے کہا: اللہ تجھے نامراد کرے! اللہ کی قسم! اگر میں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی آمد کے بارے میں سنتی تو اس سے زیادہ کچھ نہ کرتی۔

میں نے اس سے کہا: اے پھوپھی جان! اللہ کی قسم! یہ بھی حضرت موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں اور انہیں کے دین پر ہیں اور وہی کچھ دے کر بھیجے گئے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام دے کر بھیجے گئے تھے۔

---

[1] صحیح البخاری: ۳۸۱۳ 'کتاب مناقب الانصار 'باب مناقب عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ.

Marfat.com

وہ خاموش ہوگئی اور کہا: کیا یہ وہی نبی ہیں کہ جن کے بارے میں تم ہمیں بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنے پہلوں کی تصدیق کرنے والے اور اپنے رب کے پیغامات کو مکمل کرنے والے بنا کر بھیجے جائیں گے؟

میں نے کہا: ہاں!

اس نے کہا: تو پھر ٹھیک ہے۔

پھر میں فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے دروازے پر رش کر رہے تھے۔ میں بھی ان میں داخل ہوگیا یہاں تک کہ آپ کے قریب پہنچ گیا۔

سب سے پہلی بات جو میں نے آپ سے سنی' وہ یہ تھی: اے لوگو! سلام پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ اور رات کے وقت جبکہ لوگ محوِ خواب ہوں نماز پڑھو' سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

میں آپ کی طرف نظریں جما کر دیکھنے لگا اور اپنی آنکھوں کو آپ کے دیدار سے شادکام کرنے لگا' پس مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں' پھر میں آپ کے قریب ہوگیا اور میں نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: حصین بن سلام۔

آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ عبداللہ بن سلام۔

میں نے عرض کیا: ہاں! عبداللہ بن سلام' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آج کے بعد مجھے اس نام سے بڑھ کر کوئی نام پسند نہیں ہوگا۔

پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنی اہلیہ' اولاد اور دیگر گھر والوں کو اسلام کی دعوت دی' ان سب نے اسلام قبول کر لیا اور ان کے ساتھ میری پھوپھی خالدہ جو کہ بہت بوڑھی تھیں' نے بھی اسلام قبول کر لیا' پھر میں نے ان سے کہا: میرا اور اپنا اسلام یہود سے چھپائے رکھو یہاں تک کہ میں تمہیں (اظہار کی) اجازت دوں۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

Marfat.com

پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف لوٹ گیا اور آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! یہود ایک بہتان لگانے والی اور جھوٹی قوم ہے اور میں چاہتا ہے کہ آپ ان کے سرداروں کو اپنے پاس بلائیں' مجھے اپنے حجروں میں سے ایک حجرے میں چھپائے رکھنا' پھر میرا جوان کے ہاں مرتبہ ہے' اس کے بارے میں ان سے دریافت کرنا' اس سے پہلے کہ وہ میرے اسلام کے بارے میں جان لیں' پھر آپ انہیں اسلام کی طرف دعوت دینا۔

اگر انہیں پتا چل گیا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ مجھ پر عیب لگائیں گے' ہر نقص میری طرف منسوب کریں گے اور مجھ پر بہتان لگائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنے ایک حجرے میں داخل کرلیا' پھر یہود کے سرداروں کو بلایا' انہیں اسلام قبول کرنے پر رغبت دلانے لگے' ایمان کو پسندیدہ بنا کر ان کے سامنے پیش کرنے لگے اور اپنی کتابوں میں آپ کے معاملے کے بارے میں جو کچھ وہ جانتے تھے' وہ آپ انہیں یاد دلانے لگے۔

وہ آپ سے جھوٹی دلیلوں کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنے لگے اور حق کے معاملے میں آپ سے جھگڑنے لگے اور میں سن رہا تھا۔ جب آپ ان کے ایمان لانے کے بارے میں مایوس ہوگئے تو ان سے پوچھا: تمہارے ہاں حصین بن سلام کا کیا درجہ ہے؟

انہوں نے کہا: وہ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور وہ ہمارا پوپ اور عالم ہے اور ہمارے پوپ اور عالم کا بیٹا ہے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم بھی ہو جاؤ گے؟

انہوں نے کہا: سبحان اللہ! وہ ایسا نہیں کہ اسلام قبول کرلے' اللہ تعالیٰ اسے اسلام قبول کرنے سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (حضرت عبداللہ بن سلام کہتے ہیں:) میں حجرے سے نکل کر ان کے پاس آیا اور کہا: اے یہود کے گروہ! اللہ سے ڈرو اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو کچھ تمہارے پاس لائے ہیں اسے قبول کرلو' اللہ کی قسم! تم ضرور جانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور تم ان کا تذکرہ اپنے ہاں تورات میں ان کے نام اور صفت کے ساتھ لکھا ہوا پاتے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں' میں ان پر ایمان لاتا ہوں' ان کی تصدیق کرتا

Marfat.com

ہوں اور انہیں پہچانتا ہوں۔

انہوں نے کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے' اللہ کی قسم! تو ہمارا شریر ہے اور ہمارے شریر کا بیٹا ہے اور تو ہمارا جاہل ہے اور ہمارے جاہل کا بیٹا ہے' اور انہوں نے کوئی عیب نہ چھوڑا جو میری طرف منسوب نہ کیا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی: کیا میں نے آپ سے عرض نہیں کیا تھا کہ یہود بہتان لگانے والی' جھوٹی' دھوکا باز اور فاجر قوم ہے[1]

یہ ہیرو جس نے اپنے آپ کو جنت کی نذر کر دیا تھا اور اپنے آپ کو اللہ کے لیے فروخت کر دیا تھا' اسلام کی طرف بڑھا اور اس کے انوار سے چلو بھرنے لگا' اس کی ہدایت کا جام پینے لگا اور اس کے احکام سے سیراب ہونے لگا' یہاں تک کہ یہ علماء صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے ہو گیا۔

کہا گیا کہ یہ آیت کریمہ آپ ہی کے بارے میں نازل ہوئی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ.	حالانکہ گواہی دے چکا ہے ایک گواہ بنی اسرائیل سے اس کی مثل پر اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم نے تکبر کیا۔ (الاحقاف:۱۰)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور زمین پر چلنے والے کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا: بے شک وہ جنتیوں میں سے ہے[2] یعنی عشرہ مبشرہ کے علاوہ۔

کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ' اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بھی داخل ہیں:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ○ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ	جن کو ہم نے عطا فرمائی کتاب (نزول) قرآن سے پہلے وہ اس پر ایمان لائے ہیں○ اور جب یہ ان کے سامنے

۱ صحیح البخاری: ۳۹۳۸'کتاب مناقب الانصار' باب مناقب عبد اللہ بن سلام.

۲ صحیح البخاری: ۳۸۱۲'کتاب مناقب الانصار' باب مناقب عبد اللہ بن سلام.

Marfat.com

قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ○ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○
(القصص:۵۲-۵۴)

پڑھی جاتی ہے تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے اس کے ساتھ' بے شک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے' ہم اس سے پہلے ہی سرِتسلیم خم کر چکے تھے○ یہ لوگ ہیں جنہیں دیا جائے گا ان کا اجر دو مرتبہ بوجہ ان کے صبر کے اور وہ دور کرتے ہیں نیکی کے ساتھ بُرائی کو' نیز اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے خرچ کرتے رہتے ہیں○

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کو ان کا اجر دوبار دیا جائے گا: اہلِ کتاب میں سے وہ آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور پھر مجھ پر بھی ایمان لایا' وہ مملوک غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالکوں کا بھی حق ادا کیا' وہ آدمی جس کے پاس ایک لونڈی ہو' وہ اس کو ادب سکھائے اور خوب ادب سکھائے' پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے[1]

پس خوش خبری ہے' پھر خوش خبری ہے' اس کے لیے جو دوبار ایمان لایا اور دوگنا اجر حاصل کیا[2]

❁❁❁❁❁

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

[2] حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: الاستیعاب لابن عبدالبر' ج ۲ ص ۳۸۲' اسد الغابہ' ج ۳ ص ۱۷۶-۱۷۷' البدایہ والنہایہ' ج ۳ ص ۲۱۱-۲۱۲' الاصابہ' ج ۲ ص ۳۲۰

Marfat.com

(۲۷) جنت کی طرف سبقت لے جانے والے
حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ

...... بے شک تم جنتیوں میں سے ہو۔

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت ہے۔

رمضان المبارک ۲ھ میں مسلمانوں اور مشرکینِ قریش کے درمیان غزوۂ بدر الکبریٰ ہوا' جب مشرکین سامنے آئے' دونوں گروہوں (مسلمانوں اور مشرکین) کا آمنا سامنا ہوا' دونوں صفیں ملیں' اور انصار روانہ ہوئے تو ان کی قیادت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے اور ان میں حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

جب دشمن قریب ہوا اور قوم کے بالمقابل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر وعظ فرمایا اور صبر اور ثابت قدمی کی صورت میں مدد' جلدی ملنے والی کامیابی اور آخرت میں اللہ کی طرف سے ملنے والے ثواب کے بارے میں انہیں یاد دلایا اور انہیں بتایا کہ اللہ عزوجل نے راہِ خدا میں شہید ہونے والے کے لیے جنت واجب کر دی ہے۔ حضرت عمیر بن حمام کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! وہ جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟

فرمایا: ہاں!

عرض کیا: واہ واہ! یارسول اللہ!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تمہیں بخ بخ (واہ واہ) کہنے پر کون سی چیز اُبھارتی ہے؟

عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! یہ امید کہ میں بھی جنتیوں میں سے ہو جاؤں۔

فرمایا: تم جنتیوں میں سے ہو۔

راوی کا بیان ہے: انہوں نے اپنے تھیلے سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے' پھر

Marfat.com

کہا: اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہوں جتنی دیر میں یہ کھجوریں کھالوں تو پھر تو یہ لمبی زندگی ہے، پس ان کے پاس جو کھجوریں تھیں وہ پھینک دیں، پھر لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے[1] پس آپ پہلے شہید تھے۔

یہ بات ان کے لیے کتنے فخر کی تھی کہ وہ سب سے پہلے شہید بن جائیں۔ وہ اس بات پر حریص تھے کہ جنت کی طرف سبقت لے جائیں اور ان میں سے ہو جائیں جن کے بارے میں اللہ عز وجل نے فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۝ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ۝ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۝ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ۝ وَحُوْرٌ عِیْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا ۝ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ (الواقعہ: ۱۰-۲۶)

اور (تیسرا گروہ ہر کارِ خیر میں) آگے رہنے والوں کا، وہ (اس روز بھی) آگے آگے ہوں گے ۝ وہی مقرب بارگاہ ہیں ۝ عیش و سرور کے باغوں میں ۝ ایک بڑی جماعت پہلوں سے ۝ اور قلیل تعداد پچھلوں سے ۝ ان پلنگوں پر جو سونے کے تاروں سے بنے ہوں گے ۝ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان پر آمنے سامنے ۝ گردش کرتے ہوں گے ان کے ارد گرد نو خیز لڑکے جو ہمیشہ ایک جیسے رہیں گے ۝ (ہاتھوں میں) پیالے آفتابے اور شرابِ طہور سے چھلکتے جام لیے ہوئے ۝ نہ سر درد محسوس کریں گے اس سے اور نہ مدہوش ہوں گے ۝ اور میوے بھی (پیش کریں گے) جو وہ جنتی پسند کریں گے ۝ اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ رغبت کریں گے ۝ اور حوریں خوبصورت آنکھوں

---

[1] مسند احمد، ج ۳ ص ۱۳۶-۱۳۷، مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۴۲۶، صحیح بخاری: ۴۰۴۶ کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، صحیح مسلم: ۱۹۰۱، الفاظ مختلف ہیں۔

Marfat.com

والیاں O (سچے) موتیوں کی مانند جو چھپا
رکھے ہوں گے O یہ اجر ہوگا ان نیکیوں کا جو
وہ کرتے رہے تھے O نہ سنیں گے وہاں لغو
باتیں اور نہ گناہ والی باتیں O بس ہر طرف
سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی O

ان کے اس جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے' کی طرف تیزی سے جانے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے تلوار پکڑ لی اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

رکضا الی اللّٰہ بغیر زاد الا التقی وعمل المعاد

''میں بغیر زادِ راہ کے دوڑتا ہوا اللہ کی طرف جارہا ہوں مگر میرے پاس تقویٰ اور آخرت کے عمل کا زادِ راہ ہے''۔

والصبر فی اللّٰہ علی الجھاد ان التقی من اعظم السداد

''میں راہِ خدا میں جہاد پر صبر کرتا ہوں' بلاشبہ تقویٰ سب سے بڑی راست روی ہے''۔

وخیر ما قاد الی الرشاد وکل حی فالی نفاد

''اور بہتر چیز جو رشد وہدایت کی طرف لے جائے (وہ تقویٰ ہی ہے) اور ہر زندہ فنا کے گھاٹ اترنے والا ہے''۔

پھر انہوں نے حملہ کیا حتیٰ کہ خالد بن اعلم نے انہیں جنت کی طرف ڈال دیا[1]

سلام ہو اس پر جو اسلام کے اندر انصار کا پہلا شہید ہے' سلام ہو شہید بدر پر' سلام ہو نیکیوں کی طرف سبقت لے جانے والے پر' یہی تو بہت بڑا افضل ہے۔

[1] حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے مزید حالات کے لیے دیکھئے: اسد الغابہ' ج ۴ ص ۲۹۱' الاستیعاب لابن عبد البر' ج ۳ ص ۱۲۱۴' طبقات ابن سعد' ج ۳ ص ۴۲۶' المغازی: ۶۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۶۹۔

Marfat.com

(۲۸) شہید اعرابی رضی اللہ عنہ

...... اس نے اللہ کی تصدیق کی، پس اللہ نے بھی اس کی تصدیق کی۔

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

حضرت شداد بن ہاد کہتے ہیں: ایک اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اتباع کی۔

اس نے کہا: میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو اس کے بارے میں وصیت کر دی۔ جب غزوۂ خیبر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں سے کچھ مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ آپ نے اسے تقسیم فرمایا اور اس اعرابی کا حصہ بھی نکالا۔ آپ نے اس کا حصہ صحابہ کرام کے حوالے کیا اور وہ ان کے سواری کے جانور چرایا کرتا تھا، جب وہ آیا تو صحابہ کرام نے اس کا حصہ اس کے حوالے کیا۔

اس نے کہا: یہ کیا ہے؟

صحابہ کرام نے جواب دیا: یہ تیرا حصہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے لیے نکالا ہے۔ اس نے وہ لے لیا اور لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تیرا حصہ ہے جو میں نے تیرے لیے نکالا ہے۔

اس نے عرض کیا: میں نے اس کی خاطر تو آپ کی پیروی اختیار نہیں کی بلکہ میں تو اس لیے آپ کا پیروکار بنا ہوں کہ مجھے یہاں پر تیر مارا جائے، اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، پھر میں مر جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔

فرمایا: اگر تو اللہ کی تصدیق کرتا ہے تو وہ بھی تیری تصدیق کرے گا، پھر وہ دشمن سے لڑنے کے لیے اٹھا، پھر اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں لایا گیا کہ وہ شہید ہو چکا تھا۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ وہی ہے؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: اس نے اللہ کی تصدیق کی تو اللہ نے بھی اس کی تصدیق کی' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جُبّہ مبارک میں اسے کفن دیا' پھر اسے سامنے رکھا' پھر اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ نے اس کے لیے جو دعا کی' اس میں یہ الفاظ بھی تھے:

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے' یہ تیری راہ میں جہاد کے لیے نکلا' پھر شہید ہو گیا اور میں اس پر گواہ ہوں[1]

سلام ہو شہید اعرابی پر!

❁❁❁❁❁

---

[1] سنن النسائی' کتاب الجنائز' شرح معانی الآثار' ج ۱ ص ۲۹۱' مستدرک حاکم' ج ۳ ص ۵۹۵۔۵۹۶' سنن بیہقی' ج ۴ ص ۱۵۔۱۶' اس کی سند صحیح ہے۔

(۲۹) غیر معروف سپاہی' سیاہ فام غلام
حضرت اسلم حبشی رضی اللہ عنہ

...... میں نے حورِعین میں سے ان کی دو بیویوں کو دیکھا کہ ان سے ان کا جبہ اتار رہی ہیں۔

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روایت ہے۔

اس حبشی نے غزوۂ خیبر ۷ھ میں اسلام قبول کیا' اس کے ہاتھوں بہت سے بہادرانہ کارنامے وقوع پذیر ہوئے۔

دن کے شاہسوار اور رات کے عبادت گزار خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے یہود کے قلعوں پر ہلّہ بولا' پس انہوں نے قلعہ ناعم پر حملہ کیا اور یہ یہودیوں کا پہلا دفاعی خط تھا اور اس میں مسلمانوں کے ساتھ سخت جنگ کے بعد یہودیوں کی قوت کمزور پڑ گئی۔

یہودی قلعہ صعب بن معاذ میں منتقل ہو گئے' مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا اور فتح مکمل ہو گئی۔

یہودی تیزی سے قلعہ زبیر کی طرف چلے گئے' مسلمانوں نے پھر ان پر حملہ کر دیا اور فتح مکمل ہو گئی۔

اب یہود قلعہ ابی میں منتقل ہو گئے' مسلمانوں نے اسے بھی فتح کر لیا۔

اب وہ جلدی سے قلعہ نزار کی طرف گئے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے بھی فتح کر لیا' پھر یہود اپنے اس قلعے میں داخل ہوئے جو ان کے لیے پناہ گاہ تھا' اسے قموص کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقریباً بیس راتیں اس کا محاصرہ کیے رکھا۔ وہ ناموافق آب و ہوا والی اور سخت گرمی والی زمین تھی۔ مسلمانوں نے سخت جہاد کیا' انہوں نے گدھے ذبح کیے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اس سے منع کر دیا۔

اسی وقت اہل خیبر میں ایک سیاہ فام غلام آ گیا جو کہ اپنے آقا کی بکریاں چرا رہا تھا۔ جب اس نے خیبر والوں کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ہتھیار پکڑ لیے ہیں تو اس نے ان سے

Marfat.com

پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟

انہوں نے کہا: ہم اس آدمی سے لڑنا چاہتے ہیں جو اپنے آپ کو نبی گمان کرتا ہے' اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد بیٹھ گئی' پس وہ اپنی بکریاں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ گیا اور کہا: آپ کیا کہتے ہیں اور کس طرف دعوت دیتے ہیں؟

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ کہ تو صرف اللہ کی عبادت کرے۔

غلام نے کہا: اگر میں یہ گواہی دوں اور اللہ عزوجل پر ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تو اس پر وفات پا جائے تو تجھے جنت ملے گی۔

اس نے اسلام قبول کر لیا' پھر کہا: اے اللہ کے نبی! یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: انہیں اپنے پاس سے نکال دے اور کنکریاں مار کر بھگا دے' اللہ تعالیٰ تیری امانت تیری طرف سے ادا کر دے گا' اس نے ایسا ہی کیا' بکریاں اپنے مالک کے پاس چلی گئیں۔

یہودی کو پتا چل گیا کہ اس کے غلام نے اسلام قبول کر لیا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر انہیں وعظ فرمایا اور انہیں جہاد کے لیے ترغیب دلائی۔ جب مسلمانوں اور یہودیوں کا مقابلہ ہوا تو مقتولوں میں وہ سیاہ فام غلام بھی تھا۔ مسلمان اسے اٹھا کر اپنے لشکر کے پاس خیمے کے اندر لے گئے۔

انہوں نے خیال کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمے کے اندر جھانکا ہے' پھر آپ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس غلام کی تکریم فرمائی اور اسے خیبر کی طرف لے آیا اور میں نے اس کے سر کے پاس دو حور عین کو دیکھا' حالانکہ اسے اللہ کے حضور ایک سجدہ کرنے کا موقع بھی نہ ملا۔

حماد بن سلمہ' حضرت ثابت سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: یا رسول اللہ! میں سیاہ رنگ والا آدمی ہوں' میرا چہرہ

Marfat.com

بدصورت ہے' مجھ سے بدبو اُٹھ رہی ہے' میرے پاس کوئی مال بھی نہیں' اگر میں ان (یہودیوں) سے لڑوں یہاں تک کہ قتل کر دیا جاؤں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ آگے بڑھا' لڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

اسے حالتِ شہادت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تیرے چہرے کو خوب صورت بنا دیا' تیری بدبو کو خوشبو سے بدل دیا اور تیرے مال کو بڑھا دیا' پھر فرمایا: میں نے حورِعین میں سے اس کی دو بیویوں کو دیکھا کہ اس کے جسم سے اس کا جبہ اتار رہی ہیں اور اس کی جلد اور اس کے جبے کے درمیان داخل ہو رہی ہیں[1]

اس غیر معروف سپاہی اور سیاہ فام شہید غلام[2] کے بارے میں میں کوئی خاندانی اور شخصی شناخت نامہ نہیں پاتا۔ سیر و مغازی کے علماء اور مؤرخین نے ہم سے اس بے مثال ہیرو کے حالات بیان کرنے میں بخل سے کام لیا ہے۔

مگر میں اس کا ایمانی شناخت نامہ اور اسلامی اخلاق پاتا ہوں' پس جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو وہ امانت دار ہے یہاں تک کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اور مالکوں کو ان کے حقوق ادا کرنے پر حریص ہے اگرچہ وہ مخلوق کی غلامی کی ذلت سے نجات پا گیا ہے' وہ متواضع ہے اگرچہ وہ بہادر مجاہد ہے' اپنے آپ کے ساتھ سچا ہے' اپنے ربِ تعالیٰ کے ساتھ سچا ہے اور اللہ سبحانہٗ کی مخلوق کے ساتھ سچا ہے۔

---

[1] زاد المعاد ج ۳ ص ۳۲۳-۳۲۴

[2] ان کے مزید حالات کے لیے دیکھیے: اسد الغابہ' ج ۱ ص ۹۲-۹۳

Marfat.com

(۳۰) غیر معروف شہید
کھجوریں پھینکنے والا رضی اللہ عنہ

خبردار! اللہ کا سامان مہنگا ہے' خبردار! اللہ کا سامان جنت ہے' پس ہے کوئی جنت کے لیے تیاری کرنے والا!

اس وقت ہمارے ساتھ جنت کے لیے تیاری کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔

انہوں نے دنیا کو پھینک دیا اور آخرت کو پکڑ لیا۔

آگ کو پھینک دیا اور جنت کو تھام لیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: مجھے بتایئے اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں۔

اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ اس نے پھینک دیں' پھر لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔[1]

راجح بات یہی ہے کہ یہ صحابی حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور ہیں اور ان دونوں کا الگ الگ مستقل قصہ ہے۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ابن بشکوال کا خیال ہے کہ یہ صحابی حضرت عمیر بن حمام ہی ہیں لیکن حضرت انس کی حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کے دن پیش آیا اور وہ قصہ جو اس باب میں ہے' اس کے بارے میں حضرت جابر کی حدیث میں صراحت ہے کہ وہ غزوۂ اُحد کے دن پیش آیا' پس جو چیز ظاہر ہوتی ہے' وہ یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ قصے ہیں جو دو الگ الگ

---

1 صحیح البخاری: ۴۰۴۶ 'کتاب المغازی' باب غزوۃ اُحد.

Marfat.com

آدمیوں سے متعلق ہیں[1]

❁❁❁❁❁

[1] فتح الباری ج ۷ ص ۳۱۰-۳۱۱

اختتامی کلمات

اے میرے مطالعہ کرنے والے معزز بھائی! میں چاہتا ہوں کہ تجھے بتاؤں کہ یہ کتاب ''الثلاثون المبشرون بالجنة'' اپنی نوعیت کی نئی کتاب ہے' اپنے جوہر میں سہل ہے اور اپنی گفتگو میں آسان ہے۔

میں نے اس میں ان صحابہ کرام کا تذکرہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے' جن کے بارے میں صحیح احادیثِ نبویہ میں ان کے ناموں کے ساتھ جنتی ہونے کی خوش خبری وارد ہے جبکہ علماء جرح وتعدیل کے نزدیک ان میں سے بعض احادیث میں تھوڑا سا اختلاف بھی ہے۔

کچھ احادیثِ نبویہ ایسی بھی ہیں جو ان صحابہ کرام کے علاوہ کچھ دیگر صحابہ کرام کے بارے میں' میں جنت کی خوش خبری کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں' مثلاً:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد کے بارے میں مروی حدیث۔

بعض احادیثِ نبویہ ایسی بھی ہیں جن میں بعض دیگر لوگوں کے لیے جنت کی خوش خبری پائی جاتی ہے جیسے حضرت مریم اور فرعون کی بیوی' علیہما السلام۔

لیکن وہ دونوں اسلام سے پہلے جنت کی طرف سبقت لے جانے والیوں میں سے ہیں۔

اے میرے فاضل بھائی! پھر میں نے ان جنت کی خوش خبری پانے والوں کے حالات میں وہ صحیح نصوص بھی جمع کر دی ہیں جو ان کے لیے جنت کی خوش خبری کی صراحت کرتی ہیں اور وہ افعال وصفات بھی جنہوں نے ان کو اس لائق بنایا کہ وہ اس شرف کو پا سکیں کہ عالمِ وجود میں جس کی کوئی نظیر ہی نہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں جنتیوں میں سے کر دے اور بغیر حساب اور عذاب کے ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ مؤلف

ڈاکٹر مصطفیٰ مراد

رکن مجلس تدریس،
جامعہ ازہر،
یکے از علماء الازہر الشریف، مصر

کتابیات

(۱) القرآن الکریم

(۲) احکام الجنائز — علامہ ناصر الدین البانی (متوفی ۱۴۲۰ھ)

(۳) احکام القرآن — علامہ ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ)

(۴) احیاء علوم الدین — امام محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)

(۵) الاستیعاب — حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ محمد بن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ)

(۶) اسد الغابہ — علامہ محمد بن اثیر الجزری (متوفی ۶۰۶ھ)

(۷) الاصابہ فی تمییز الصحابہ — حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)

(۸) البدایہ والنہایہ — حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ)

(۹) تاریخ الخلفاء — علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)

(۱۰) تاریخ الطبری — علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)

(۱۱) التاریخ الکبیر — امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)

(۱۲) تحفۃ الاحوذی — شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری (متوفی ۱۳۵۲ھ)

(۱۳) تخریج فقہ السیرۃ — علامہ ناصر الدین البانی (متوفی ۱۴۲۰ھ)

(۱۴) تفسیر طبری — علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)

(۱۵) تہذیب تاریخ دمشق — علامہ ابوقاسم علی بن حسن ابن عساکر دمشقی (متوفی ۵۷۱ھ)

(۱۶) جامع الترمذی — امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)

(۱۷) جمع الجوامع — علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)

(۱۸) حلیۃ الاولیاء — حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ)

(۱۹) حیاۃ الصحابہ — محمد یوسف الکاندھلوی (متوفی ۱۳۸۴ھ)

(۲۰) دلائل النبوۃ — حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ)

Marfat.com

(۲۱) دلائل النبوۃ امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)
(۲۲) الریاض النضرۃ المحب الطبری (متوفی ۶۹۴ھ)
(۲۳) زاد المعاد علامہ شمس الدین ابن القیم الجوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ)
(۲۴) السلسلۃ الصحیحہ علامہ ناصر الدین البانی (متوفی ۱۴۲۰ھ)
(۲۵) سنن بیہقی امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)
(۲۶) سیرۃ ابن ہشام ابن ہشام ابو محمد عبدالملک حمیری (متوفی ۸۲۸ھ)
(۲۷) سیرۃ عمر علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی ۵۷۹ھ)
(۲۸) صحیح البخاری امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)
(۲۹) صحیح الجامع علامہ ناصر الدین البانی (متوفی ۱۴۲۰ھ)
(۳۰) صحیح الجامع الصغیر علامہ ناصر الدین البانی (متوفی ۱۴۲۰ھ)
(۳۱) صحیح مسلم امام مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)
(۳۲) صفۃ الصفوۃ علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی ۵۷۹ھ)
(۳۳) طبقات ابن سعد ابوعبداللہ محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)
(۳۴) غریب الحدیث علامہ محمد ابن اثیر الجزری (متوفی ۶۰۶ھ)
(۳۵) فتح الباری حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)
(۳۶) فتح المجید شرح کتاب التوحید شیخ عبدالرحمٰن آل الشیخ
(۳۷) فنون العجائب ابوسعید النقاش الحنبلی
(۳۸) الکامل فی التاریخ علامہ محمد ابن اثیر الجزری (متوفی ۶۰۶ھ)
(۳۹) کتاب الزھد امام ابوعبدالرحمٰن بن مبارک مروزی (متوفی ۱۸۱ھ)
(۴۰) کتاب الزھد امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)
(۴۱) کتاب الزھد امام ھناد بن سری کوفی (متوفی ۲۴۳ھ)
(۴۲) کشف الاستار عن زوائد البزار حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)
(۴۳) مجمع الزوائد حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)
(۴۴) المستدرک امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)

Marfat.com

(۴۵) مسند احمد	امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)
(۴۶) مسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار بصری (متوفی ۲۹۲ھ)
(۴۷) مسند طیالسی	امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی (متوفی ۲۰۳ھ)
(۴۸) مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ)
(۴۹) المعجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)
(۵۰) میزان الاعتدال	حافظ شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)
(۵۱) مکاشفۃ القلوب	امام محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)

الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

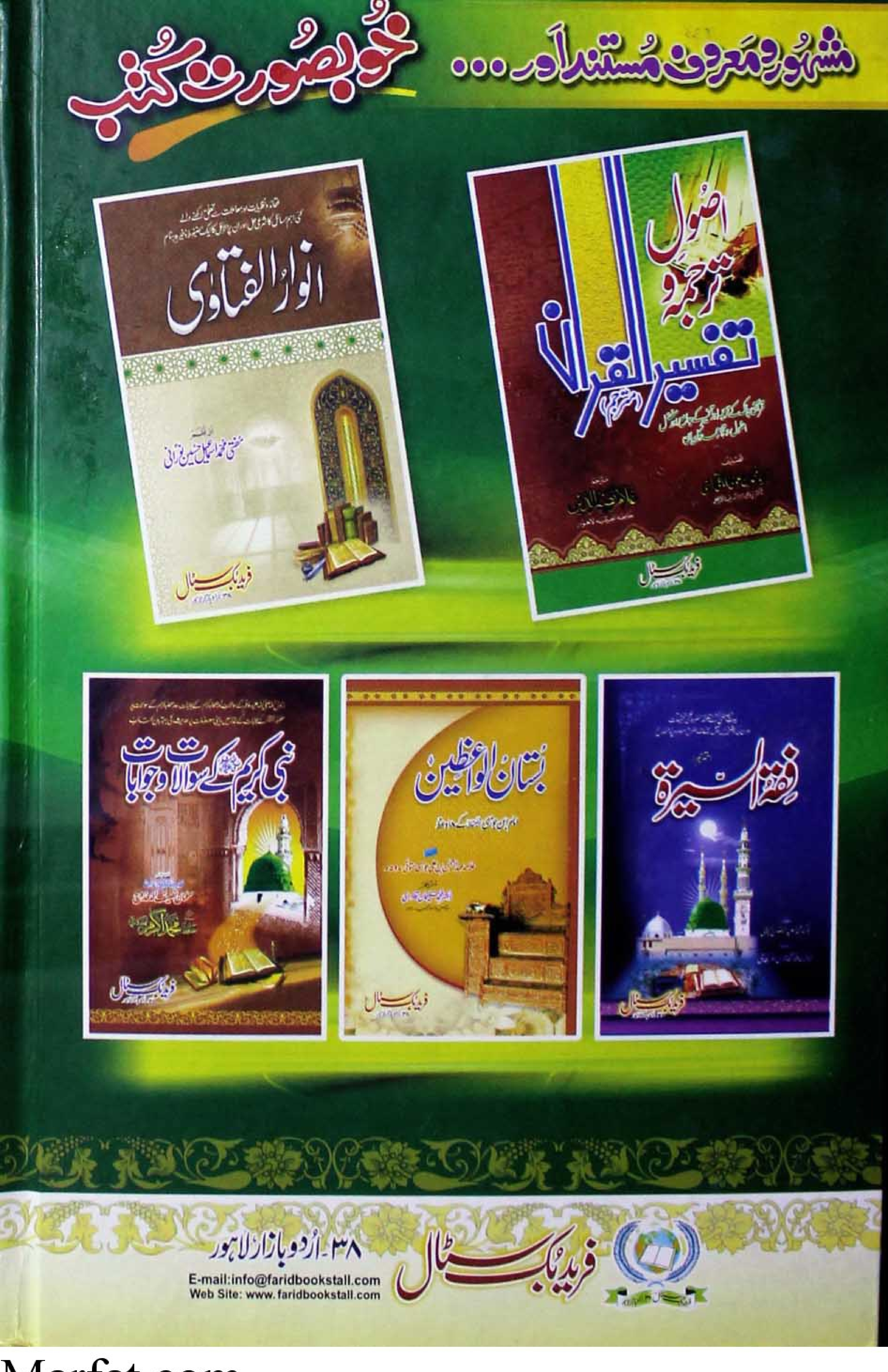

مشہور و معروف مستند اور...
خوبصورت کتب
انوار الفتاوی
اصول ترجمہ و تفسیر القرآن
نبی کریم ﷺ کے سوالات و جوابات
بستان الواعظین
فقہ السیرۃ
فرید بک سٹال
۳۸۔ اردو بازار لاہور
E-mail:info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com

Marfat.com